انوارِ انوری

تذکرہ و علمی کمالات

فخر المحدثین امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف

قطب الاقطاب عالم ربانی شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

خادمِ خاص وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ ارشد و خلیفہ امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

و خلیفہ اعظم حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب جدید

محمد راشد انوری نبیرہ حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ

انوارِ انوری

تذکرہ و علمی کمالات

فخر المحدثین امام العصر

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف

قطب الاقطاب عالم ربانی شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

خادمِ خاص وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ ارشد وخلیفہ امام العصر حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

وخلیفہ اعظم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب جدید

محمد راشد انوری نبیرہ حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب انوارِ انوری

مؤلف حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت جدید ...... محرم الحرام ۱۴۴۷ھ۔ جولائی 2025ء

ترتیب جدید محمد راشد انوری

قیمت

کمپوزنگ اقراء کمپیوٹرز اینڈ پرنٹرز پریس مارکیٹ فیصل آباد

فون:041-2631411 موبائل:0301-7977716

باہتمام مجلس انوری پاکستان

ملنے کے پتے

کراچی: بلال انٹر پرائزز، S1 جامع مسجد ناظم آباد نمبر 2

+92 300 2421646

لاہور: □ مکتبہ قاسمیہ، اردو بازار

□ مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار

فیصل آباد: مجلس انوری سنّت پورہ فیصل آباد

+92 321 7545059

فہرست

عرضِ مرتب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے ملفوظات اور علمی کمالات پر مشتمل یہ کتاب ''انوارِ انوری'' جو میرے دادا جان حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ نے تالیف فرمائی تھی جو شوال ۱۳۸۷ھ/ جنوری 1968ء کو شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے وہ علوم و معارف بیان کئے گئے ہیں جو دیگر کتب میں نہیں آسکے۔ اس کتاب کا دوسرا حصہ جو قلمی تھا حوادثات زمانہ کی نذر ہو گیا۔

عرصہ دراز سے نایاب اس کتاب کے متعلق میرے والد محترم حضرت مولانا محمد ایوب الرحمٰن انوری رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ ''انوار انوری'' کو عربی، فارسی عبارات کے تراجم کروا کے شائع کیا جائے تو کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جائے گا، مگر مختلف عوارض کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو سکا۔

2017ء میں حضرت مولانا محمد انوری رحمہ اللہ کی سوانح ''حیاتِ انوری'' جو آپ رحمہ اللہ کے انتقال کے 48 سال بعد میری تحریک پر ڈاکٹر عمران فاروق نے تالیف کی اور پھر حضرت انوری رحمہ اللہ کی تصانیف کا مجموعہ ''کلیات انوری'' بھی مرتب کیا جو 2018ء میں شائع ہوا جسے اب ''مجموعہ رسائل انوری'' کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے۔ جب یہ دونوں کتب لے کر جید علماء و مشائخ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو اکثر حضرات نے ''انوارِ انوری'' کے بارے میں دریافت کیا جس سے اس کتاب کی افادیت و مقبولیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ ''حیاتِ انوری'' کی طباعت سے قبل بغرض تقریظ حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا

توحضرت مفتی صاحب مدظلہ نے ''انوارِ انوری'' کے بارے میں دریافت فرمایا اور اپنی تقریظ میں یہ تحریر فرمایا ''(حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب ''انوارِ انوری'' حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وملفوظات پر بیش قیمت تالیف ہے، جس سے بندہ نے خوب استفادہ کیا''۔ نیز حضرت مفتی صاحب نے اپنی بعض کتب میں ''انوارِ انوری'' کے حوالے دیئے ہیں۔

اکابر علماء ومشائخ کے بے حد اصرار پر اب جدید کمپوزنگ کے ساتھ ''انوارِ انوری'' کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ جدید ایڈیشن میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارات پر اعراب، ترجمہ اور تخریج کا اہتمام جیّد علماء کی سرپرستی میں کیا گیا ہے۔ فارسی اشعار وعبارات کا ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے نیز مشکل الفاظ کی تسہیل بھی کر دی گئی ہے۔ جب حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''انوارِ انوری'' تالیف کی تھی اُس وقت جو حضرات حیات تھے اب انکے نام کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، بالخصوص مفتی محمد اعظم ہاشمی مدظلہ جنہوں نے اس کتاب میں تراجم، تخریج اور تصحیح کا کام کیا، نیز ڈاکٹر عمران فاروق نے مشکل الفاظ کی تسہیل کی۔

تصحیح کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے پھر بھی کسی قسم کی غلطی پائی جائے تو احباب مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اتباع سنت کے ساتھ اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

محمد راشد انوری

ابن حضرت مولانا محمد ایوب الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ

نبیرہ حضرت اقدس مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۵ ذوالحجہ ۱۴۴۶ھ/ 22رجون 2025ء

MUFTI ABUL QASIM NOMANI
MOHTAMIM (VC) DARUL ULOOM DEOBAND
PIN- 247554 (U.P.) INDIA

المفتی ابو القاسم النعمانی
رئیس الجامعة الاسلامیة دار العلوم دیوبند. الهند

Ref. ....   Date............................

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ کا ذکر خیر میں اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا سیّد انظر شاہ صاحب کشمیری استاذ دارالعلوم دیوبند کے درس میں (۱۳۸۴ھ تا ۱۳۸۶ھ) سنتا رہتا تھا اور اس دوران پرانی کتابوں کے ایک اسٹال پر ''انوارِ انوری'' کا ایک غیر مجلد نسخہ بھی ہاتھ آ گیا۔ جس کے توسط سے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے بہت سے قیمتی علمی نوادرات سے حسب صلاحیت استفادہ کے مواقع بھی ملتے رہے۔ وہ کتاب میرے شہر بنارس کے ذاتی مکتبہ میں محفوظ بھی ہوگی۔

خوش قسمتی سے سال گذشتہ عزیزم مصعب نعمانی سلّمہ کے ذریعہ حضرت مولانا محمد انوری صاحب لائل پوری علیہ الرحمہ کے نبیرہ ارجمند جناب مولانا محمد راشد صاحب انوری سے تعارف ہوا۔ اور یہ معلوم کرکے بہت مسرت ہوئی کہ عزیز موصوف تسہیل وحواشی کے ساتھ ''انوارِ انوری'' کی جدید طباعت کی تیاری کر رہے ہیں اور اب مزید مسرت اس سے ہوئی کہ آں عزیز اپنے جد محترم حضرت مولانا محمد انوری صاحب کی حیات اور ارشادات ومکتوبات پر مشتمل ''حیاتِ انوری'' بھی مرتب کر چکے ہیں۔

ان دونوں کتابوں کے ذریعہ استاذ گرامی محدث جلیل حضرت علامہ

nomani1947@gmail.com
+91 97208 19131

انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ اور تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد انوری صاحب علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات اور ان دونوں حضرات کے علمی خزانوں اور نوادرات سے استفادہ کا موقع ملے گا۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس خزینہ عامرہ سے استفادہ کی توفیق بخشے۔

(مولانا مفتی) ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۵/۴/۱۴۴۵ھ = ۳۱/۱۰/۲۰۲۳ء

رائے گرامی

مولانا سیّد نسیم اختر شاہ قیصر مدّظلہ

نبیرہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

استاذ عربی دارالعلوم وقف دیوبند، یوپی (انڈیا)

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری، ایک برگزیدہ علمی شخصیت:

امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے تلامذہ کی وہ جماعت جس نے برصغیر ہندو پاک میں اپنے نامور اور شہرۂ آفاق استاذ کی علمی عظمتوں و فضیلتوں کو زندہ اور باقی رکھا ان میں بے شمار نام ہیں اور یہ وہ ہستیاں ہیں گذشتہ ساٹھ سال کی علمی تاریخ جن کے نام سے معنون ہے یہ سب برگزیدہ انسان تھے اور جنھوں نے اپنے علم و فضل سے، تقویٰ و کمال سے، درس و تدریس سے، تصنیف و تالیف سے اس کا ثبوت فراہم کیا کہ وہ جماعتِ دیوبند کے نمائندہ افراد ہیں اور علم و کمال کی بستیاں ان سے آباد ہیں۔ بچپن سے لے کر جوانی اور جوانی سے لے کر اس اُدھیڑ عمری تک حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے شاگردانِ رشید کے واقعات اور رشد و کمال کے قصے بار بار سننے میں آئے ان میں سے بہت سوں کا دیدار بھی ہوا، کچھ سے شرفِ ملاقات بھی حاصل رہا، کچھ کی خدمت میں چند روز رہنے کی سعادت بھی ملی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ، مفکر ملت حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ، ادیب شہیر حضرت مولانا حامد الانصاری غازی رحمہ اللہ، حضرت مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا قاضی زین

العابدین میرٹھی رحمہ اللہ، حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی رحمہ اللہ، حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ صاحبِ انوار الباری وغیرہ کی صورتیں ذہن میں محفوظ اور ان کی خدماتِ جلیلہ ہماری تاریخ کا سرمایہ ہیں، وہ علمی تاریخ جو اکابر دیوبند کے نام سے قیامِ دارالعلوم 1866ء سے تاحال چلی آتی ہے۔ پاکستان میں جو علماء حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے علمی رسوخ اور مقامِ عظمت کے چلتے پھرتے نمونے تھے، ان میں محدثِ کبیر حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ، مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ وغیرہ کے نام اور کاموں سے ایک عالم واقف ہے۔ اپنے بچپن میں حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ (فیصل آبادی) کے مبارک نام اور خدماتِ جلیلہ سے واقفیت حاصل ہوئی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ والد مرحوم کے کتابی ذخیرہ میں جہاں بے شمار کتابیں تھیں وہیں حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ کی کتاب ''انوارِ انوری'' بڑے اہتمام اور احتیاط کے ساتھ موجود تھی۔

والد مرحوم حضرت مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصر رحمہ اللہ (سابق مدیر رسالہ ''دارالعلوم'' دارالعلوم دیوبند) کا مزاج تھا کہ ان کے کتابی ذخیرے کو کوئی نہ چھیڑے اور انھیں قطعی یہ بات گوارا نہ تھی کہ ان کی کتابوں کی الماریوں میں کوئی کتاب نکلے۔ بچپن کا زمانہ تھا کہ ''انوارِ انوری'' حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی پہلی سوانح کی صورت میں ہماری نظروں سے گزری اس لیے اس سوانح کو پڑھنے کا شوق شدید رہا مگر کسی طرح کتاب ہاتھ نہ آتی تھی والد مرحوم کی کتابوں کی ترتیب کچھ اس طرح تھی اگر کوئی الماری کو ہاتھ لگاتا تو معمولی طور پر ترتیب بگڑنے سے والد مرحوم جان جاتے اور پھر ناراض ہوتے ایک بار ہمت کر کے میں نے ''انوارِ انوری'' نکال ہی لی اور اپنے طور پر یہ بھی کوشش کی کہ ترتیب متاثر نہ ہو۔

سوانح کیا تھی حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کا دلنشیں تذکرہ، فضل و کمال کی خوب صورت داستان، صدق وصفا کا بیان، استاذ گرامی قدر کی عاداتِ فاضلہ کا ذکر، بزرگی اور جلالتِ علم کی روشنی، حسنِ باطنی کے ساتھ حسنِ ظاہری کی حسین جھلکیاں، حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے نکلی ہوئی سوانح میں حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا مکمل احاطہ تھا یقینی طور پر حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محنت اور عقیدت کے ساتھ یہ کتاب تحریر فرمائی تھی، ہر صفحہ پر ادب و احترام، الفت ومحبت کا رنگ غالب تھا۔ جوں جوں کتاب کا مطالعہ آگے بڑھتا تو یہ احساس جاگستا کہ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمبا وقت حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارا اور ان کی زندگی و شب و روز کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے۔

اس سوانح سے حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کے کچھ وہ گوشے بھی نمایاں ہوئے جو دنیا کی نظروں سے اوجھل تھے حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نئے اور اچھوتے انداز میں یہ سوانح تحریر فرمائی، سوانح کا مطالعہ حضرت مولانا کی قلم پر گرفت کی بھی خبر دیتا ہے۔ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے نہ صرف یہ کہ رشتہ تلمذ قائم کیا بلکہ ان سے روحانی تعلق بھی قائم فرمایا۔ حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی اختیار کی اور جب حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے کوچ کر گئے تو حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت پائی۔

میں نے اپنے گھر میں اپنی دادی کے زمانے سے لے کر والد مرحوم اور

عمِّ مرحوم حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ مسعودی ؒ کی حیات تک یہ معمول دیکھا کہ حضرت علامہ کشمیری ؒ کے سعید تذکرے کے ساتھ ان کے تلامذہ کا بھی نام بڑی عزت کے ساتھ لیا جاتا تھا بلکہ سچ پوچھئے یہ تینوں حضرت علامہ کشمیری ؒ کے تلامذہ کے ایسے دیوانے تھے کہ ان کا نام لیے بغیر ان کو چین نہ پڑتا تھا، کبھی سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ کا تذکرہ ہے، کبھی مولانا مناظر احسن گیلانی ؒ کی بات ہے، کبھی مولانا یوسف بنوری ؒ کا ذکر ہو رہا ہے، کبھی مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ؒ کی جرأت و عزیمت پر گفتگو ہو رہی ہے، کبھی مقدمہ بہاول پور کی داستان دہرائی جا رہی ہے، کسی وقت حضرت علامہ کشمیری ؒ کے مزاج اور ذوق کی باتیں سنائی جا رہی ہیں، گھر کا یہی ماحول تھا اسی ماحول میں ہماری پرورش ہوئی، سو یہ رنگ ہماری زندگیوں میں بھی کچھ نہ کچھ آیا۔ 1983ء میں احقر پہلی بار پاکستان گیا تو حضرت مولانا محمد چراغ صاحب گجرانوالہ حیات تھے والد مرحوم کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضری رہی، حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری کو اس وقت دنیا سے پردہ کئے ہوئے ۱۳ سال گزر چکے تھے مگر علمی فضائیں ان کے نام سے معطر تھیں اور کسی نہ کسی عنوان سے ان کی بات چل پڑتی تھی۔ ہمارے پاکستان کے سفر سے پہلے والد مرحوم نے اپنے واقف کاروں کو بذریعہ خطوط ہماری آمد کی اطلاع دے دی تھی انہی میں حضرت محمد انوری لائل پوری ؒ کے گرامی قدر صاحبزادے مولانا سعید الرحمٰن صاحب سنت پورہ بھی تھے۔

پاکستان کے اس سفر میں لاہور ہمارا پہلا پڑاؤ تھا جہاں مفسر قرآن حضرت مولانا عبید اللہ انور شیرانوالہ گیٹ لاہور کے یہاں قیام رہا حضرت مرحوم اور ان کے فرزند گرامی میاں اجمل قادری نے خوب حق میزبانی ادا کیا۔ دوسرے مرحلہ میں راولپنڈی پہنچے تو ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی محترم مولانا سعید الرحمٰن

صاحب کے کئی خط ہمارے نام اس پتے پر موجود تھے جو انھیں پاکستان پہنچنے سے پہلے ہی لکھ دیا گیا تھا۔ مولانا کے ہر خط میں محبت کے جذباتِ فراواں محسوس ہوتے، اس قربت اور تعلق کا اظہار ہوتا جو حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ کو حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ اور ان کے خانوادہ سے تھا۔ پاکستان کے ۲۲ روزہ قیام کے زمانے میں حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے ہماری بڑی خبر گیری کی اور محبتوں سے نوازا۔ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ ان برگزیدہ انسانوں میں سے تھے جن پر تاریخ علم و عمل ہمیشہ ناز کرے گی کہ انھوں نے دین و شریعت کی گراں بہا خدمات انجام دیں، اپنے علم و فضل سے ایک زمانہ کو مستفیض کیا۔ پاکستان میں وہ علماء کہ جن کا نام آسمانِ علم پر درج ہے اور جو آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن ہیں ان میں حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ کا نام نمایاں ہے ۔ان کی زندگی اخلاص و عمل کا لائق تقلید اور قابل قدر نمونہ تھی آپ کی زندگی میں وہ تمام رنگ موجود تھے جو ایک صاحب علم و فضل شخص کی زندگی میں ہوتے ہیں، آپ اکابر و اسلاف کے پاکیزہ زندگی کا بہترین عکس تھے وہی آب و تاب، وہی تیور، زندگی کا وہی رخ، وہی خدمات کی انجام دہی، وہی دین کی لگن، وہی مذہب سے وابستگی، وہی تڑپ و اضطراب جو اکابر کا خاصہ تھا، وہ آپ کے یہاں بھی بدرجہ اتم موجود تھا حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ جیسے افراد صدیوں کی گردشوں اور شب و روز کی بے شمار تبدیلیوں کے بعد وجود میں آتے ہیں، جب تک رہتے ہیں مرکز نگاہ رہتے ہیں اور جب دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو محرومی کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔

حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں رسوخ فی العلم کی دولتِ بے بہا سے نوازا تھا اور بے مثال قوتِ حافظہ، استحضار اور مطالعہ کی وسعت کا امین

بنایا تھا وہیں ان کے تلامذہ کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ وہ اپنے استاذ کے فدائی اور عاشق تھے، حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری کو بھی اپنے استاذ سے والہانہ تعلق اور شیدائیانہ قربت تھی، آپ حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سچے عاشق تھے ان کے علوم و کمالات کے محافظ ہونے کے ساتھ ان کے نام اور کام کو متعارف کرانے کی ان میں بڑی بے چینی تھی، بڑا جذبہ تھا حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سبھی شاگردوں نے مضبوط انداز میں اس سمت میں کام کیا یہ جذبہ بھی تاریخ علمائے دیوبند کے روشن پہلوؤں کی نشان دہی کرتا ہے اور حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ اس سعادت میں برابر کے شریک ہیں۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ تک جتنے بھی نامور انسان دارالعلوم دیوبند کی کوکھ سے پیدا ہوئے وہ تاریخ علم و عمل کا ایسا باب ہیں جنھیں دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ علم و فضل کی جو بلندیاں اور عظمتیں ان افراد کے حصے میں آئی وہ اسلام کی ابتدائی صدیاں گزرنے کے بعد بھی نظر آتی رہیں، انہی کا ایک ٹکڑا اور حصہ دارالعلوم دیوبند کی یہ جماعتِ حق بھی ہے۔ جس نے ہر موڑ پر اور ہر شاہراہ پر دینی، ملی، فکری، معاشرتی، سیاسی رہنمائی کا فریضہ اس ادا کے ساتھ انجام دیا کہ اس کا نمونہ پچھلی صدیوں میں ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے پردہ کئے ہوئے ۴۸ برس گزر رہے ہیں مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا حادثہ وفات حال ہی میں پیش آیا ہو۔ صاحب علم و کمال کو موت نہیں آتی اس کا علمی کام اور تلامذہ کا حلقہ ان کے ناموں کو زندہ رکھتا ہے اور زمان و مکان کی دوریوں کو ہمیشہ سمیٹتا رہتا ہے۔ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز شاگرد تھے خود حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان سے

دلی تعلق تھا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری کے خون میں انوری محبت گردش کر رہی تھی انہوں نے لائل پور میں ایک عالی شان مسجد کی تعمیر کا بیڑا اٹھایا مسجد تعمیر ہوئی تو اس کا نام ''مسجد انوری'' تجویز فرمایا حضرت مولانا محمد انوری ﷫ کی پیدائش 25 مئی 1901ء کو ہوئی اور آپ نے 22 جنوری 1970ء کو رختِ سفر باندھا۔ اس دنیا میں جو کچھ ہے سب ختم ہونے کے لیے ہے باقی رہنے والی ذات رب کائنات کی ہے۔

خداوند عالم حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری ﷫ کی عظیم خدمات کو قبول فرما کر وہاں کی تمام راحتیں اور بلندیاں انہیں عطا فرمائے اور یہاں ان کی اولاد و احفاد کو اپنی نعمتوں اور رحمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین

Phone. { 23766598
23233547
Jamiat Ulama-i-Hind
1-Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110 002
E-mail : juh.org2010@gmail.com

جمعیۃ علماء الہند

۲۵ رجب المرجب ۱۴۴۵ھ
مطابق 6 فروری 2024
Ref. No .... Date ....

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء المرسلین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین، اما بعد!

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ان نابغۂ روزگار شخصیات میں سے ہیں جن کو اللہ رب العزت نے اپنے فضل خاص سے غیر معمولی حفظ وذکاء اور بصیرت وتبحر علمی سے نوازا تھا، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن، علم حدیث و رجال کے امام، فقہ ودرایت کی جامع ترین شخصیت، اپنے بزرگوں کے مفاخر علمیہ کے امین اور دارالعلوم دیوبند کی علمی وفکری عظمتوں کے پاسبان تھے۔

ایک عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں اپنے استاذ ومربی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کی مسند حدیث کو اس شان کے ساتھ سنبھالا کہ علم ومعرفت کے گہر لٹائے اور ایسے راسخ علماء اور ماہرین فن تیار کیے جو علم اور دلائل کی قوت کی بنیاد پر احقاق حق اور ابطال باطل کی روایات کو آگے بڑھاتے اور چراغ سے چراغ جلانے کا کام کرتے رہے۔

شاہ صاحب کے ان ہی قابل فخر تلامذہ میں عالم جلیل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ بھی ہیں، مولانا انوری جون 1920ء، جس سال شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مالٹا سے واپسی ہوئی ہے، اپنے والد گرامی کے ہم راہ دیوبند تشریف لائے اور شیخ الہند کی خدمت اور فیض صحبت سے مستفید ہوئے، اور اگلے سال 1921ء میں دارالعلوم سے دورہ حدیث مکمل کیا، بخاری

شریف علامہ کشمیری سے پڑھی۔ اس طرح علامہ کی شخصیت اور علوم سے خاصی مناسبت ہوگئی، اور ایسا نیاز مندانہ تعلق ہوا کہ شاہ صاحب کی طرف انتساب کو نام کا جز بنا لیا اور انوری کہلائے۔

مکتوبات شیخ الاسلام میں مولانا انوری صاحب مرحوم کے نام کے خطوط بھی ملتے ہیں جس میں سے ایک مولانا انوری مرحوم کے والد محترم کی وفات پر تعزیت اور ایک میں دار العلوم دیوبند کے لئے فراہمی مالیات کے سلسلہ میں بھیجے ہوئے شخص کے ساتھ تعاون کا شکریہ ادا کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا انوری صاحب مرحوم کا عقیدتمندانہ رشتہ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے بھی تھا۔

حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ کے کئی باکمال تلامذہ نے عربی اور اردو میں آپ کے احوال ومناقب اور کمالات وخصوصیات تحریر کیے، ان ہی میں سے مولانا محمد انوری کی تحریر کردہ کتاب ''انوار انوری'' بھی ہے۔ جس میں مولانا انوری صاحب نے بڑی محبت اور عظمت کے ساتھ شاہ صاحب کے علوم ومعارف اور علمی وعملی کمالات کے بعض نمونے اور مشاہدات جمع کردیے ہیں۔ جن میں دقیق علمی وفنی مباحث کے علاوہ آسان اور سادہ اسلوب میں بہت سے حقائق معاشرت اور تصوف سے متعلق حضرت شاہ صاحب نے سمجھا دیئے ہیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں: سارے عالم کی روح اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، مقصود اصلی ذکر الٰہی ہے اور یہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ احکام سب اس کے پیرائے ہیں۔''

(کتاب مذکور، ص ۱۴۲)

''دو شریف آدمی مذہب ومسلک کے اختلاف کے باوجود آپس میں مل جل کر شریفانہ زندگی گزار سکتے ہیں'' (ص:۱۶۱)۔ پیغام دین متین اور نشر ابلاغ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اخلاق حسنہ اور ملکات فاضلہ اور خلوص نیت اور فراخ

حوصلگی اور حسن مقال اور راست بازی، شیریں کلامی، وسعت صدر، ایثار، جاں فشانی اور جفاکشی کے اوصاف حمیدہ سے متاثر ہوں۔" (ص:۶۹)

اس طرح یہ کتاب معاشرت وعلم معرفت اور وعظ وتذکیر کا بیش بہا خزانہ ہے، اولاً یہ کتاب 1968ء میں شائع ہوئی اور اہل علم کے حلقے میں قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی، اب کتاب کی افادیت اور مشمولات کی اہمیت کے پیش نظر مولانا کے نبیرہ محترم جناب مولانا محمد راشد انوری ابن حضرت مولانا ایوب الرحمٰن انوری اور جناب ڈاکٹر عمران فاروق صاحب نئی کتابت اور نئے حواشی کے ساتھ اس علمی خزانے کو اہل علم کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔ جس میں فارسی اشعار وعبارات کے ترجمے کے ساتھ مشکل الفاظ کی تسہیل بھی کردی گئی ہے۔

اس خدمت گرامی پر دونوں حضرات اہل علم اور پورے حلقہ دیوبند کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس خدمت کو قبول فرمائیں، شاہ صاحب اور مولانا انوری کو اعلیٰ علیین میں مقام عطاء کریں اور ہم سب کو اپنے بزرگوں کے صالح افکار اور علمی خدمات کی اشاعت کا ذریعہ بنائیں!

ارشد مدنی

صدر المدرسین دار العلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند

۲۵/ ۷/ ۱۴۴۵ھ۔ ۶/ ۲/ ۲۰۲۴ء

Mob 9412874946

حبیب الرحمٰن الخیرآبادی

المفتی بالجامعۃ الإسلامیۃ دار العلوم دیوبند (الہند)

HABIBUR RAHMAN KHAIRABADI (M.A., ALIG)

MUFTI DARUL ULOOM DEOBAND-247554 (INDIA)

Ref. No   Dated ....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلاۃ والسّلام علیٰ سیّد الأنبیاء والمرسلین، وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ أجمعین، أمّا بعد!

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری صاحب مشرقی پنجاب کے ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ وہیں ۱۳۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت مولانا فتح الدین صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور اجل خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے بڑے علمی و روحانی اور پاکیزہ و دینداری کے ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ آپ کو والد صاحب نے اس طرح پڑھایا کہ کھانے پینے ناشتہ وغیرہ کا انتظام اپنی طرف سے کیا۔ مدرسہ پر بوجھ نہ بنے اور والد صاحب نے یہ بھی نصیحت فرمائی تھی کہ دین اور علم دین کو کبھی کمائی کا ذریعہ نہ بنانا۔ چنانچہ آپ نے پڑھنے کے بعد پوری زندگی مسجد و مدرسہ کی خدمت کی، مگر مسجد اور مدرسہ سے کبھی تنخواہ نہ لی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو دولت وثروت سے بھی نوازا تھا۔

حضرت مولانا محمد انوری صاحب دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے اور حضرت علامہ مولانا سیّد انور شاہ کشمیری کے مشہور، نامور اور مخلص شاگرد رشید تھے۔ انہوں نے ایک لمبا عرصہ اپنے موقر استاذ کی خدمت میں گزارا اور ان کے علمی کمالات اور ان کے علوم و معارف کے نوادر کا قریب سے مشاہدہ کیا علوم

ظاہری کے ساتھ علوم باطنی میں بھی یگانۂ روزگار تھے۔ پہلے آپ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، ان کے خادمِ خاص بھی رہے۔ ان کی وفات کے بعد آپ اپنے مشفق، محسن استاذ علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، ان کی وفات کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے اجازت وخلافت ملی، ان تینوں بزرگوں کی صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا، پھر آپ نے وطن جا کر لوگوں کو خوب علمی وروحانی فیض پہنچایا۔

آپ نے ''انوار انوری'' کے نام سے یہ کتاب لکھی جو الحمدللہ کافی مقبول ہوئی۔ اس میں آپ نے اپنے استاذ علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے رسوخ فی العلم، وسعت مطالعہ، بے نظیر حافظہ اور ان کے بے شمار علمی کمالات کو قلمبند کیا ہے۔ اس سے پہلے ان کی مستقل سوانح ''حیات انور'' کے نام سے لکھی ہے۔ حضرت مولانا عتیق احمد صاحب رحمہ اللہ مدرس دارالعلوم دیو بند نے ''تذکرۂ انور'' کے نام سے سوانح لکھی، حضرت مولانا رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ نے ''جزاء الاحسان'' کے نام سے ان کی سوانح لکھی۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمہ اللہ میرٹھی نے فیض الباری کے شروع میں علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی سوانح لکھی، علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے داماد وشاگرد حضرت مولانا احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ نے بھی انوار الباری شرح بخاری کے شروع میں حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی سوانح لکھی، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمہ اللہ نے عقیدۃ الاسلام کے نئے ایڈیشن کے شروع میں حضرت علامہ کی سوانح لکھی۔

لیکن ''انوار انوری'' میں مولانا محمد انوری صاحب نے حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی سوانح نہیں لکھی، بلکہ اس میں ان کے علمی کمالات، ختم نبوت کی تحقیق، توسل قولی وفعلی، اعجاز قرآنی کی بحث، مقصد قرآن کی تحقیق، آیاتِ قرآن کی تنسیخ، استواء علی العرش کی توجیہ، روزوں کی قرقی کی تحقیق، روح اور مادہ کی

بحث، بعض قرآنی آیات کی نادر تشریحات، احادیث کی نادر تحقیقات، بہاول پور مقدمہ میں آپ کا تشریف لے جانا اور قادیانیوں کے جواب میں تیس سال پہلے دیکھی ہوئی کتاب فواتح الرحموت شرح مُسلّم الثُّبوت بحر العلوم کی پوری عبارت پڑھ کر سنا دینا اور قادیانیوں کو مبہوت ولاجواب بنا دینا، اس طرح کے علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے کمالات و واقعات ذکر کئے ہیں۔

مولانا محمد انوری صاحب نے چونکہ علامہ کشمیری کی شاگردی کے ساتھ ساتھ ایک لمبا زمانہ ان کی خدمت میں گزارا اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے سچے عاشق اور شیدائی تھے۔ اپنے استاذ سے بے پناہ محبت تھی، یہاں تک کہ علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد تاحیات ان کے تمام اہل وعیال کی کفالت کی۔ مولانا محمد انوری کی محبت وعقیدت جو علامہ کشمیری کے ساتھ تھی اسی کا یہ ثمرہ اور نتیجہ ہے کہ علامہ کشمیری کے بہت سے کمالات و واقعات پردۂ خفا میں تھے۔ اب وہ کتابی شکل میں دائرۂ وجود میں آگئے اور لوگوں کے وسعت مطالعہ کا باعث بنے۔

علامہ کشمیری رحمہ اللہ تو علم کے سمندر تھے، ان کے محاسن اور علمی کمالات کا احاطہ بہت مشکل ہے، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اُن کو چلتا پھرتا کتب خانہ فرماتے تھے۔ ان کی تبحر علمی اور بے مثال جامعیت کا یہ عالم تھا کہ آپ خود ہی فرماتے تھے کہ ”مجھے میری پوری زندگی میں ایک آدمی بھی صحیح مخاطب نہ ملا“ اللہ اکبر......، اگر صحیح مخاطب ملتا تو نہ جانے پھر کتنے کمالات اور تحقیقات کے دریا بہاتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں علم کے ساتھ زہد وتقویٰ کی صفت سے بھی نوازا تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں کم عمری ہی میں تہجد اور آہ سحر گاہی کے سخت پابند تھے۔ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب نے

ایک روز راقم الحروف کو ان کا واقعہ سنایا کہ میرے والد صاحب اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ دونوں میں دوستی تھی، دونوں ہم سبق بھی تھے۔ اسی دوستی میں ایک روز والد صاحب مولانا کشمیری کو ہمارے یہاں بجنور لے کر آئے، پچھلی رات میں مولانا کشمیری رحمہ اللہ اسی کم عمری کی حالت میں تہجد کے لئے اٹھے اور تہجد پڑھ کر خوب رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔

حضرت مہتمم صاحب کے دادا جان بے پڑھے لکھے آدمی تھے۔ ان کی عادت تھی کہ پچھلی رات میں اٹھ کر چلم بھرواتے اور بیٹھے حُقّہ پیتے رہتے تھے۔ انہوں نے حُقّہ پیتے ہوئے علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے تہجد میں رونے کی آواز سنی، تو انہوں نے سمجھا کہ میرے بیٹے کے ساتھ اس کا کم عمر دوست جو آیا ہوا ہے وہ اپنے ماں باپ کو یاد کر کے رو رہا ہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت مہتمم صاحب کے دادا اپنے بیٹے (مہتمم صاحب کے والد صاحب) سے کہنے لگے، تو جس لڑکے کو ساتھ لے کر آیا ہے، اس کو اس کے ابا اماں یاد آ رہے ہیں۔ وہ پچھلی رات میں خوب رو رہا تھا۔ اس کو اس کے اماں ابا تک پہنچاؤ۔ اس کو اس کے ماں باپ یاد آ رہے ہیں۔ دادا سادہ آدمی تھے، انہیں علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی تہجد گزاری اور آہ سحر گاہی کا علم نہ تھا۔ حالانکہ علامہ کشمیری رحمہ اللہ بقول علامہ اقبال کے ؎

"کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی"

پر عمل کرتے تھے کہ جتنے کاملین اور صالحین دنیا میں پیدا ہوئے وہ سب تہجد گزاری اور پچھلی شب میں آہ سحر گاہی سے ہوئے ہیں۔ انہیں جو کچھ ملا تہجد پڑھنے اور رو رو کر گڑ گڑا کر مانگنے سے ہی ملا ہے۔

علامہ کشمیری کی علمی شان معلوم کرنے کے لئے ان کے تلامذہ کو دیکھئے:

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ، مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ (صاحبِ معارف السنن)

مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی (صاحبِ فیض الباری) محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی، مفتی عزیز الرحمٰن مفتی اول دارالعلوم دیوبند، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، راقم الحروف کے مشفق و محسن استاذ مفتی محمد یٰسین (مفتی جامعہ عربیہ دارالعلوم مبارکپور اعظم گڑھ) حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی (خلیفۂ اجل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہ کو دیکھئے۔

یہ سب ہی نامور ہستیاں علامہ کشمیری کے شاگردوں میں سے ہیں، جو دارالعلوم دیوبند کی کوکھ سے پیدا ہوئے اور ان کے علم و فضل کی عظمت اور بلندی آسمانوں کو چھو رہی ہے۔ بلاشبہ یہ لوگ آسمان علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ جن کو دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی، انہوں نے ہر موڑ پر اپنی علمی، فکری، معاشرتی، سیاسی اور اصلاحی محنت کا ایسا فریضہ انجام دیا ہے جس کی نظیر صدیوں میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔

اللہ تعالیٰ مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت بہت جزاء خیر عطاء فرمائے کہ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات لکھ کر انہوں نے علماء کی آنکھیں کھول دیں، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبولیت سے نوازے۔ آمین!

حبیب الرحمٰن الخیرآبادی

مفتی بالجامعۃ الاسلامیہ

۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۴۵ھ

ابتدائیہ

یہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے یہ ایک قطرہ ہے بحر محیط کمالات انوری میں سے، اس لئے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پورے علوم کا احاطہ کرنا بڑا مشکل کام ہے، ہمارے جیسے ہیچمدانوں(۱) کی کہاں وہاں تک رسائی ہوسکتی ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ خود فرمایا کرتے تھے ہمیں مدت العمر کوئی صحیح مخاطب نہیں ملا، اس کتاب کو آپ حضرات بغور مطالعہ کر کے کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ علوم انوری کتنے بے بہا تھے آپ کی کتاب ''ایناس'' کا جو مطالعہ کرے حالانکہ وہ مختصر ہے تو پتہ چلے گا کہ گویا ساری عمر ردعیسائیت میں لگائی ہے اسی طریقے سے سبھی کتابیں ہیں۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ترجمہ: ''ہمارے گلستان سے ہماری حالت کو قیاس کیجئے۔''

(۱) واحد ہیچمداں، حقیر، بے علم (عاجزی کے معنوں میں ہے)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ، وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَاَهۡلِ بَيۡتِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ۔

ترجمہ: ''تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کا نام محمد ہے اور اسکے آل پر اور اسکے صحابہ رضی اللہ عنہم پر اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سب پر۔''

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کا شجرۂ نسب

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی بعض تصانیف میں اپنا نسب نامہ یوں تحریر فرمایا ہے: محمد انور شاہ بن (۱) محمد معظم شاہ بن (۲) عبدالکبیر بن (۳) الشاہ عبدالخالق بن (۴) الشاہ محمد اکبر بن (۵) الشاہ حیدر بن (۶) شاہ محمد عارف بن (۷) الشاہ علی بن (۸) الشیخ عبداللہ بن (۹) الشیخ مسعود نروری الکشمیری رحمہم اللہ۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے والد ماجد بڑے ہی فقیہ اور عالم دین تھے، اور وقت کے شیخ تھے۔ افسوس کہ میں نے ملک تقسیم ہونے سے قبل بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی سیرت پاک لکھی تھی تین سو صفحات سے اوپر ہی تھی، بڑی محنت کی تھی، کشمیر خطوط لکھ کر دریافت کرتا رہا، حضرت کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا سلیمان شاہ رحمہ اللہ کے بہت سے خطوط آئے تھے، جو بہت طویل تھے، ان میں حضرت کا اردو کلام بھی تھا اور بہت سے عجیب وغریب واقعات حضرت کے کشف وکرامات کے متعلق تھے، ایک یہ تھا کہ ایک کشمیری جو کہ باؤلا تھا حضرت شاہ صاحب کا ایک جگہ کشمیر میں وعظ ہو رہا تھا تو وہ بڑبڑ کرتا ہوا دوڑ کر حضرت کی طرف آیا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک تھپڑ مارا اس کی حالت درست ہوگئی، بڑا ہی

صحت یاب ہو گیا۔ پھر کبھی ایسی حرکت دیوانوں والی نہیں کی۔ افسوس کہ وہ کاغذات ملک تبدیل ہونے کے وقت وہیں رائیکوٹ ضلع لدھیانہ میں رہ گئے، مسودہ بھی وہیں رہ گیا۔ اور ایک رسالہ ردقادیانیت میں جو کہ احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ) نے لکھا تھا اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے سفر بہاول پور میں دیکھا تھا اور پسند فرما کر بہت سے علماء کے پاس اس کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ مولانا مرتضےٰ احسن چاند پوری رحمہ اللہ اور خود حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور کے پاس بھی ذکر فرمایا کہ اس نے رسالہ لکھا ہے اور کفریات قادیانی بہ نسبت دوسروں کے مزید جمع کئے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں اکابرِ علماء کرام کی رائے

اسی بنا پر احقر سے بہت شفقت فرماتے تھے، وہ بھی وہیں رہ گیا۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ نے حضرت کے وصال پر تقریر کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا تھا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فرمایا تھا کہ صدیوں ہمیں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا نظیر نظر نہیں آتا، خود میں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے استفادہ کیا ہے اور دیوبند میں جب تعزیتی جلسہ ہوا، یہ 1933ء کا ذکر ہے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے تقریر فرماتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ مجھے ایسے لوگ یاد ہیں جن کو صحیحین زبانی یاد ہیں، اور ایسے بھی میں جانتا ہوں کہ جن کو ایک لاکھ حدیثیں حفظ ہیں مگر جس کو کتب خانہ کے کتب خانہ ہی حفظ ہوں، وہ مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے، عموماً دیوبند میں مشہور تھا کہ حضرت چلتا پھرتا کتب خانہ ہیں، اور حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر یہ اکثر آتا رہتا تھا۔ ہائے افسوس کہ وہ بھی مجلسیں تھیں کہ جب حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ مالٹا سے تشریف لائے تو بعد عصر سہ دری (۱) کے پاس صحن میں چارپائی بچھائی جاتی تھی، اس پر گائے کا سالم چمڑا بچھایا جاتا تھا، اس پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوتے تھے اور چارپائی کے اردگرد کرسیاں بچھائی جاتی تھیں جن پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شبیر احمد دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا تاج محمود امروٹی سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور خود حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوتے تھے۔ پھر کوئی کہنے والا یہ کہتا تھا کہ حضرت مہتمم صاحبان تشریف لا رہے ہیں، یعنی حضرت مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند، پھر آواز آتی کہ حضرت مولانا کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے ہیں، اور حضرت مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ بھی میرٹھ سے تشریف لائے ہیں۔ ان سب کے لئے بھی کرسیاں بچھائی جاتی تھیں، اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ برابر خدمت میں کھڑے رہتے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اردگرد علماء وصلحاء کا مجمع اتنا کثیر رہتا تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ہوتی تھی اور خود اپنا مقدمۃ القرآن سنایا کرتے تھے اور لوگ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے تھے۔

بہاولپور میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری اور پُرشوکت مجلس

پھر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہاول پور تشریف لائے، تو حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعہ بھی جو اس وقت بہاول پور میں تھے تشریف لائے، حضرت مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ دوم مدرس جامعہ عباسیہ بھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ خود

(۱) تین دروازوں (راستوں) والی عمارت

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ بھی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ بھی دیوبند سے تشریف لائے اور سہارنپور سے حضرت ناظم عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ مع مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور بہاولپور کے بڑے بڑے علماء تشریف رکھتے تھے، اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوئی مسئلہ بیان فرما رہے تھے، سب ہمہ تن گوش ہو رہے تھے، کوئی نہیں بولتا تھا۔ جس کوٹھی میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قیام فرماتے وہ کوٹھی بڑی وسیع تھی۔ اور صحن بڑا فراخ تھا، مگر بعد عصر اس میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی تھی۔ کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سے گئیں، دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہوگیا، یک بارگی؟[1] حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

حال دنیا را بہ پرسیدم من از فرزانہ
گفت یا خوابست یا باداست یا افسانہ
باز پرسیدم بحال آنکہ در وے دل بہ بست
گفت یا غول است یا دیوے است یا دیوانہ

ترجمہ: "عقل مند سے میں نے دنیا کی حالت دریافت کی اس نے کہا دنیا یا خواب ہے یا باد یعنی ہَوَا ہے گزرنے والی یا ایک افسانہ ہے۔ میں نے پھر دریافت کیا ان لوگوں کے بارے میں جو دنیا میں دل لگاتے ہیں۔ اس نے کہا یا وہ بھوت پریت ہے یا جن ہے یا مجنون ہے۔"

☆☆☆☆

(۱) ایک ہی دفعہ میں۔ اچانک

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستی ہیں
کہ جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں

☆☆☆☆

حضرت شاہ صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے:

اِذَا النَّاسُ نَاسٌ وَالزَّمَانُ زَمَانٌ۔

ترجمہ: ”اس زمانے کے لوگ کیا عجیب لوگ تھے اور زمانہ کیسا ہی بابرکت تھا۔“

☆☆☆☆

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی مجلس کا عجب رنگ

اور خود یہ بھی فرمایا کرتے تھے جیسے عوام ہوتے ہیں انہیں میں سے خواص ہوتے ہیں، اس زریں مقولے سے اندازہ فرمایئے کہ کیا عوام کیسے خواص۔ دیوبند میں جب حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تشریف لائے تو ہمارے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ اور حضرت منشی رحمت علی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اللہ بخش بہاول نگری رحمہ اللہ بھی تشریف لائے اور ضلع جالندھر سے حضرت مولانا حافظ محمد صالح رحمہ اللہ بھی تشریف لائے اور گوجرانوالہ سے حضرت مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی تشریف لائے اور حضرت مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ بھی تشریف لائے اور حضرت مولانا فضل احمد رحمہ اللہ بھی تشریف لائے، غرض علماء وصلحاء حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی زیارت کے لئے پروانہ وار آرہے تھے۔ اس متبرک مجمع کو شام کو کھانا کھلانا اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ساتھ خدمت کرنا ہمیں بھی نصیب ہوتا تھا، آہ وہ مجلسیں اب خواب وخیال ہوگئیں۔

اور حضرت مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ جو کہ مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کے اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے پہلے پیرومرشد ہیں، جب تشریف

لائے تو ابوداؤد کے سبق میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں جو کہ بعد عصر ہوتا تھا اس میں بیٹھے تھے، بڑے لمبے جوان تھے، بڑے جوشیلے اور بڑے ہی عالم، چونکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی ہی عقیدت تھی اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی محبت تھی، اس لئے دور دراز کا سفر طے کر کے تشریف لائے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مالٹا سے ضرور تشریف لائیں گے آپ حضرات ضرور ان کی خدمت میں جایا کرنا۔ اس لئے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کئی بار تشریف لائے۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

(فائدہ) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات مفصل مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کراچی نیوٹاؤن جب ڈابھیل پڑھاتے تھے تو انہوں نے (نفحۃ العنبر کے نام سے عربی میں) لکھی تھی۔ اور بھی مختصر کئی ایک کتابیں لکھی گئیں جو کہ حضرت کی سیرتیں ہیں۔ مولانا عتیق احمد رحمۃ اللہ علیہ مدرس دیوبند کی بھی ایک تالیف ہے جس کا نام تذکرہ انور ہے، مولانا کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ گورنمنٹ کالج لاہور کا بھی ایک رسالہ ہے اس کو جزاء الاحسان کہتے ہیں۔ اور حیات انور بھی کئی سو صفحہ کی کتاب ہے، اس میں کئی ایک علماء کی تحریریں ہیں اور بھی بہت سی ہیں، ہمارا تو اس کتاب میں کمالات انوری بیان کرنا مقصود ہے، اس کا نام "انوارِ انوری" رکھا جاتا ہے۔ غرض حضرت کی سیرت پاک کی مفصل سرگذشت بیان کرنا مقصود نہیں اس کے لئے تو بڑا طویل دفتر (۱) درکار ہے، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر اور بھی ہے، جو عقیدۃ الاسلام کے جدید ایڈیشن کے شروع میں لکھی ہوئی ہے۔ ایک اور تحریر

(۱) رجسٹر

ہے جو مشکلات القرآن میں بھی ہے، اس میں حضرت کے قرآنی کمالات بیان فرمائے گئے ہیں، سیرت کا کچھ حصہ مولانا بدر عالم میرٹھی ثم مدنی رحمہ اللہ کا بھی ہے جو کہ فیض الباری کے شروع میں لگا ہوا ہے اور مولانا احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ کی بھی ایک کتاب انوار الباری شرح بخاری بڑی کمال کی کتاب ہے، اس میں بھی حضرت رحمہ اللہ کے حالات مبارکہ بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔ اللہ کرے وہ کتاب پوری ہو جائے تو علماء کو ایک خزانہ علم کامل جائے۔ مولانا حاجی محمد رحمہ اللہ، جوہانسبرگ جو جنوبی افریقہ میں ہے اور ان کا قدیم وطن ہندوستان میں ڈابھیل سملک ہے ضلع سورت، وہ بڑے ہی عاشق زار تھے کہ حضرت کے علوم کی خدمت کی جائے، انہوں نے بہت سارو پیہ خرچ کر کے حضرت کی آثار السنن پر یادداشتوں کا عکس بھی شائع کیا ہے اور میرے پاس بھی بھیجا تھا، ان کی خواہش تھی کہ حضرت رحمہ اللہ کی مفصل سوانح حیات لکھی جائے اور آپ کے علوم کا تذکرہ بھی شائع ہو، افسوس کہ وہ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے ...... اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ...... ان کو حضرت رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت تھی اور حضرت کے تلمیذ رشید بھی تھے۔ بڑے ذکی عالم بڑے فیاض اور صاحب خیر کثیر تھے مجھ سے ان کی خط و کتابت رہتی تھی۔ میں نے ''مکتوبات بزرگاں'' میں ان کے بھیجے ہوئے کچھ حضرت رحمہ اللہ کے خطوط بھی شائع کئے ہیں۔

جب احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ) نے مکتوبات بزرگاں جس میں اور مکتوبوں کے علاوہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بھی مکتوبات کچھ تھے شائع کئے۔ اور اس کا ایک ایک نسخہ دیو بند مولانا محمد ازہر شاہ رحمہ اللہ اور مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی بھیجا تو بعد مطالعہ مولانا ازہر شاہ رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ مکتوبات کا مطالعہ کیا پہلے تو میں حضرت والد صاحب کے مکتوبات پڑھ کر خود رویا اور پھر میں نے جا کر والدہ صاحبہ کو بھی وہ خطوط سنائے والدہ صاحبہ تو پہلے ہی

علیل تھیں وہ خطوط سن کر اور بھی بے چین ہوگئیں بہت روئیں۔ والدہ کی بیماری کا اسی طرح حال ہے سلام لکھواتی ہیں اور دعا کا فرماتی ہیں۔

حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام مولانا انظر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا خط

اور مولانا محمد انظر شاہ رحمۃ اللہ علیہ مدرس دارالعلوم دیوبند اپنے والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

۲۸ محرم ۱۳۸۷ھ

مخدوم ومحترم!

سلام مسنون! آپ کا ہدیہ سنیہ "مکتوبات بزرگاں" وصول ہوا، اول سے آخر تک پڑھا آپ نے بڑے کارآمد اور معلومات افزا مکاتیب کا مجموعہ مرتب کردیا ہے۔ فَجَزَاكُمُ اللهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

اس سے ان شاء اللہ لوگوں کو بے حد فائدہ پہنچے گا اور یہ مجموعہ تاریخی اہمیت کا حامل ہوگا۔ دو چیزیں جناب کو توجہ دلانے کے لئے عرض ہیں۔

اول یہ کہ مولانا بشیر احمد سکروڈوی رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا ادریس سکروڈوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی تھے وہ مراد نہیں ہیں بلکہ مولانا بشیر احمد بھٹہ رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔

دوسرے یہ کہ حاجی ابراہیم میاں صاحب حاجی محمد بن موسیٰ کے چچا ہیں، ابھی بقید حیات ہیں اور سملک میں ہیں۔

جناب کی خرابی صحت سے تشویش ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے آپکا وجود قوم ومذہب کیلئے اس دور میں بہت ضروری ہے، اماں جی کی طبیعت بدستور ہے علاج شروع کرایا گیا ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کامیابی عنایت فرمائے۔

والسلام

انظر شاہ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی کلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مربع نعتیہ فارسی

دوش چوں از بے نوائی ہم نوائے دل شدم
عہد ماضی یاد کردہ سوئے مستقبل شدم
از سفر و ماندہ آخر طالب منزل شدم
کز تگا پو سو بسو شام غریباں در رسید

ترجمہ: ”میرا کندھا جب مفلسی سے دل کا سامان والا بنا تو ماضی کے زمانے کو یاد کرنا اور مستقبل کے فکر میں لگ گیا سفر سے تھکا ہوا آخر منزل کا طالب ہوا۔ اور دوڑ دھوپ تلاش و تجسس سے غریبوں کے شام میں پہنچ گیا۔“

دشت و گلگشت و بہارستان و خارستاں بہم
فکر و ہم ہمدم نفس اندر قفس زاد رہم
پیش و پس بانگ جرس ازکارواں در ہم قدم
دید عبرت کشودم مخلصے نامد پدید

ترجمہ: ”جنگل بیابان اور سیر سپاٹا اور فصل بہار اور کانٹے اور جھاڑیاں سب اکٹھے، فکر اور نفس سے محبت ایک پنجرے میں رہے۔ آگے اور پیچھے گھنٹی کی آواز اور قافلے کے ہر قدم پر عبرت کے دیکھنے نے اخلاص کو ظاہر کر دیا۔“

تا سروش غیب از الطاف قدسم یاد کرد
رحمت حق ہمچو من در ماندہ را امداد کرد

ما من خیر الوری بہر نجات ارشاد کرد
مقصد ہر طالب حق آں مراد ہر مرید

ترجمہ: ”اور غیبی فرشتے نے میری پاکیزگی کو مہربانی سے یاد کیا اور اللہ کی مہربانی نے مجھ جیسے تھکے ماندے کی مدد کی اور مخلوق کے سب سے بہترین کو نجات کے لئے ارشاد فرمایا جو ہر طالب حق کا مقصد ہے اور امر مرید کا مراد ہے۔“

قبلہ ارض و سما مرآت نور کبریا
سیّد و صدر علےٰ شمس ضحیٰ بدر دجیٰ
شافع روز جزاء وانگہ خطیب انبیاء
صاحب حوض و لِوَاء ظل خدا روز عتید

ترجمہ: ”زمین و آسماں کا قبلہ ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے نور کا آئینہ ہے جو سردار ہے اونچا ہے دوپہر کا سورج اور اندھیروں کا چاند ہے۔ قیامت کے دن سفارش کرنے والا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا خطیب ہے حوض والے اور جھنڈے والے، اللہ تعالیٰ کا سایہ ہیں، قیامت کے دن۔“

صاحب خلق عظیم مظہر جود عمیم
آیت رحمت کہ شان او رؤف ست و رحیم
رحمۃ للعالمین خوانندش خداوند کریم
خَلق و خُلق و قول و فعل و ھدٰی و سمت او حمید

ترجمہ: ”بڑے اخلاق والے اور عام سخاوت کا مظہر رحمت کی نشانی کہ اس کی شان رؤف اور رحیم ہے خداوند کریم نے اس

کو رحمت للعالمین قرار دیا ہے۔اس کی صورت اور اس کے اخلاق اور اس کے قول و فعل اور اس کی سیرت پسندیدہ ہے۔"

دست او بیضا ضیا اجود ترا ز باد صبا
حبذا وقت عطا ابر سخا آب بقا
وقف امر عالمے برضحک آں رحمت لقا
عام شہب از جمال طلعتش عید سعید

ترجمہ:" اس کے ہاتھ چمکدار اور بادصبا سے زیادہ سخی ہیں بہت اچھا دینے کے وقت سخاوت کا بادل ہیں اور آب حیات ہیں اور عالم موقوف ہے ان کے مسکرانے اور ان کی ملاقات پر۔سفیدی اور خوشی عام ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوبصورت چہرہ ظاہر ہونے سے۔"

داغ مہر او چراغ سینہ اہل کمال
شور عشقش در سر عمار و سلمان و بلال
ثبت بر ایمائے وے نعمان و مالک بے خیال
والۂ آثار وے معروف و شبلی و با یزید

ترجمہ:" آپ کی مُہر کا نشان اہل کمال کے سینے کا چراغ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کا شور عمار اور سلمان اور بلال کے دل میں ہے ان کے اشارے پر لکھے ہیں (مسائلِ فقہ) امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر خیال کے۔عاشق ہیں اسکے آثار کے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔"

از حدیث وے سمر در حیطۂ اہل اثر
مسلم و مثل بخاری وقف بر وصل سیر
سنت بیضاء وے نور دل ہر با بصر
اتقیا را اسوۂ اقدام وے تقلید جید

ترجمہ: ''اور ان کی حدیث سے قصہ کہانی اہل اثر و حدیث کے احاطہ میں، امام مسلم اور امام بخاری کی طرح جو واقف ہے احادیث کو پہنچانے میں، آپ ﷺ کی منور سنتیں ہر بصیرت والے کے دل کا نور ہے۔ متقیوں کے لئے ان کے اقدام مبارکہ نمونہ اقتداء اور باعث تقلید ہے۔''

سید عالم رسول و عبد رب العالمین
آں زماں بودہ نبی کآدم بُد اندر ماء وطین
صادق و مصدوق وحی غیب و مامون و امین
در ہر آں چیزے کہ آوردست از وعد وعید

ترجمہ: ''عالم کے سردار رب العالمین کے بندے اور رسول۔ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے۔ جو سچے ہیں اور جن کو سچا تسلیم کیا گیا ہے وحی غیب میں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی حفاظت ہو چکی ہے اور امین ہیں ہر اُسی چیز میں جس میں وعدے اور وعیدیں لے آتے ہیں۔''

منبر او سدرہ و معراج او سبع قباب
در مقام قرب حق بر مقدم او فتح باب
کاندر آنجا نور حق بود و نبُد دیگر حجاب
دید و بشنید آنچہ جزوے کس بنشنید و ندید

ترجمہ: ''ان کا منبر سدرۃ المنتہیٰ ہے اور ان کی معراج سات گنبدوں سے (یعنی سات آسمانوں سے) اوپر ہے۔ حق تعالیٰ کے قرب کے مقام میں ان کے آنے پر دروازے کھولے جاتے ہیں۔ گویا کہ وہاں پر اللہ تعالیٰ کا نور تھا اور کوئی حجاب نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھیں اور سنی وہ چیزیں جو آپ کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھیں اور نہ سنی۔''

مدح حالش رفع ذکر و شرح وصفش شرح صدر
او امام انبیاء صاحب شفاعت روز حشر
ہمگناں زیر لوائش یوم عرض و نیست فخر
سید مخلوق و عبد خاص خلاق مجید

ترجمہ: ''اس کے حال کی تعریف وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہے اور اس کی صفت اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ہے۔ وہ امام ہے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اور شفاعت والے ہیں قیامت کے دن سب ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے قیامت کے دن۔ اور یہ فخر کی بات نہیں ہے۔ مخلوق کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور بہت بڑے بزرگ ہیں۔''

اخیر و خیر الوریٰ خیر الرسل خیر العباد
قدوۂ اہل ہدایت اسوہ اہل رشاد
نغمہ از ہمت او خلق را زاد معاد
عالم از رشحات انفاس کریمش مستفید

ترجمہ: ''سب سے آخری نبی اور مخلوق میں سب سے بہتر اور

تمام رسولوں اور تمام بندوں میں بہتر ہے۔ ہدایت والوں کے مقتداء ہیں اور بزرگوں کے لئے نمونہ ہیں اور ان کی آواز مخلوق کے لئے قیامت کے دن کو توشہ ہے اور عالم نے ان کے مقدس سانسوں کی بخشش سے استفادہ کیا اور عزت پائی۔"

انتخاب دفتر تکوین عالم ذات او
برتر از آیات جملہ انبیاء آیات او
مشرق صبح وجود ما سوا مشکوٰۃ او
مستنیر از طلعت او ہر قریب وہر بعید

ترجمہ: "دفتر تکوین عالم نے اس کی ذات کا انتخاب کیا۔ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات سے ان کے معجزت بڑے اور برتر ہیں۔ ہمارے وجود کی صبح کا طلوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکوٰۃ نبوت سے ہے۔ ان کے چہرے کے ظاہر ہونے پر قریب اور بعید منور اور روشن ہوا۔"

دین او دین خدا تلقین او اصل ہدیٰ
نطق او وحی سما حقا نجوم اہتدا
صاحب اسرار او ناموس اکبر برملا
علم او از اولین و آخرین اندر مزید

ترجمہ: "اس کا دین خدا کا دین ہے اور اس کی تلقین ہدایت کی اصل ہے ان کی باتیں وحی ہے آسمان کی اور یقیناً ہدایت کے ستارے ہیں۔ بڑے اسرار والے ہیں اور بڑی عزت والے ہیں۔ ان کا علم جامع علوم اولین و آخرین ہے بلکہ ان سے بھی

زائد ہے۔“

مولدش ام القریٰ ملکش بشام آمد قریب
خاک راہ طیبہ از آثار وے بہتر زطیب
شرق و غرب از نشر دین مستطابش مستطیب
امتش خیر الامم بر امتاں بودہ شہید

ترجمہ: ”ان کے جائے پیدائش ام القریٰ یعنی مکۃ المکرمہ ہے جو ملک شام کے قریب ہے۔ مدینہ کے راستے کی مٹی خوشبو سے بہتر ہے مشرق و مغرب اسکے دین کی نشرواشاعت کی وجہ سے خوشبودار ہوتے ہیں۔ ان کی امت بہترین امت ہے باقی تمام امتوں پر گواہ ہوں گے۔“

خاص کردش حق باعجاز کتاب مستطاب
حجت و فرقان و معجز محکم و فصل خطاب
نجم نجمش در براعت ہست برتر ز آفتاب
حرف حرف او شفا ہست و ہدیٰ بہر رشید

ترجمہ: ”خاص کیا اللہ تعالیٰ نے خوبصورت کتاب (یعنی قرآن) کے اعجاز کے ساتھ جو قرآن حجت ہے فرق کرنے والا ہے حق و باطل کے درمیان، عاجز کرنے والا ہے محکم ہے اور فیصلہ کن کلام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستارے آسمان کے ستاروں سے فائق ہیں بلکہ سورج سے بھی برتر ہے۔ ان کا ایک ایک حرف شفاء ہے اور رشد کے طالب کے لئے ہدایت ہے۔“

الغرض از جملہ عالم مصطفیٰ و مجتبیٰ

خاتم و در نبوت تا قیامت بے مرا

افضل و اکمل ز جملہ انبیاء نزد خدا

نعمت اوصاف کمال او فزوں تر از عدید

ترجمہ: ”حاصل کلام یہ کہ آپ ﷺ تمام عالم سے افضل اور چنے ہوئے ہیں اور تمام عالم سے بزرگ ہیں۔ بغیر کسی شک کے آپ ﷺ دروازہ نبوت کو ختم اور بند کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل اور اکمل ہیں ان کے اوصاف کمال شمار سے زائد ہیں۔“

تا صبا گلگشت گیہاں کردہ میا شد مدام

بوے گل بردوش وے گردد بعالم صبح و شام

باد بروے از خدائے وے درود وہم سلام

نیز بر اصحاب و آل و جملہ اخیار عبید

ترجمہ: ”صبح کی طرح گلشن اور گلستان ان کا ہمیشہ ہرا اور سرسبز رہے گا۔ ان کی پھولوں کی خوشبو ان کے کندھے پر سے گزر کر تمام عالم میں پھرے گی صبح وشام۔ ہمیشہ ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن پر درود وسلام اور ان کے اصحاب پر بھی اور ان کی آل پر بھی ہمیشہ درود وسلام ہو اور ان کے بہترین غلاموں پر بھی صبح وشام درود وسلام ہو۔“

و ز جناب وے رضا بر احقران مستہام

خاصہ آں احقر کہ افقر ہست از جملہ انام

مستغیث ست الغیاث اے سرور عالم مقام

در صلہ از بارگاہت در نشید این قصید

ترجمہ: ’’اور آپ کی جناب سے حقیروں پر بھی رضا حیران و پریشان ہو۔ خاص کر یہ احقر جو تمام مخلوق سے زیادہ محتاج ہے۔ امداد کا طالب ہے اے تمام عالم کے سردار آپ کی بارگاہ سے اس قصیدہ کے صلہ میں موتی بکھیرے جائیں۔‘‘

☆☆☆☆

مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کی کتاب روض الریاحین کا تذکرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

روض الریاحین مصنفہ مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ مدرسہ امینیہ دہلی جس کے چار شعر نقل کئے جاتے ہیں، مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کا نہایت بلیغ قصیدہ ہے جس میں مدرسہ امینیہ دہلی کی تاریخ بیان کی گئی ہے اور حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی تعریف بیان کی گئی ہے اور سولہ صفحے پر ختم ہوا، پہلا شعر ہے:

عَرَفْتُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ بَعِیْدٍ

فَكَمْ بَیْنَ الْاِلٰهِ وَالْعَبِیْدِ

ترجمہ: ’’میں نے بہت دور سے اللہ کو پہچانا اللہ اور بندے کے درمیان کتنی مسافت ہیں۔‘‘

حضرت مفتی صاحب کا حضرت شاہ صاحب کے بارے میں مدحیہ کلام

اصل میں یہ قصیدہ مدرسہ امینیہ ۱۳۲۶ھ کی روئیداد میں چھپا تھا، پھر اس کو علیحدہ رسالہ کی شکل میں چھپوایا گیا۔

وَ نَخْتِمُ ذَا الْكَلَامِ بِذِكْرِ حِبْرٍ
فَقِيْدِ الْمِثْلِ عَلَّامٌ فَرِيْدٍ

''اب ہم ایک بڑے عالم کے ذکر پر یہ کلام ختم کرتے ہیں وہ بے نظیر علامہ یکتائے زمانہ ہیں۔''

مُرِيْغِ الْعِلْمِ مُقْتَنِصِ الْفُنُوْنِ
لَهٗ كُلُّ الْمَزَايَا كَالْمَصِيْدِ

''علم کو ڈھونڈ نکالنے والے فنون کو شکار کرنے والے تمام فضیلتیں ان کے فتراک (تھیلے) کا شکار ہیں۔''

نَبِيْهٍ فَائِقِ الْاَقْرَانِ يُدْعٰى
بِاَنْوَرْ شَاهْ مَوْمُوْقِ الْحَسُوْدِ

بزرگ مرتبہ ہمسروں پر فائق جن کو انور شاہ کہہ کر پکارا جاتا ہے حاسدوں کے محبوب۔'' (۱)

(۱) علامہ فہامہ جناب مولانا مولوی محمد انور شاہ رحمہ اللہ ساکن کشمیر بے نظیر شخص ہیں ذہن و ذکا، ورع تقویٰ میں فرد کامل، مدرسہ ہذا میں مدرس اوّل تھے بلکہ جیسا آئندہ شعروں میں بیان کیا گیا ہے اس شجر علم کے لگانے والے آپ رحمہ اللہ ہیں، کیونکہ مولوی محمد امین الدین رحمہ اللہ جب دہلی تشریف لائے تو مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت ان کے پاس نہ سامان تھا نہ روپیہ، آپ نے محض متوکلا علی اللہ سنہری مسجد میں پڑھانا شروع کیا۔ اور مولانا مولوی محمد انور شاہ رحمہ اللہ آپ کے شریک تھے۔ دونوں صاحبوں نے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں، فاقے کئے مگر استقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آہستہ آہستہ اہل دہلی کو خبر ہوئی، اور لوگ متوجہ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ مدرسہ امینیہ اس حد تک پہنچا جو آپ کی نظر کے سامنے ہے غرض کہ ابتدائی زمانہ کی کسمپرسی کی حالت میں مولوی محمد انور شاہ رحمہ اللہ اس مدرسہ کے اعلیٰ و اول محسن ہیں ان کا شکریہ ادا کرنا اور ہمیشہ ان کو یاد رکھنا اہل مدرسہ کا فرض ہے۔ مولانا نے ایک عرصہ تک مدرسہ ہذا میں درس دیا اور طلباء کو مستفید فرمایا۔ پھر والدین سلمہما اللہ تعالیٰ کے تقاضے اور اصرار سے وطن تشریف لے گئے۔ ۱۳۲۵ھ میں حج کو تشریف لے گئے۔ واپسی پر دہلی میں دو ماہ قیام فرمایا اور اب بھی وطن میں تشریف رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ مولانا کو تا دیر سلامت رکھے اور ان کے بے نظیر علمی کمال سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے، آمین، ۱۲ منہ۔

فَهٰذَا الْحِبْرُ غَارِسٌ ذَا النَّخِيْلِ

وَ اَوَّلُ مُوْقِظِ الْقَوْمِ الرُّقُوْدِ

”کیونکہ یہ علامہ اس درخت کے لگانے والے ہیں اور سوتی ہوئی قوم کو اول اول جگانے والے ہیں۔“

مدرسہ امینیہ دہلی کا ابتدائی حال

یہاں تک تو حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کا کلام تھا۔ آگے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ خود فرماتے تھے کہ جب میں نے شروع شروع میں مدرسہ امینیہ میں پڑھانا شروع کیا ۱۳۱۵ھ تھا۔ شروع شروع میں مدرسہ میں کوئی آمدنی نہ تھی محض توکل پر گزارہ تھا، پھر دو سال کے بعد اہل دہلی کو توجہ ہوئی اور مدرسہ میں روپیہ آنے لگا، تو مہتمم صاحب نے میری تنخواہ پانچ روپے کردی۔ میں وہی پانچ روپے مدرسے میں ماہوار چندہ دے دیتا تھا۔ پھر آئندہ سال میری تنخواہ دس روپے ہوگئی۔ پانچ روپے تو میں چندہ ماہوار مدرسے کو دے دیتا اور پانچ روپے مہتمم صاحب کی ملک کردیتا کہ آپ مجھے اللہ کے واسطے کھانا دے دیا کرو۔ رمضان گزارنے کے لئے گنگوہ تشریف لے جایا کرتے تھے کبھی دیوبند آجاتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا سلسلہ طریقت وارشاد

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جب دہلی پڑھتا تھا تو میں نے سنا کہ مولانا کریم بخش رحمہ اللہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں، میرے چونکہ مولانا کریم بخش رحمہ اللہ استاذ تھے میں بھی گیا یہ مغرب کے بعد کا وقت تھا، مولانا کریم بخش رحمہ اللہ تو ملے نہیں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا کہ مدرسہ امینیہ کے اندر بیٹھے ہیں اور ذکر جہری سے اللہ اللہ کر رہے ہیں تب میں سمجھا کہ حضرت صوفی بھی

ہیں۔ یہ تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہاول پور کے مقدمہ میں خود فرمایا تھا احقر نے ریل گاڑی میں جب امرتسر سے لاہور کو چلے سوال کیا کہ آپ کو اجازت کن بزرگوں سے ہے؟ تو فرمایا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے، ۱۳۱۹ھ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حدیث کی سند بھی دی اور بیعت کرنے کی اجازت بھی دی، ویسے تو ہمارا سلسلہ دس پشت سے سہروردی ہے اور مجھے اپنے والد حضرت مولانا معظم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت ہے۔

(فائدہ) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عموماً سہروردی سلسلہ میں اور چشتیہ سلسلہ میں بیعت کرتے تھے دونوں حضرات کے ذکر کی تلقین کرتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مدینہ منورہ میں درسِ حدیث

۱۳۱۵ھ سے پانچ سال تک دہلی میں رہے۔ پھر والد صاحب کے اصرار پر کشمیر تشریف لے گئے اور بارہ مولا میں مدرسہ فیض عام جاری کیا، غالباً پھر حج کو تشریف لے گئے، خود فرماتے تھے کہ میں مدینہ منورہ پہنچا تو مولانا ظہیر احسن شوق نیموی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعائے مغفرت ہو رہی تھی۔ مدینہ منورہ مسجد نبوی میں تب معلوم ہوا کہ حضرت نیموی کا وصال ہو گیا، یہ بہت بڑے محدث ہو گزرے ہیں صاحب تصانیف ہیں۔ آثار السنن ان ہی کی ہے اور جامع الآثار لامع الانوار وغیرہ ان کے مصنفات ہیں یہ بزرگ بہت اللہ سے ڈرنے والے صاحبِ ورع [1] اور صاحبِ اتقاء [2] تھے، اپنی کتاب آثار السنن جب تصنیف کر چکے تو ایک ایک جز مجھے کشمیر میں بھیجا کرتے تھے۔ (یہ بات مجھے مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سنائی تھی)۔

---

(۱) پرہیزگار، گناہوں سے بچنے والا۔

(۲) متقی، تقویٰ والا، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرنے والا۔

مدینہ منورہ میں روضہ پاک کے پاس مسجد نبوی میں بھی آپ نے (شاہ صاحب رحمہ اللہ نے) درس حدیث دیا ہے اہلِ مدینہ خصوصاً علماء بہت متوجہ ہوئے اکثر مسائل کا جواب آپ نے ان کو رسالوں کی شکل میں دیا جو علماء دیوبند ان دنوں میں وہاں رہتے تھے۔ انہوں نے کوششیں کیں کہ شب باشی[1] آپ کی مسجد نبوی میں ہو۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا دارالعلوم دیوبند میں استاذ کی حیثیت سے تقرر

پھر حج سے[2] واپسی پر دیوبند تشریف لائے، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے اور دیگر علماء سے ملے پھر شیخ الہند رحمہ اللہ، مولانا حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ، مولانا حافظ محمد احمد رحمہ اللہ، مولانا احمد حسن امروہی رحمہ اللہ کے باہمی مشورے سے طے پایا کہ حضرت شاہ صاحب کو تار دیا جائے کہ کشمیر سے دیوبند استاذ ہو کر تشریف لائیں۔ جب سے ڈابھیل تشریف لے جانے تک دیوبند ہی رہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی سند بابت مفسر علامہ آلوسی رحمہ اللہ

(فائدہ) یہ واقعہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ۱۳۳۹ھ میں سنایا تھا جبکہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے وصال پر نو درہ[3] میں جلسہ ہو رہا تھا۔ حضرت کے استاذ حدیث مولانا محدث محمد اسحاق رحمہ اللہ بھی ہیں جو مولانا خیر الدین آلوسی بغدادی رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ وہ اپنے والد مولانا سید محمود آلوسی رحمہ اللہ

---

(۱) رات بسر کرنا، رات کا قیام

(۲) یہ واقعہ ہمارے استاذ مفتی فقیر اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ذکر کیا جو ان دنوں دیوبند میں پڑھتے تھے۔

(۳) نو دروازوں (راستوں) والی عمارت۔

روح المعانی کے شاگرد ہیں۔ایک استاذ مولانا حسین جسر طرابلسی ہیں جو کہ اپنے والد کے شاگرد ہیں ان کا سلسلہ علامہ شامی اور علامہ طحطاوی تک پہنچتا ہے۔ یہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حدیث کے استاذ ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس پشاور میں صدارتی خطبہ

اب آگے حضرت رحمہ اللہ کے کچھ علمی مضامین کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں:

4-3-2 / دسمبر 1927ء کے جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس پشاور میں صدارت کے خطبہ میں فرماتے ہیں:

"محترم حاضرین! اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ نے اگرچہ نظام کی بنیاد تغیر وتبدل پر رکھی ہے اور اس کی تمام تر فضا انقلابات وحوادث سے معمور ہے، جیسا کہ مشہور مقولہ ہے:

کہ آئین جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

ترجمہ: "(۱) اس لئے کہ جہاں کا دستور کبھی ایسا ہوتا ہے کبھی ویسا ہوتا۔(۲) کبھی اس طرح کبھی اُس طرح۔(۳) کبھی کیا ہوتا ہے کبھی کیا ہوتا ہے۔"

تاہم اس کے نظام کو مصالح کلیہ[۱] کے مناسب ایک منظم لڑی میں منسلک کردیا ہے اور جملہ مسببات عالم[۲] کو سلسلہ اسباب کی وابستگی سے خالی

---

(۱) تمام نیکیاں (بھلائیاں)

(۲) دنیا (جہان) کے اسباب

نہیں چھوڑا۔ قدرت کاملہ نے یہ لَوٹ پھیر[1] اس لئے مقرر کیا ہے کہ اگر عالم میں گوناں گوں تغیرات و انقلابات نہ ہوتے اور روز روشن شب تاریک کے ساتھ میدان مسابقت میں اس طرح نبرد آزمانہ ہوتا تو کوئی شخص ید قدرت کا جو بالا و پست تمام موجودات پر حاکم اور اس میں کارفرما ہے قائل نہ ہوتا اور عالم کی یکساں حالت کو دیکھ کر اس کی طبیعت اصلیہ کا نتیجہ سمجھتا اور کبھی نہ جانتا کہ اس بہترین نظام میں کوئی اور قوت کارفرما ہے۔

خیال فرمائیے کہ اگر آفتاب عالم تاب میں طلوع وصعود، زوال وغروب اور اس کی شعاعوں میں ترقی وتنزل نہ ہوتا اور تاریکی کے بعد نور کا ظہور اور جلوہ گری نہ ہوتی اور نور کے بعد تاریکی نہ آتی اور فضائے عالم ہر وقت نورانی رہتی تو کوئی شخص یہ گمان نہیں کرسکتا تھا کہ عالم کی یہ نورانیت چشمہ خورشید کی مرہون منت ہے بلکہ وہ اس یقین کرنے پر مجبور ہوتا کہ طبیعت عالم ہمیشہ سے اسی طریق پہ قائم ہے اور اس کی نورانیت کی مقتضی ہے، بقول قائل:

تا بود زمانہ ایں چنیں بود

ترجمہ: ”جب تک زمانہ رہے گا اسی طرح رہے گا۔“

علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ

عارف جامی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

ظہور جملہ اشیاء بضد است
وے حق را نہ ضد است و نہ نداست

اگر خورشید بر یک حال بودے
شعاع او بیک منوال بودے

(۱) ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف واپس پھرنا۔

ندانستے کسے کیں پرتو اوست

نہ بودے ہیچ فرق از مغز تا پوست

ترجمہ: ''تمام اشیاء کا ظہور مقابل چیز پر ہے لیکن حق تعالیٰ کا نہ کوئی مقابل ہے اور نہ کوئی شریک ہے۔ اگر سورج ہمیشہ ایک حالت پر ہوتا۔ اس کی روشنی ایک طریقے پر ہوتی۔ تو کوئی نہ جانتا کہ یہ (نورانیت) کس کی مرہونِ منت ہے۔ اور چھلکے اور مغز میں کوئی فرق نہ کرسکتا۔''

الحاصل، فطرت الٰہیہ نے اس لئے عالم کو تغیر وتبدل کے چکر میں ڈال رکھا ہے تا کہ یہ انقلاب وتحول[1] اہلِ بصیرت کے لئے اس بات کی دلیل ہو جائے کہ اس کے تمام تر مظاہر و شئون[2] میں دست قدرت کارفرما ہے۔ اور سطح عالم اس بات پر شاہد ہے کہ اس کا وجود خود بخود نہیں ہے بلکہ کسی دوسری قوت کا دست نگر اور کسی قوت قاہرہ کا تابع فرمان ہے، عقلاء حکماء نے عالم کی اس منقادانہ[3] حیثیت کو بہت سے دل پسند طریقوں سے بیان کیا ہے۔ خاکسار نے بھی اس کو ایک قطعہ میں ظاہر کر دیا ہے:

جہاں چو نقش و نگارے است از ید قدرت

کہ بہر خویش چو نبود نمود بے بود است

سمات عجز و تسخیر ہر یکے پیدا

بقید سخت دریں قید خانہ مسدود است

---

(۱) ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھر جانا۔

(۲) کرنا ہونا کے ساتھ، حالتوں میں۔

(۳) مطیع، تابعدار۔

نہ خود بخویش کہ برآمدہ ز دست دگر

چنانکہ نقش کہ حیران و دیدہ بکشودہ است

ترجمہ: ’’جہاں میں جو نقش و نگار ہے اللہ کے ہاتھ سے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اپنے کرشموں کو ظاہر نہ کرتا تو یہ نظام ہی موجود نہ ہوتا۔ عجز اور قدرت کے نشانات ہر ایک کو اللہ نے ظاہر فرمایا سخت قید کے ساتھ یہ سب اس قید خانہ میں بند ہیں۔ ہستی عالم خود اپنے لئے نہیں ہے بلکہ اس کا وجود ایک دوسرے کے ہاتھ سے وجود میں آتے ہیں جس طرح کہ تصویر آنکھ پھاڑے ہوئے شکل حیران اپنے مصور کا پتہ دیتی ہے۔‘‘

یعنی ہستی عالم جو بہمہ خوبی قدرت کے کرشمہ ساز ہاتھوں کا بہترین نقش و نگار ہے جب کہ خود اپنے لئے نہیں ہے تو پھر وہ ایک نمائش اور دکھاوٹ ہے اس لئے کہ کارخانہ عالم کی تمام اشیاء قدرت میں مسخر اور اس قید خانہ کی قید سخت میں گرفتار اور عاجز ہیں، اس کا وجود اور اس کی ہستی اپنے ہاتھوں نہیں ہے بلکہ اس کا وجود ایک دوسرے ہاتھ سے کتم عدم (۱) سے نکل کر منصۂ شہود پر اس طرح جلوہ نما ہوا ہے جس طرح کہ تصویر آنکھیں پھاڑے ہوئے بشکل حیران اپنے مصور و نقاش کا پتہ دیتی ہے لیکن عالم کی نیرنگیوں اور بوقلمونیوں کے باوجود اس نظام و ترتیب کا ہونا اس لئے ضروری تھا کہ اگر یہ جہاں بہترین نظم کے ساتھ منظم نہ ہوتا اور اشیاء عالم کے درمیان ارتباط و رشتہ اتحاد قائم نہ کیا جاتا تو عالم کی تمام اشیاء میں تجاذب و تصادم کا ایک طوفان برپا ہوجاتا، اور زمین و آسمان اور تمام اجسام ایک دوسرے سے ٹکرا کر تباہ و برباد ہوجاتے اور عالم کی پیدائش اور وجود میں آنے پر کوئی فائدہ

---

(۱) پہلے سے پوشیدہ ابدی جہاں۔

مرتب نہ ہوسکتا۔

حضرات! مجموعہ عالم جس کو عالم کبیر یا شخص اکبر سے تعبیر کرتے ہیں اس کی ترتیب و تنظیم کو عالم صغیر یا شخص اصغر یعنی انسان پر قیاس کرنا چاہئے، پس جس طرح شخص اصغر یعنی وجود انسانی کا نظم قلب و دماغ اور جوارح کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ کہ تمام ملکات و اخلاق کا حامل و منبع قلب ہے اور معارف و علوم کا حامل دماغ اور تمام اعمال و افعال کے مظاہر ترک و اختیار کی تمام حرکات پہلے قلب سے اسی طرح صادر ہوتی ہیں جس طرح کہ بادشاہ کی جانب سے اوامر و فرامین صادر ہوتے ہیں پھر قلب کی اس جنبش کا دماغ پر اثر پڑتا ہے اور دماغ اس کی صحیح تصویر اور موزوں نقشہ کھینچتا ہے، اس کے بعد اعضاء و جوارح انسانی اس کے امتثال میں مصروف عمل ہو جاتے ہیں، گویا یوں کہنا چاہئے کہ قلب ایک بادشاہ ہے دماغ اس کا وزیر اور اعضاء اس کے خدم و حشم ہیں اس لئے تمام امور انسانیہ اصلاح و فساد کا مدار تنہا قلب پر ہے۔

بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ

اسی طرف اشارہ ہے:

اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةٌ اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ۔ (بخاری ج ا ص ۱۳)

"یعنی جسم انسانی میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب تک وہ صحیح رہتا ہے تمام جسم ٹھیک رہتا ہے اور جب اس میں فساد آجاتا ہے تو کل جسم فاسد ہو جاتا ہے۔"

اور دماغ بجائے مشیر خیر یا شر کے ہے اور اعضاء و جوارح رفیق نیک یا رفیق بد، ٹھیک اسی طرح شخص اکبر (مجموعہ عالم) کے لئے بھی قلب اور دماغ اور اعضاء و جوارح ہیں۔ اس شخص اکبر کا قلب تو وہی ہے جس کو اصطلاح شریعت میں اولی الامر یا اصحاب حل وعقد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کا دماغ حکماء و علماء شریعت غراء ہیں اور اس کے اعضاء و جوارح عامہ افراد خلق۔

فریضۂ تبلیغ توحید ورسالت

مسائل ضروریہ میں سے ایک اہم مسئلہ فریضۂ تبلیغ اسلام اور پیغام توحید ورسالت کا ہے جس کے بغیر بقاء دین متین کسی طرح متصور نہیں، اسلامی نقطہ نظر سے تبلیغ اور پیغام رسانی کے حق کا یہ اہم فرض صرف اسلام ہی کا حصہ ہونا چاہیئے اس لئے کہ دنیا کے مختلف مذاہب میں حق اور صحیح راہ کی تعلیم ایک ہی مذہب دے سکتا ہے۔ اور جو مذہب اپنے اندر خود سچائی اور راستی رکھتا ہو اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ دنیا میں تبلیغ اور پیغام حق کا کام انجام دے۔ لہٰذا اس اصل پر نظر رکھتے ہوئے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے ہادی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر حرکت و سکون کے وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کی تعلیم دی ہے، پیغمبر اسلام کی تعلیم جو آج دنیا میں

شرق سے غرب تک پھیلی ہوئی ہے اس کو دیکھنے سے ہر ذی ہوش سمجھ سکتا ہے کہ اس ہادی برحق نے اپنی امت کے لئے ایک وقت بھی ایسا نہیں چھوڑا جس میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہنے دیا ہو، آپ ﷺ نے ہر مسلمان کو تعلیم فرمائی ہے کہ کھانے اور پینے کے شروع میں اور اس کے ختم پر اور سوتے وقت اور سونے سے جاگنے اٹھنے پر صبح وشام اور گھر میں داخل ہوتے اور گھر سے نکلتے وقت اور مسجد میں داخل ہونے اور پھر اس سے باہر آنے کے وقت اور بیت الخلاء میں داخل ہونے اور اس سے خارج ہونے کے اوقات میں اور بازاروں کے جانے کے لئے اور ٹیلوں (یعنی اونچی جگہ) پر چڑھنے اور اترنے کے لئے اور اسکے علاوہ تمام اوقات میں جو انسان پر گذرتے ہیں، اللہ رب العزت کا ذکر کرو اور اس کا نام ہر وقت اور اپنی ہر حالت نشاط و اندوہ میں اللہ کو کبھی نہ بھولو۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ جس امرِ ویع(۱) کو اللہ تعالیٰ کا نام لئے بغیر شروع کیا جائے وہ ناتمام اور بے کار ہے۔

راہ تو باہر روش کہ پویند نکوست
ذکر تو بہر زباں کہ گویند خوش است

ترجمہ: ''آپ کا راستہ جس طریقے پر آپ چلے اچھا ہے تیرا ذکر جب تو زبان سے کرے اچھا ہے۔''

نصاریٰ کے ہاں تبلیغ نہیں ہے

اب آپ ہی فرمایئے کہ نصاریٰ کس چیز کی تبلیغ عالم کے سامنے کریں گے؟ مسئلہ تثلیث(۲) کی؟ جس کا یہ حال ہے کہ آج تک وہ اس کی حقیقت خود بھی نہیں سمجھ سکے۔

---

(۱) اہم کام۔
(۲) تین خدا کا عیسائی عقیدہ۔

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ترجمہ: ''وہ خود گم راہ ہے، کسی کی کیا راہنمائی کرے گا۔''

میرا خیال تو یہ ہے کہ دانایانِ فرنگ (۱) نے جو بالطبع نفع عاجل (۲) اور فوری نتیجہ کے طالب اور خواہشمند ہیں جب یہ دیکھا کہ بغیر داموں مفت تین خدا ملتے ہیں تو ان کو اس کی خریداری میں کچھ تامل نہ ہوا، اور بغیر کسی پس و پیش کے بمصداق ''داشتہ آید بکار'' (۳) اس کے خریدار بن گئے، ورنہ انہوں نے جو تفنن طبع (۴) اور جولانی (۵) اس مسئلہ کی تعبیر میں دکھلائی ہے اور تثلیث کو حل کرنا چاہا ہے اور اس کی تنقیح (۶) میں وقت صرف کیا ہے اس سے بغیر نقصان کے کوئی نفع اس کے حل کرنے میں ان کو حاصل نہیں ہوا۔ اور بے مغز اور غیر وقیع باتوں کی سوائے اور کچھ نتیجہ نہیں نکلا۔

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا

ترجمہ: ''میرا خواب زیادہ تعبیروں کی وجہ سے اور پریشان ہوا۔''

اناجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد کی تالیف ہیں

اور اگر کسی نے کتاب ''اَلْعَقَائِدُ الْوَثَنِيَّةِ فِي الدِّيَانَةِ النَّصْرَانِيَّةِ'' کا مطالعہ کیا ہے تو وہ اس کی حقیقت سے خوب واقف ہے کہ عقائد نصرانیت کے اکثر

(۱) انگریزوں کے دانا (سمجھدار۔ راہنما) لوگ۔

(۲) جلدی نفع حاصل کرنے کی والی طبیعت۔

(۳) رکھی ہوئی چیز کام آجاتی ہے۔

(۴) دل لگی، تفریحی مشغلہ۔

(۵) طبیعت کی روانی، پھرتی۔

(۶) تحقیق، تفتیش و وضاحت۔

اصول وثنیوں اور بت پرستوں سے مستفاد[1] ہیں، بلکہ ان مسائل کی تعبیر اور محاورات تک میں یہ اَمر بداہت[2] کے درجہ میں ثابت ہے۔ اس کے علاوہ مروجہ انجیلوں سے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت زمانہ بعد کی تالیف ہیں بلکہ حسبِ تحقیق آج تک ان کے مؤلفین کا بھی حال معلوم نہیں کیا کوئی مستفید ہوسکتا ہے؟ اور کیا ان سے مذہب وملت کے اصول معلوم ہوسکتے ہیں جن میں بجز اس کے تم کچھ اور نہ پاؤ گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلاں گروہ کے درمیان سے گزرے اور فلاں گروہ کے درمیان اس طرح اور لوگوں کی بھیڑ ان کے درپے اس طرح ہوئی اور اس طرح کیا! ان چناں اور چنیں کی طفل تسلیوں سے کسی عاقل اور محقق کا کوئی کام نکل سکتا ہے یا اس کا کوئی صحیح راستہ مل سکتا ہے؟

نیز اگر آپ ان کلمات پر غور فرمائیں گے جو کہ ان کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں اور جن کو مقالات طیبات شمار کیا گیا ہے تو آپ خود بخود کہہ اٹھیں گے کہ ان میں وہ نورانیت جو وحی الٰہی اور حدیث نبوی میں ہونی چاہئے قطعاً موجود نہیں ہے۔ اور ہرگز کسی طرح یہ ملفوظات مشکوٰۃ نبوّت سے نکلے ہوئے نہیں۔ اور ان کے مطالعہ سے بجز ''کوہ کندن وکاہ برآوردن'' یعنی 'پہاڑ کھودنا اور گھاس اس سے نکالنا' کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

روح اور مادہ کا عجب تذکرہ

اور باقی رہا وہ فرقہ جو مادہ اور روح کو قدیم بالذات مانتا ہے اور اس کو مذہب وملت سے تو کجا خدائے قدوس کی ذات سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ بلکہ

---

(۱) (کسی سے) فائدہ حاصل کیا ہو۔

(۲) یقینی (صریحی) بات۔

اس مذہب کے اصول مذکورہ کے ماتحت اگر ہم تحقیق وتدقیق [1] سے کام لیں تو ہستی باری تعالیٰ کا وجود بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا، اس لئے کہ ہستی باری تعالیٰ پر اگر کوئی دلیل قائم کی جاتی وہ یہی ہے کہ یہ سارے کا سارا عالم جو ممکن الوجود ہے غیر کے ہاتھوں قائم ہوا ہے، اور جس کا قیام دوسری قوت کا محتاج نہ ہو۔ اور جب اس گروہ نے مادہ اور روح کو بھی قدیم بالذات مان لیا تو اب کسی قیوم کی کیا حاجت رہی جس کو ہم اور تم خدا کہتے ہیں اور اس ناخواندہ مہمان کو کہاں جگہ دیں گے۔

ممکن ہے کہ اس جگہ پر یہ خدشہ پیدا ہو کہ روح اور مادہ اگرچہ قدیم بالذات ہیں لیکن پھر بھی وہ کسی قیوم بالذات کے اس لئے محتاج ہیں کہ یہ دونوں ناقص ہیں۔ اور ضرورت نظام عالم اس کو مقتضی ہے کہ ان کے لئے ایک ایسا واجب الوجود جو قدیم بالذات کے ساتھ ساتھ تمام صفات میں کامل ہوتا کہ وہ ان سے کام لے۔ تو یہ خدشہ کم علمی اور نقصان فہم پر مبنی ہے اس لئے کہ یہ کسی طرح عقل میں نہیں آسکتا کہ جو شے قدیم بالذات ہو وہ ناقص بھی ہو، کیا آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ کوئی شے وجود میں جو کہ تمام صفات میں اعلیٰ اور اعظم صفت ہے تو کسی کی محتاج نہ ہو بلکہ خود ہی اپنی ذات سے موجود ہو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنی دوسری صفات میں ناقص رہ جائے اور ان میں کامل نہ ہو سکے اور کسی دوسری قدیم بالذات کی محتاج رہے، کیا دنیا میں کوئی شے بھی اپنے کو بحالت خود مختاری ناقص رکھنا گوارا کر سکتی ہے؟ اور اگر وہ ان صفات کے ناقص رکھنے میں مجبور ہے تو سب سے اعلیٰ واکمل صفت وجود میں وہ کس طرح دوسرے کی احتیاج سے مستغنی ہوگی؟ واقعہ یہ ہے کہ روح اور مادہ کو ان کی صفات میں ناقص مان کر بھی ان کو قدیم بالذات نہیں مانا

---

(۱) غور وفکر، باریک بینی۔

جا سکتا، اور اگر ان کو ذات و صفات میں مکمل مانا جائے تو پھر واجب الوجود عزاسمہ کے ماننے کی کوئی حاجت نہیں رہتی، اور اگر یہ کہا جائے کہ قدیم بالذات اور قدیم بالغیر دونوں امکانی قسمیں تھیں تو ضرورت تھی کہ بلحاظ استیفائے اقسام یہ دونوں وقوع پذیر ہوں، اس لئے دونوں احتمال کو مان لینا اور ان پر ایمان رکھنا استیفاء[1] کو مفید ہوگا تو یہ نہ کوئی دلیل ہے نہ برہان، بلکہ ایک خوش کن خطابت ہے اس کی کیا دلیل ہے کہ احتمالات ممکنہ سب محقق ہو جائیں۔

اشیاء عالم اور مسئلہ ممکنات

ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ عالم کی اکثر اشیاء میں تمام احتمالات ممکنہ کا استیفاء اور تحقق نہیں ہوتا، پھر عالم غیب کی باتوں پر اٹکل کے تیر لگانا کہاں تک درست ہے، علاوہ ازیں مادہ میں جو نقائص ہیں کہ تمام اشیاء سے زیادہ ارذل اور بے شعور شمار ہوتا ہے، نیز روح پر جو آلام و ہموم[2] کے بیش از بیش حوادث گزرتے ہیں جن کو دیکھ کر یہی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی دشمن کو بھی نصیب نہ کرے، ان کو دیکھتے ہوئے کون عقل مند کہے گا کہ یہ قدیم بالذات ہیں۔

قدیم بالذات کا تذکرہ

غور تو فرمائیے کہ قدیم بالذات کو ان ذلیل ترین سے کیا سروکار؟ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عالم کی تمام اشیاء مختلف صورتوں اور نوعیتوں پر قائم ہیں جس کو علمی اصطلاح میں صور نوعیہ کہا جاتا ہے، پس اگر ان سب میں ذرات مادہ متشابہ الوجود اور یکساں ہیں تو یہ صورتوں کا اختلاف جو رنگا رنگی عالم میں موجود

---

(۱) تکمیل، جامعیت۔

(۲) غم و فکر۔

ہے کس طرح پیدا ہو گیا، کہ دنیا میں آپ کوئی ایسی نظیر دکھا سکتے ہیں جو متشابہ الوجود اور ایک رنگ ہونے کے باوجود مختلف الوجود اور مختلف الانواع کا موجب ہو، لٰہذا ماننا پڑے گا کہ صور کا یہ تنوع اور اختلاف بھی قدیم بالذات ہے، تو پھر تھوڑی سی سخاوت اور بھی فرمایئے اور صاف کہہ دیجئے کہ یہ نظام عالم اور اس کی ہر شئے بھی جو تغیرات وحوادث پر ہے قدیم بالذات ہے تاکہ ہستی باری تعالیٰ واجب الوجود کے انکار میں کوئی شئے حائل نہ ہو اور اس اہم ترین بار سے سبکدوشی حاصل ہو جائے، تَعَالَى اللهُ عَنْ ذٰلِكَ۔

البتہ آپ شبہ کر سکتے ہیں کہ اگر مادہ موجود نہ تھا تو پھر عدم سے وجود کیسے بنا؟ لیکن یہ مغالطہ دشوار اور امرِ لاَ ینحل[1] نہیں اس لئے کہ ہر شخص اس بات کو جانتا ہے کہ کوئی فاعل اپنے فعل میں مادہ کا محتاج نہیں ہوتا۔

انسان وحیوان کو دیکھئے کہ وہ کبھی حرکت کرتے اور کبھی ساکن رہتے ہیں اور یہ حرکت وسکون ان کا فعل ہے جس میں وہ کسی مادے کے جو کہ ان کی اس حرکت یا سکون کا محل بن سکے محتاج نہیں۔

ایک انسان کبھی اپنے ہاتھ کو اوپر اٹھاتا اور نیچے کر لیتا ہے۔ اور کبھی خاموش کھڑا ہو جاتا ہے، تو وہ ان تمام افعال میں کسی مادہ یعنی لکڑی پتھر لوہے کا محتاج نہیں ہے کہ جب تک وہ نہ ہو یہ شخص ان حرکات کو نہ کر سکے، ہاں کوئی فاعل مادہ کا محتاج اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کا فعل کسی دوسرے فاعل کے مفعول پر واقع ہو۔ اس کو اس طرح سمجھئے کہ ایک بڑھئی تخت کو بنانا چاہتا ہے تو اس وقت جب کہ وہ تخت کو بنائے گا چار چیزیں موجود ہوں گی، ایک بڑھئی، دوسری نجارت، یعنی

---

(۱) ناممکن کام۔

اس کا عمل یا فعل جو اس کے ہاتھ کی حرکت ہے۔ تیسری لکڑی، چوتھی تخت کی وہ صورت و ہیئت جو بننے کے بعد پیدا ہوتی ہے، تو بڑھئی اپنے اس فعل و عمل میں جس کو ہم اس موقعہ پر ''نجر'' یا گھڑنے سے تعبیر کرتے ہیں کسی مادہ کا محتاج نہیں، بلکہ اس کی فاعلیت کے لئے صرف ہاتھ کی حرکت کافی ہے، لکڑی ہو یا نہ ہو، البتہ جبکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ لکڑی کا تخت بنا دے تو اس وقت وہ مادہ یعنی لکڑی کا محتاج ہے، اور ظاہر ہے کہ خود لکڑی اس کا مفعول نہیں ہے، اور نہ نجار اس کا فاعل، بلکہ اس کا فاعل دوسری ہستی ہے، اس کا مفعول جیسے کہ ہم بیان کر چکے ہیں صرف اس کی حرکت ہے۔

فاعل اور چار چیزیں

الحاصل کوئی فاعل جب ان چار چیزوں میں سے دوسری چیز کو پیدا کرے یعنی اپنے فعل کو تو وہ کسی اور چیز کا محتاج نہیں ہوسکتا اس لئے کہ فاعل حقیقی اور اس کے مفعول کے درمیان کوئی تیسری چیز حائل نہیں ہوسکتی، ورنہ وہ فاعل حقیقی نہیں ہوسکتا، ہاں اگر وہ چوتھی چیز بنانا چاہے تو وہ بغیر کسی تیسری چیز کے چوتھی چیز نہیں بنا سکتا، اس لئے چوتھی چیز سے تیسری کا ہونا ضروری ہے۔ جب آپ اس اہم مقدمہ کو سمجھ گئے اور یہ امر آپ کے ذہن نشین ہوگیا تو آپ خود بخود سمجھ لیں گے کہ یہ سارے کا سارا عالم خواہ جواہر ہوں یا اعراض فاعل حقیقی یعنی خدائے قدوس کا فعل ہے اور جس طرح انسان اپنی حرکت و سکون بغیر مادہ کے پیدا کر لیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عالم کو کتم عدم سے نکال کر موجود کر دیا اور چونکہ حق تعالیٰ یعنی فاعل حقیقی کے لئے عالم دوسری چیز تھا نہ کہ چوتھی چیز اس لئے وہ تیسری چیز سے قطعاً مستغنی رہا اور اس کو کسی اور شئے کی کوئی احتیاج نہ پڑی۔

نیز جب کہ ہر مذہب و ملت اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ بارگاہ صمدیت

حدود زمانہ سے منزہ اور برتر ہے یعنی زمانہ کی حدود میں محدود و محصور نہیں اور اس جناب میں زمانہ معدوم ہے تو پھر اس میں ہی کیا حرج ہے کہ اس طرح یہ تسلیم کر لیا جائے کہ زمانہ کبھی سرے سے معدوم تھا اور اس کا وجود عالم کے وجود کے ساتھ ساتھ آیا ہے۔

زمان ومکان کے بارے میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار

احقر نے اسی کے متعلق لکھا ہے:

آنکس کہ بابداعِ زمان رفت نہ فہمید
کز عمرِ حق ایں حصہ بمخلوق بہ بخشید
چوں واحدِ حق است بہر مرتبہ باید
نے مرتبہ ذہن کہ یک گفت بتعدید

ترجمہ: ''وہ شخص کچھ بھی نہ سمجھا جس نے زمانہ کو قدیم سمجھ لیا اس لئے کہ اس نے اپنے عقیدہ کے ماتحت خدائے قدوس کی صنعت قِدم کا حصہ زمانہ کے حوالہ کر دیا، جبکہ خدائے قدوس کو واحد مانتے ہو تو پھر اس کی وحدت صحیح معنی میں جب ہو گی کہ ہر مرتبہ میں اس کو واحد مانا جائے، ورنہ ذہنی مرتبہ میں اس کو واحد کہنا اور پھر زمانہ کو اس کی صفات میں شریک بتانا گنتی میں ایک کہنا ہے نہ کہ حقیقت میں، اور شمار میں تو ہر چیز اسی چیز کے مقابلہ میں اوّل کہلائی جا سکتی ہے۔''

قِدم تو صفات کمالیہ میں سب سے اونچی اور اعلیٰ صفت ہے، اس میں کسی کو ماننا عقل وانصاف دونوں سے بعید ہے۔ اور اگر شبہ کیا جائے کہ اگر عالم کو قدیم نہ مانے تو خدائے قدوس کا غیر متناہی وقت میں معطل ہو جانا لازم آتا ہے تو یہ بھی

سوءِفہم اور عقل کی نارسائی ہے، وہ وقت صفات ربانیہ میں وحدت مطلقہ کا ظہور حق تعالیٰ کو تعطیل سے منزہ اور برتر ثابت کرتا ہے، اور یہ بجائے خود ایک عظیم الشان امر ہے عدم تعطیل کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمام صفات کے مظاہر موجود ہوں۔

علمائے محققین نے اسی ربط حادث بالقدیم کے مسئلہ میں بہت کچھ لکھا ہے، چنانچہ عارف جامی جو صوفیائے وجود میں سے بہت جلیل القدر مرتبہ پر ہیں فرماتے ہیں:

مجموعہ کون را بقانون سبق
کردیم تصفح ورقا بعد ورق
حقا کہ ندیدیم و نخواندیم درد
جز ذات حق و شئون ذاتیہ و حق

ترجمہ: ''کائنات کے مجموعہ کو سبق کی طرح ایک ایک ورق کو تلاش کیا۔ تو حق یہ ہے کہ ہم نے ذات حق اور شئونات (احوال) حق کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔''

ہم نے کائنات کی کتاب کو ایک ایک ورق کر کے سبق کی طرح پڑھا، سچ تو یہ ہے کہ ہم نے ذات حق اور ''كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ'' کے مظاہر کے سوا نہ کچھ اس میں دیکھا نہ پڑھا۔

اور مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کہ صوفیائے شہودیہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

در عرصہ کائنات با وقت فہم
بسیار گزشتیم بسرعت چوں سہم
گشتیم ہمہ چشم وندیدم درد
جز ظل صفات آمدہ ثابت در وہم

ترجمہ: ''کائنات کے میدان میں ہم عقل وسمجھ کے ساتھ
بہت دوڑے اور تیر کی طرح تیزی سے اس پر گزرے ہیں
اور سرتاپا چشم حقیقت بن گئے۔ ہم نے صرف اللہ کی صفات
اور اس کے سایہ کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔''

کائنات کی کتاب ایک ورق ہے

میدان کائنات میں ہم عقل وفہم اور دقت نظری کے ساتھ بہت دوڑے، اور تیر کی طرح اس میں اس طرح گزرے کہ سرتاپا چشم حقیقت بن گئے، لیکن بجز صفات کے پرتو اور اس کی پرچھائیں کے اور کچھ بھی نہ حاصل کرسکے اور وہ بھی ہمیں پوری طرح حاصل نہ ہوسکی۔

کون ومکان پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار

اس خاکسار نے بھی اپنی ہیچمدانی کے باوجود بقدر ہمت اس پر کچھ لکھا ہے:

مجموعہ کون بود در کتم عدم
از حرف کن آورد بایں دیر قدم
فعلے است کہ بے مادہ ید قدرت او کرد
کز ضرب وجودی بعدم نیست قدم

ترجمہ: ''ساری کائنات پردہ عدم میں تھی پھر حرف کن سے
وجود میں آئی، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو بغیر مادے کے اللہ
تعالیٰ کے دست قدرت نے کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر وجود کو
عدم میں ضرب دے تو اس سے قدیم ہونا حاصل نہیں ہوتا۔''

یہ سارے کا سارا عالم پہلے پردۂ عدم میں تھا، اس کے بعد ''کُن'' کے

اشارے سے یہ وجود موجود ہوا، یہ خدائے قدوس کا ایک فعل ہے جو اس کے دست قدرت سے بغیر مادہ کے ظاہر ہوا ہے، اس لئے کہ اگر وجود کو عدم میں ضرب دیں تو حاصل ضرب قِدم نہیں ہوسکتا، بلکہ حادث ہی نکلے گا یا یوں کہیے کہ جب عدم ذاتی ممکن کو وجود واجب ذاتی میں ضرب دیں یعنی اول کا ثانی سے تعلق اور ربط پیدا کریں تو حاصل ضرب یا نتیجہ تعلق حدوث زمانی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا، خیر یہ ایک طویل بحث ہے اس جگہ تو صرف اس قدر گزارش کرنا ہے کہ جن مذاہب و مِلَل[1] کا یہ حال ہو کہ نہ ان میں توحید کا پتہ اور نہ ان کے مذہبی اصول کے مطابق اللہ کے وجود کا ثبوت ہوسکتا ہے تو پھر وہ کیا تبلیغ اور پیغام الٰہی پہنچا سکتے ہیں؟ یہ حق اگر ہے تو فقط مذہب اسلام ہی کو ہے، خدائے قدوس مسلمانوں کو توفیق نیک عطا فرمائے کہ وہ اس اہم فریضہ کی طرف پوری قوت سے متوجہ ہوں اور اپنی عام سعی کو اس کام کے لئے وقف کریں۔

خدمت دین کا فریضہ علماء حق کا منصب ہے

حضرات! حقیقتاً اس اہم فریضہ کی اولین خدمت علماء کرام کا حق ہے اور یہ کام انہیں کے سپرد ہونا چاہیے تھا۔ اور قوم کا یہ فرض تھا کہ وہ علماء کا ہاتھ بٹاتے اور اس عظیم الشان مقصد کے لئے بدنے یا درمے یا قدمے یا قلمے ہر طرح امداد کرتے اور اپنے اطمینان کے لئے ان سے برابر حساب لیتے رہتے، مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا اور تقسیم کار کو ترک کرکے ہر شخص اور جماعت ہر ایک کام میں دخیل ہوجاتی ہے اور نتیجہ بجز انتشار اور پراگندگی[2] کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

---

(۱) ملت کی جمع، ادیان۔

(۲) پریشانی۔

تبلیغ اسلام کے زرّین اصول

حضرات! جو لوگ اسلام کے اس اہم فریضہ کے لئے تیار ہوں ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ پیغام دین متین اور نشر و ابلاغ حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اخلاق حسنہ اور ملکات فاضلہ اور خلوص نیت اور فراخ حوصلگی اور حسن مقال اور راست بازی، شیریں کلامی، وسعت صدر، ایثار، جاں فشانی اور جفا کشی کے اوصاف حمیدہ سے متصف ہوں اور ایک لمحہ کے لئے ان کے دل میں حرص و طمع غرض نفسانی ریا کاری شوق حصول دنیا نہ آنے پائے، ورنہ جو شخص ان امور کا لحاظ نہیں رکھتا اس کی آواز کسی طرح کارگر نہیں ہوتی اور اس کے کام کا سامعین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

الحاصل! مبلغ کو چاہئے کہ جو کچھ دوسروں کو نصیحت کرتا ہے خود بھی اس پر کاربند ہو، اگر ایسا نہ کرے گا تو اس کی ہر ایک بات لوگوں کی نظروں میں دروغ بافی[1] اور ہرزہ سرائی[2] سے زیادہ وقیع نہ ہوگی، خدائے قدوس پیغمبر برحق حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت کے سلسلہ میں ان کا مقولہ نقل فرماتا ہے:

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ؁ (سورۃ ہود: ۸۸)

”میں نہیں چاہتا کہ جن کاموں سے تم کو منع کرتا ہوں وہ خود کرنے لگوں، میرا ارادہ تو سوائے اصلاح اور کچھ نہیں، جہاں تک میرے امکان میں ہوگا (اصلاح کروں گا) اور صرف اللہ کی طرف سے ہی مجھے توفیق ہوگی اسی پر میں بھروسہ رکھتا

---

(۱) جھوٹی بات بنانا۔

(۲) بیہودہ گوئی۔

ہوں، اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔"

اور دوسری جگہ اس طرح ارشاد ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (سورۃ البقرۃ: ۴۴)

"کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (سورۃ الصف: ۲،۳)

"ایمان والو! ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے غصے کی بات ہے کہ جو باتیں نہیں کرتے وہ کہو۔"

مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاہدہ

ہمارے علماء احناف رحمہم اللہ نے اس معاہدہ متبرکہ کو سامنے رکھ کر دارالحرب اور دارالامان کے بہت سے احکام و مسائل اخذ کئے ہیں۔

فقہائے احناف رحمہم اللہ نے دارالحرب میں عقود فاسدہ کے جواز کا حکم دے کر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ دارالحرب اور دارالاسلام کے احکام میں بہت فرق ہے، عقود فاسدہ کے جواز کی اصل ان کے نزدیک یہ آیت کریمہ ہے:

فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ (سورۃ النساء: ۹۲)

"اگر مقتول اسی قوم سے تھا جو تمہارے دشمن ہیں اور وہ مقتول خود مسلمان تھا تو ایک غلام کو آزاد کرے۔ یعنی اس پر کفارہ

ہے دیت نہیں ہے۔"

قتلِ مسلم کی سزا اور دار الاسلام اور غیر دار الاسلام کا فرق

یعنی اگر کسی مسلمان مہاجر کے ہاتھ کوئی ایسا مسلمان مقتول ہو جائے جو کہ دار الحرب میں رہتا تھا اور اس نے ہجرت نہ کی تھی تو اس قاتل پر کفارہ واجب ہوگا نہ کہ دیت، اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ اسلام سے اسلام لانے والے کی جان محفوظ و معصوم ہو جاتی ہے، مگر عصمت کی دو قسمیں ہیں: ایک عصمت موثمہ یعنی ایسی عصمت جس کے توڑنے والے پر گناہ تو ہوتا ہے مگر کوئی بدل واجب نہیں ہوتا۔ دوسری عصمت مقومہ یعنی اس کے توڑنے والے پر اس نفس معصومہ کا بدل بھی واجب ہوتا ہے ہر مسلمان کی جان اسلام لاتے ہی معصوم اور واجب الحفظ ہو جاتی ہے اور مسلمان کے قتل کرنے والے کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے نہایت صاف و صریح حکم نازل فرمایا ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ۔ (سورۃ النساء: ۹۳)

"اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دے گا اس کی جزاء جہنم ہے۔"

اس آیت کریمہ میں جزائے اُخروی مراد ہے جو عصمت موثمہ کے توڑنے پر واجب ہوتا ہے، اور اس قاتل پر اس مقتول کی جان کا بدلہ یعنی قصاص یا دیت بھی واجب ہوتا ہے جو مقتول کی جان کی عصمت مقومہ توڑنے کی وجہ سے عائد ہوتا ہے، پس اگر مقتول مسلمان دار الاسلام کا رہنے والا تھا تو اس کو عصمت موثمہ اور عصمت مقومہ دونوں حاصل تھیں اس لئے اس کا اُخروی بدلہ جہنم ہے اور دنیوی جزاء قصاص یا دیت ہے، لیکن اگر یہی مقتول مسلمان دار الحرب کا رہنے والا تھا تو شریعت مطہرہ نے اس کے قاتل پر قصاص یا دیت واجب نہیں کی بلکہ صرف

کفارہ واجب کیا، جس سے معلوم ہوا کہ دارالحرب میں رہنے والے مسلمانوں کی جانیں عصمت مقومہ نہیں رکھتیں۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عصمت موثمہ تو صرف اسلام لانے سے حاصل ہوجاتی ہے مگر عصمت مقومہ کیلئے دارالاسلام اور حکومت وشوکت اسلامیہ کا ہونا شرط ہے۔ اور میرا مقصود اس بحث کو ذکر کرنے سے یہ ہے کہ دارالاسلام اور دارالحرب کے احکام کا فرق واضح ہوجائے اور مسلمانوں کو معلوم ہوجائے کہ وہ اپنے ہم وطن غیر مسلموں اور ہمسایہ قوموں سے کس طرح اور کتنی مذہبی رواداری اور تمدنی و معاشرتی شرائط پر صلح ومعاہدہ کر سکتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا حافظہ ضرب المثل تھا

آپ کا حافظہ (یعنی حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کا حافظہ) ضرب المثل تھا، درس حدیث کے وقت کتاب سے حوالہ نکال کر عبارت بلند آواز سے پڑھ کر سنا دیتے تھے، عموماً یہ دیکھا گیا کہ حَسْبُنَا اللہ فرمایا اور کتاب کھولی وہی صفحہ نکل آتا تھا، اور شہادت کی انگلی اس عبارت پر ہی پڑتی تھی، جہاں سے حضرت کو حوالہ کی عبارت سنانا ہوتی ناظرین حیران ہوجاتے تھے، بہاولپور کے بیانات میں جب حوالہ نکالتے تو عموماً یہی ہوتا تھا۔

ا۔ ایک دفعہ بہاولپور ہی میں ابی کی شرح مسلم سے حوالہ نکالنا تھا کتاب ہمارے پاس نہ تھی، قادیانی مختار مقدمہ کے پاس یہ کتاب تھی، حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا جج صاحب! لکھئے ان صاحب نے حوالہ دینے میں دھوکہ دیا ہے یہ کتاب میرے پاس نہیں ہے اس کو کہو عبارت پڑھے، جب اس نے عبارت نہ پڑھی تو آپ نے خود کتاب اس سے لے کر حَسْبُنَا اللہ فرمایا اور فوراً حوالہ نکال لیا، وہ لوگ دیکھتے ہی رہ گئے۔ ابی کی عبارت یہ ہے:

وَفِي الْعَتَبِيَّةِ قَالَ مَالِكٌ: بَيْنَ النَّاسِ قِيَامٌ يَسْتَمِعُونَ لِإِقَامَةِ الصَّلٰوةِ فَتَغْشَاهُمْ غَمَامَةٌ فَإِذَا عِيسٰى قَدْ نَزَلَ۔

(ص ۲۶۶، ج ۱، شرح مسلم للابی مصری اکمال المعلم)

ترجمہ: ’’امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لوگ انتظار نماز میں کھڑے ہوں گے ایک بادل ان کو ڈھانک لے گا اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتر جائیں گے۔‘‘

صاحبِ نبراس حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ فرماتے تھے

۲۔ مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ (پنجاب) احقر کو سناتے تھے کہ جب میں ڈابھیل میں دورہ حدیث میں شامل تھا، میرے چچا صاحب حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث گوجرانوالہ صاحبِ ’’نبراس الساری فی اطراف البخاری‘‘ کا خط میرے نام آیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا کر عرض کریئو کہ حضرت ہمیں ایک حدیث کی ضرورت ہے...... اَلْاَحْکَامُ الَّتِیْ تُفَارِقُ الْمَرْاَۃُ الرَّجُلَ...... فرمایا کل کو آنا، اس وقت میں مصروف ہوں میں دوسرے دن حاضر ہوا تو مراسیل ابوداؤد سے حدیث نکال کر میرے حوالے فرمائی۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى امْرَأَتَيْنِ تُصَلِّيَانِ فَقَالَا اِذَا سَجَدْتُّمَا فَضُمَّا بَعْضَ اللَّحْمِ الْاَرْضَ۔ (ص ۱۸)

ترجمہ: ’’حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو عورتوں پر گزرے، فرمایا جب تم سجدہ کرو اپنے بدن کے بعض حصے کو زمین سے چمٹاؤ۔‘‘

اور سنن کبریٰ بیہقی کی کتاب سے بھی حوالہ نکال کر عنایت فرمایا:

اِذَا سَجَدَتِ الْمَرْاَۃُ لَصِقَتْ بَطْنَهَا بِفَخِذِهَا كَأَسْتَرِ مَا

یَکُوْنُ لَهَا۔ (ج۲ ص۳۱۵)

ترجمہ: ”جب عورت سجدہ کرتی ہے تو وہ اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چمٹا دے یہ اس کے لئے باعث ستر ہوگا۔“

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ۳۲ سال پہلے دیکھی ہوئی کتاب کا حوالہ پیش کرنا

(اس کتاب کا نام فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت لمولانا بحر العلوم)

۳۔ وہیں بہاول پور ہی کا قصہ ہے کہ قادیانی شاہد نے حضرت سے سوال کیا کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارا دین متواتر ہے اور تواتر کے اقسام میں سے کسی ایک قسم کا منکر بھی کافر ہے، آپ کو چاہئے کہ امام رازی پر کفر کا فتویٰ دیں، کیونکہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں علامہ بحر العلوم نے لکھا ہے کہ امام رازی نے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے۔

ہمارے پاس اتفاق سے وہ کتاب بھی نہ تھی، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جج صاحب لکھئے کہ میں نے بتیس سال ہوئے یہ کتاب دیکھی تھی، اب ہمارے پاس یہ کتاب نہیں ہے، امام رازی یہ فرماتے ہیں کہ یہ جو حدیث ہے: لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ (تفسیر کبیر ج ۱۲ ص ۲۴۷)...... یہ حدیث تواتر معنوی کے رتبے کو نہیں پہنچی، اس حدیث کے متواتر معنوی ہونے کا انکار فرمایا ہے نہ کہ تواتر معنوی کے حجت ہونے کے منکر ہیں۔

مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ ناظم مظاہر العلوم سہارن پور اور مولانا مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ جو اس مجلس میں موجود تھے حیران تھے کہ کیا جواب دیں گے سن کر حیرت میں رہ گئے۔

ان صاحب نے حوالہ پیش کرنے میں دھوکے سے کام لیا ہے اس کو کہو کہ عبارت پڑھے ورنہ میں اس سے کتاب لے کر عبارت پڑھتا ہوں، چنانچہ قادیانی

شاہد نے عبارت پڑھی، بعینہٖ وہی عبارت نکلی جو حضرت نے پہلے حفظ پڑھ کر سنائی تھی، جج خوشی سے اچھل پڑا۔ حضرت مولانا غلام محمد دین پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجمع میں تھے، حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک مسرت سے کھل گیا۔ (یہ حضرت، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے مربی تھے اور مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے بھی پیر تھے)۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جج صاحب یہ صاحب ہمیں مُفحم[1] کرنا چاہتے ہیں میں چونکہ طالب علم ہوں میں نے دو چار کتابیں دیکھ رکھی ہیں میں ان شاء اللہ مُفحم نہیں ہونے کا۔

قادیانیوں کا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عربی میں مناظرے کا چیلنج اور فرار

۴۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اجتماع کیا تھا وہاں حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اکابر دیوبند وسہارنپور مدعو تھے۔ ہزاروں علماء مجتمع تھے۔ قادیانیوں نے کہا کہ ہر دو مناظر عربی زبان میں تقریر کریں گے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مدعو تھے۔ حضرات نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تیار کر دیا، حضرت نے فرمایا کہ دونوں مناظر عربی اشعار میں اپنا مافی الضمیر ظاہر کریں گے، فی البدیہ بولنا ہوگا اور نہ کاغذ کوئی کتاب اپنے پاس رکھیں گے، وہ لوگ تیار نہ ہوئے۔

یہ قصہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو لاہور میں مولانا ابراہیم صاحب میاں چنوں والوں نے بھی سنایا تھا۔ مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بھاگل پور میں مدرس تھے۔ مولانا فرماتے تھے کہ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی درس ترمذی میں ہمیں سنایا تھا پھر فرمایا جاہلین تم نے کیا

(۱) لاجواب۔

سمجھا، میں ان شاء اللہ اس پر قادر ہوں۔ حضرت مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی سنایا کہ پھر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عربی زبان میں تقریر فرمائی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت

۵۔ احقر نے ریل گاڑی میں عرض کیا کہ جب امرتسر سے لاہور کو تشریف لے جا رہے تھے، یہ سفر بہاولپور 1932ء کا واقعہ ہے کہ شجرہ چشتیہ میں آپ کے نام کے بعد کن بزرگوں کا نام پڑھنا چاہیے؟ فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اور مجھے اپنے والد (مولانا معظم شاہ رحمۃ اللہ علیہ) سے بھی سہروردی خاندان میں بیعت لینے کی اجازت ہے۔

۶۔ جب ۱۳۳۸ھ، ۱۳۳۹ھ میں ہم لوگ حضرت کی خدمت میں حدیث پڑھتے تھے، ایک مولانا جو کہ معمر تھے حضرت کی ملاقات کے لئے آئے، فوراً فرمایا:

"ہیر بڈھی ہوئی تاں رانجھا آیا"

ترجمہ: "جب ہیر بوڑھی ہوگئی تب رانجھا آیا"

پنجابی میں فرمایا اور مسکرائے، پھر نشانات فرما دیئے کہ اس قسم کا مکان تھا جہاں آپ دہلی میں قیام پذیر تھے، سیڑھیوں سے چل کر جانا ہوتا تھا، وہ بزرگ حیران رہ گئے کہ مدت کی بات ہے مجھے تو یاد بھی نہیں رہا۔

۷۔ مالیر کوٹلہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، مولانا بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ پنجاب کے مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل مولانا محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا عبد العلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی رہے تھے۔ مولانا عبد الجبار ابوہری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ و مولانا محمد صدیق حصاروی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھ کر مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ مصنف "شہباز" کی باتیں ہونے لگیں، حضرت نے

فرمایا کہ مولانا نور محمد رحمہ اللہ کے وصال کو آج اَسّی سال ہو گئے، مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ نے حساب لگایا تو اَسّی سال ہوئے تھے نہ کم نہ زیادہ، مولانا نور محمد رحمہ اللہ کی باتیں خوب یاد تھیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا دو سال کی عمر میں ایک مناظرے کا ذکر کرنا

۸۔ فرمایا کہ میں دو سال کی عمر میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ مسجد میں جایا کرتا تھا، ایک دن دیکھا کہ دو اَن پڑھ نمازیوں میں مناظرہ ہو رہا ہے، ایک کہتا تھا کہ عذاب روح اور بدن دونوں کو ہوگا، دوسرا منکر تھا کہ عذاب روح ہی کو ہوگا جو کہتا تھا کہ عذاب روح اور بدن کو ہوگا اس نے مثال دی کہ ایک باغ میں ایک نابینا دوسرا لنگڑا چوری کے خیال سے گئے لنگڑا کہنے لگا کہ میں ٹانگ سے چل نہیں سکتا نابینا کہتا ہے کہ میں پھلوں کو دیکھ نہیں سکتا، آخر یہ فیصلہ ہوا کہ نابینا لنگڑے کو اپنے کندھے پر اٹھالے اور لنگڑا پھل توڑے، اتنے میں اگر باغبان آ گیا تو وہ دونوں ہی کو گرفتار کرے گا اور سزا کا مستحق قرار دے گا، میں نے یہ بات سن لی پھر ایک زمانہ دراز گزرا، میں ”تذکرۃ القرطبی“ دیکھ رہا تھا، اس میں یہی مثال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور تھی، میں اس کو پڑھ کر اس اَن پڑھ کی فطرت سلیمہ پر حیران رہ گیا کہ کیسا صحیح جواب دیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ لدھیانہ میں مارچ 1927ء کو بستان الاسلام کے جلسہ میں فرمایا تھا، لوگ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حافظہ پر حیران رہ گئے کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں عالم آخرت کی ایسی باریک بات یاد رکھی:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

ترجمہ: ”یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ دینا چاہے اس کو دے دیتے ہیں۔“

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ حدیث میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرکت

۹۔ حضرت مولانا محمد امین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۱۳۳۴ھ، ۱۳۳۵ھ میں جب ہم بخاری شریف حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے تھے۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا درس حدیث سننے کا شوق ظاہر فرمایا۔ حضرت مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ درس کے کمرہ میں تشریف لے آئے۔ نکاح شغار کے متعلق حدیث کا درس ہو رہا تھا، وقت چونکہ ختم ہو گیا تھا، لہٰذا حضرت نے کتاب بند کر دی۔

حضرت مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شاہ صاحب حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے ہیں، جناب کا درس سننا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر کتاب کھول لی۔ ڈیڑھ گھنٹہ درس دیا، اگلی حدیث پر بیان فرماتے رہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، شاہ صاحب! یہ علوم وہبیہ ہیں کسبیہ نہیں، یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مسئلہ کا سنانا

۱۰۔ جب حضرت شیخ الہند قدس سرہ مالٹا سے تشریف لائے تو حضرت کو فکر تھی کہ یہاں کے علماء اختلاف نہ کریں۔ اس لئے سب سے پہلے حضرت شاہ صاحب سے انگریزی موالات ترک کرنے اور ان کی ملازمت چھوڑنے پر فتویٰ حاصل کیا۔ احقر کے والد حضرت مولانا فتح الدین رحمۃ اللہ علیہ زیارت کے لئے لائل پور سے دیوبند حاضر ہوئے تھے۔ اور حضرت شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے کئی روز مہمان رہے تھے۔ ان ہی ایام میں مسئلہ تحریر فرما کر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لائے۔ کوئی دس بجے کا وقت ہوگا گرمی کا موسم تھا، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت میں مولانا احمد اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر تھے اور بھی بہت مہمان تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ادب سے بیٹھ کر مسئلہ سنایا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک خوشی اور مسرت سے کھل گیا، احقر مع والد صاحب بھی حاضر تھے۔ درس میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ وہ جان بازی جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے دکھائی ہے وہ تو کوئی کیا دکھائے گا ہاں حق ضرور واضح کر دینا چاہئے۔

مولانا ادریس سیکروڈوی رحمۃ اللہ علیہ کو سفر میں ساتھ لے جاتے تھے ان ایام میں ضلع مراد آباد کا دورہ فرمایا تھا، مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ جملہ فرماتے تھے کہ اب مسئلہ واشگاف ہو گیا ہے اب حق میں حجاب نہیں چاہئے اور یہ شعر فرمایا کرتے تھے:

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

۱۱۔ ان ہی ایام میں قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی قاری محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح تھا، حویلی دیوان صاحب (مدرسہ دار العلوم دیوبند کے سامنے ایک عمارت بوسیدہ) کے صحن میں ہزاروں علماء اور صلحاء کا مجمع تھا نکاح کی مجلس تھی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے، میرے والد صاحب بار بار حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھتے تھے کہ سب سے پیچھے خاموش بیٹھے ہیں حالانکہ آپ کے سینکڑوں شاگرد آگے ہو کر بیٹھے تھے تا کہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہو جائیں۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا غایت ادب دیکھ کر حیران رہ گئے۔

کشمیر تشریف لے جاتے ہوئے ایک پادری سے گفتگو

۱۲۔ ایک دفعہ کشمیر کو تشریف لے جا رہے تھے بس کے انتظار میں سیالکوٹ کے اڈے پر تشریف فرما تھے، ایک پادری آیا اور کہنے لگا کہ آپ کی چہرے سے

یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے بڑے عالم دین ہیں؟ فرمایا نہیں میں ایک طالب علم ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ کو اسلام کے متعلق علم ہے؟ فرمایا کچھ کچھ۔ پھر ان کی صلیب کے متعلق فرمایا کہ تم غلط سمجھے ہو اس کی یہ شکل نہیں ہے پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت پر چالیس دلائل دیئے۔ دس قرآن سے دس تورات سے دس انجیل سے دس عقلی۔ وہ پادری آپ کی تقریر سن کر کہنے لگا اگر مجھے تنخواہ کا لالچ نہ ہوتا تو میں آپ کی تقریر آپ کا علوم میں اس قدر استحضار دیکھ کر مسلمان ہو جاتا، نیز یہ کہ مجھے بہت سی باتیں اپنے مذہب کے متعلق آپ سے معلوم ہوئیں۔ فرمایا جب آپ کو حق معلوم کر کے بھی توفیق نہ ہوئی کہ ایمان لے آئیں تو معلوم ہوا کہ ایمان کی کوئی قدر و قیمت آپ کے ہاں نہیں محض تنخواہ کا لالچ ہے:

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۵۲)

ترجمہ: ''ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

وہ پادری نہایت شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ کا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے علوم کا اعتراف

۱۳۔ مولانا عبد العزیز محدث گوجرانوالہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ نے فرمایا تھا کہ اس قسم پر کوئی کفارہ نہیں جو اس امر پر کھائی جائے کہ مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ اس زمانہ میں بینظیر عالم ہیں، مولانا غلام رسول انی والے استاذ رحمۃ اللہ نے جب پہلی بار قادیاں میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی تقریر سنی تو فرمایا علم ہو تو انور شاہ والا ہو ورنہ ہمارے علم سے تو جاہل ہی اچھے۔

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ نے اس وقت فرمایا تھا یعنی قادیاں ہی

میں کہ مجسم علم دیکھنا ہو تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لو۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پر دیو بند میں تعزیتی جلسے میں فرمایا تھا کہ میں ایسے حضرات کو بھی جانتا ہوں جن کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہیں ایسے حضرات کو بھی جانتا ہوں جن کو صحیحین حفظ یاد تھیں لیکن ایسا عالم دین کہ کتب خانے کا کتب خانہ ہی سینہ میں محفوظ ہو سوائے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اور کوئی نہیں دیکھا۔

شیخ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کے معترف تھے

۱۴۔ علامہ محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ عقیدۃ الاسلام کا جدید ایڈیشن مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقدمہ دیکھنا چاہئے۔ علامہ محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتوں پر عبارتیں نقل کرتے چلے گئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ''عقیدۃ الاسلام'' اور ''اَلتَّصْرِیْحُ بِمَا تَوَاتَرَ فِیْ نُزُوْلِ الْمَسِیْحِ'' یہ دونوں کتابیں علامہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ تعویذ کی طرح اپنے پاس رکھتے تھے۔ یہ حضرت بڑے صاحبِ کمال حافظ الحدیث والفقہ قسطنطنیہ میں ایک بڑے عہدے پر فائز تھے، پھر مصطفیٰ کمال پاشا سے اختلاف کے باعث مصر تشریف لے آئے بڑی نادر تحقیقی کتب کے مصنف ہیں۔

تانیب الخطیب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نیل الفرقدین کی بڑی تعریف کی ہے، آپ کو ''اَلْعَلَّامَۃُ الْبَحْرُ الْحِبْرُ'' کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

اُن کا سلسلہ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا تھا۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا تاثر

۱۵۔ دین و دانش کا مہر انور ۳ صفر ۱۳۵۲ھ/29 مئی 1933ء کو دیو بند کی خاک میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، یعنی مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین دار العلوم دیو بند۔

دو برس کی علالت بواسیر اور ضعف و نقاہت کے ۵۹ برس کی عمر میں وفات پائی، مرحوم کا وطن کشمیر تھا، مگر تعلیم سے فراغت کے بعد ایک مدت تک مدینہ منورہ میں اقامت کی پھر واپس آ کر استاذ کی خواہش اور اصرار سے دارالعلوم دیوبند کی صدارت کی ذمہ داری قبول فرمائی، جس کو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے زمانہ جنگ میں ہجرت کے بعد سے 1927ء تک اس طرح انجام دیا کہ چین سے لے کر روم تک ان کے فیضان کا سیلاب موجیں مارتا رہا۔ ہند اور بیرون ہند کے سینکڑوں تشنگان علم نے اس سے اپنی پیاس بجھائی۔

مرحوم کم سخن لیکن وسیع النظر عالم تھے۔ ان کی مثال اس سمندر کی سی ہے جس کی اوپر کی سطح ساکن ہو لیکن اندر کی سطح موتیوں کے گراں قدر خزانوں سے معمور ہوتی ہے، وہ وسعت نظر، قوت حافظہ اور کثرت حفظ میں اس عہد میں بے مثال تھے۔ علوم حدیث کے حافظ اور نکتہ شناس، علوم ادب میں بلند پایہ معقولات میں ماہر، شعر و سخن سے بہرہ مند، زہد و تقویٰ میں کامل تھے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نوازشوں کی جنت میں ان کا مقام اعلیٰ کرے کہ مرتے دم تک علم و معرفت کے اس شہید نے قال اللہ و قال الرسول کا نعرہ بلند کیا۔

مرحوم کو سب سے پہلے 1906 یا 1907ء میں دیکھا جب کہ وہ اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سرزمین عرب سے تازہ وارد ہند ہوئے تھے، مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں میری حاضری کی تقریب پر طلبہ اور مدرسین کا جلسہ ترتیب پایا جس میں انہوں نے میری عربی تقریر کے جواب میں تقریر فرمائی تھی۔ پھر جب حاضری ہوتی رہی یا خلافت اور جمعیۃ کے جلسوں میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

1927ء میں جب وہ پشاور کے اجلاس جمعیۃ العلماء کے صدر تھے میں بھی حاضر تھا، حضرت مرحوم سے ملاقاتوں میں علمی استفادہ کے مواقع ملتے رہے۔

ہر سوال کے وقت ان کی خندہ پیشانی سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ سوال سے خوش ہوئے، اہل کمال کی یہ بڑی پہچان ہے کیونکہ وہ مشکلات عبور کر چکتا ہے اور جب اس سے سوال کیا جاتا ہے تو شبہ کی اصل منشاء کو سمجھ جاتا ہے اور جواب دے کر خوش ہوتا ہے۔

مرحوم معلومات کے دریا، حافظہ کے بادشاہ اور وسعت علمی کی نادر مثال تھے۔

ان کو زندہ کتب خانہ کہنا بجا ہے۔ شاید کوئی کتاب مطبوعہ یا قلمی ان کے مطالعہ سے بچی ہو، میری تصنیفات میں سے ارض القرآن ان تک پہنچی تھی، اس پر اپنی رضامندی ظاہر فرمائی، مرحوم آخری ملاقاتوں میں زیادہ عربی نصاب کی اصلاح پر مجھ سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ (معارف ربیع الاول ۵۲ ۱۳ھ اعظم گڑھ)

۱۶۔ فرمایا قبہ محمودیہ کا کتب خانہ میں نے تمام دیکھا بعض نایاب کتب سے حوالے بھی لکھے بہت یادداشتیں مکہ مکرمہ کے کتب خانہ سے جمع کیں، مغنی ابن قدامہ کا صحیح قلمی نسخہ مکہ مکرمہ میں دستیاب ہوا، اس سے کئی ورق یادداشت کے لکھے۔ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی ''السیر الکبیر'' مدینہ طیبہ میں دیکھی قلمی نسخہ تھا، نہایت عمدہ کتابت، اس کا مطالعہ کیا، یادداشتیں لیں، پھر جب ترکی حکومت کو زوال آیا اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات اس کتاب کو ساتھ لے گئے اب بعض شوقین اور علم دوست علماء نے نسخہ تلاش کیا نہ پایا، یہ کتاب قبہ محمودیہ میں تھی۔

۱۷۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام جب دار العلوم دیوبند ہی تھا مظفر گڑھ پنجاب کے عظیم الشان جلسہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر زعماء قوم بھی مدعو تھے غالباً ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ حضرت کی زیارت کے لئے ہزاروں خلق اللہ جمع تھی، علماء اور زعماء کی تقاریر ہوئیں، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے نام حق کا ایک شعر پڑھا:

غم دین خور کہ غم غم دین است
ہمہ غمہا فروتر از این است

ترجمہ: ”دین کا غم کھا کہ اصل غم دین کا غم ہے۔ باقی تمام غم اس سے نیچے ہیں۔“

اور اس پر بڑی رقت آمیز و پرتاثیر تقریر فرمائی، خود روئے اور حاضرین کو بھی رلایا:

غم دنیا مخور کہ بے ہود است
ہیچ کس در جہاں نیا سود است

ترجمہ: ”دنیا کا غم نہ کھا کہ وہ بے فائدہ ہے، کوئی شخص اس جہاں میں فائدہ لینے والا نہیں ہے۔“

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ پر اس صحبت کا بڑا اثر پڑا، کئی علمی سوالات کئے اور جوابات سن کر بہت متاثر ہوئے، فرمایا کرتے تھے۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ علم کا بحر مَوّاج ہیں، حافظہ کے بادشاہ ہیں۔

مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عشق

مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کے عاشق تھے، کہا کرتے تھے جی چاہتا ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ کو دیکھتا رہوں۔

اگست 1932ء میں زمیندار (اخبار) کے ایک شمارہ میں ایک طویل مقالہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب و کمالات پر لکھا، لکھتے ہیں کہ

”حضرت مولانا انور شاہ کشمیری (رحمۃ اللہ علیہ) کی نظیر علوم میں خصوصاً علم حدیث میں پیش کرنے سے تمام ایشیاء عاجز ہے۔“

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ دیکھ کر ایک ہندو کا قبول اسلام

مظفرگڑھ کے سفر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، ملتان چھاؤنی کے اسٹیشن پر فجر کی نماز سے قبل گاڑی کے انتظار میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ خدام کا اردگرد مجمع تھا، ریلوے کے ایک ہندو بابو صاحب لیمپ ہاتھ میں لئے ہوئے آرہے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا منور چہرہ دیکھ کر سامنے کھڑے ہوگئے اور زاروقطار رونے لگے اور ایمان لے آئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کرلی، کہتے تھے کہ ان بزرگوں کا روشن چہرہ دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ اسلام سچا دین ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا:

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (سورۃ النساء:۱۱۶)

ترجمہ: ''اور بخشتا ہے اس کے علاوہ جس کو چاہے یعنی شرک سے نیچے کے گناہ جس کو چاہے اللہ تعالیٰ بخش دے گا مگر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔''

یہ آیت اہلِ سنت والجماعت کے مسلک کے حق ہونے میں صریح دلیل ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کو تاویل کرنا پڑی۔

فرمایا شرک کے معنی کفر مع عبادت غیر اللہ ہیں لہٰذا وہ تمام انواع (۱) کفر

(۱) اقسام

سے اقبح (۱) ہیں، اور کفر اس سے عام ہے لیکن آیت مذکوہ بالا میں شرک سے مراد کفر ہی ہے، کیوں کہ اگر ایک شخص عبادت غیر اللہ کی نہیں کرتا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت سے منکر ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بمعنی آخری نبی نہیں مانتا وہ بلا شبہ کافر ہے۔ اس کی بھی مغفرت نہیں ہوگی۔ گو وہ مشرک نہ ہو، لہٰذا اس آیت مبارکہ میں شرک کا ذکر اس لئے ہوا کہ وہ لوگ شرک فی العبادۃ بھی کرتے تھے۔

حدیث القاتل والمقتول فی النار اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح

کسی نے پوچھا کہ حدیث بخاری:

اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ هٰذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ قَالَ: اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ۔

(بخاری ج ۱ ص ۹)

ترجمہ: ”جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ملاقات کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو قاتل ہی کا حکم ہے تو مقتول کیوں جہنمی ہے؟ فرمایا، یہ بھی اپنے مقابل کے قتل کا حریص تھا اس کے قتل کے ارادہ سے نکلا تھا۔“

اس حدیث میں جو آیا قاتل مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ یہ اس حدیث کے خلاف ہے جس میں ارشاد ہے:

اَلسَّيْفُ مَحَّاءُ الذُّنُوْبِ۔

ترجمہ: ”تلوار گناہوں کو ختم کرنے والی ہے۔“

---

(۱) قبیح ترین، بہت ہی بری۔

یہ حدیث بھی صحیح ہے اور قوی ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے وہ مقتول مراد ہے جو قاتل کے قتل کا ارادہ نہ رکھتا تھا، لہٰذا وہ ہر طرح مظلوم اور شہید ہے۔ یہی صورت ہابیل اور قابیل کے قصہ میں پیش آئی۔ اور ہابیل نے قابیل کو سنایا:

اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَاِثۡمِكَ فَتَكُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ‌ۚ (سورۃ المائدہ:۲۹)

ترجمہ: ''میں چاہتا ہوں کہ تو سمیٹ لے میرا گناہ اور اپنا گناہ بھی پس ہو جائے گا تو دوزخ والوں میں ہی۔''

اس کی تفسیر بھی اس شرح سے حل ہو جاتی ہے یعنی میں اس پر راضی ہوں کہ تو اپنے گناہ (قتل) کی وجہ سے جہنمی بنے، اور میرے گناہ تیری تلوار کی وجہ سے محو ہو جائیں، کیونکہ تلوار محاء الذنوب ہے، کیونکہ جب اس کے گناہ قابیل کی تلوار سے محو ہوئے تو وہی اس کے گناہ لے جانے والا ہوا۔ یہ مطلب نہیں کہ ہابیل کے گناہ قابیل پر ڈال دیئے گئے کیونکہ......

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی۔ (سورۃ الفاطر:۱۸)

ترجمہ: ''اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا۔''

کے خلاف ہے، پھر اس عنوان کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کسی کو ظلماً قتل کرنے کی غیر معمولی قباحت خوب واضح کر دی جائے تاکہ جو اس کی برائی کو سمجھ لے گا وہ بچنے کی سعی کرے گا۔

بیان مقدمہ بہاولپور پانچ دن پانچ گھنٹہ فی یوم

ایمان کے معنی ہیں گرویدن باور کردن، اور شریعت میں انبیاء کرام علیہم السلام جو کچھ باری تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اس بات کو ان کے اعتماد پر باور کر لینا، اب جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں سے ہے، اس طرح کہ آپ سے متواتر ثابت ہو جائے اور خواص سے عوام تک پہنچ جائے، جیسے وحدانیت باری تعالیٰ کی اور رسولوں کی رسالت اور ختم ہونا رسالت کا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منقطع ہو جانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ قرب قیامت میں تشریف لانا آپ کے اعتماد پر باور کر لینا ایمان کہلاتا ہے۔

کفر کے معنی ہیں حق ناشناسی یعنی منکر ہو جانا اور مکر جانا کفر کبھی اشارے سے بھی ہوتا ہے، جیسے:

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ ۔ (سورۃ المنافقون:۵)

ترجمہ: ”اور جب ان سے کہو کہ آؤ تمہارے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استغفار طلب کرے تو مٹکاتے ہیں اپنے سر۔“

یا بات تو وہ مانتا ہے کہ جو کچھ دین میں آیا ہے حق ہے، لیکن یہ کہتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی کفر ہے، کیونکہ جس امت نے ہمیں الفاظ پہنچائے اسی نے ہمیں معانی بھی پہنچائے مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں کسی کا بھی سلف میں سے اختلاف نہیں تھا۔ اب جو کوئی معنی یہ کرے کہ اس کے معنی اجراء نبوت ہے، یا عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ انے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کا مثیل آئے گا یہ بھی کفر ہے، ضروریات دین کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا کرنا جوارح سے ضروری ہو، بلکہ کبھی کوئی شئے مستحب اور مباح ہی ہوتی ہے اس کا منکر بھی کافر

قرار پاتا ہے۔

عذاب قبر کا منکر کافر ہے

الحاصل ضرورت کے معنی یہ ہیں کہ اس کا ثبوت حضرت شارع علیہ السلام سے قطعی ہو، خواہ وہ حکم جس پر وہ مشتمل ہے نظری ہی کیوں نہ ہو، جیسے کہ عذاب قبر اس کا ثبوت حضرت شارع علیہ السلام سے مُستَفِیض (۱) ہے، اور کیفیت عذاب ہم سے مَستُور (۲) ہے، لہٰذا عذاب قبر کا منکر کافر قرار پائے گا۔

فتح الباری میں ہے:

وَ فِیْ قِصَّۃِ اَھْلِ نَجْرَانَ مِنَ الْفَوَائِدِ اَنَّ اِقْرَارَ الْکَافِرِ بِالنُّبُوَّۃِ لَا یَدْخُلُہٗ فِی الْاِسْلَامِ حَتّٰی یَلْتَزِمَ اَحْکَامَ الْاِسْلَامِ۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۷۴)

ترجمہ: ''اہلِ نجران کے قصے میں فوائد ہیں کہ کافر کا اقرار نبوت کے ساتھ اس کو اسلام میں داخل نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ احکام اسلام کا التزام کرے (یعنی ضروری سمجھے)۔''

مسلم ج ۱ ص ۸۶ میں ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَا یَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یَھُوْدِیٌّ وَ لَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوْتُ وَ لَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ اِلَّا کَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ۔

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) حاصل کیا ہوا۔
(۲) چھپا ہوا، مخفی۔

سے نقل کرتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے میرے بارے میں کوئی یہودی یا عیسائی سنے پھر مر جائے اور ایمان نہ لائے اس پر جو میں لے کر آیا ہوں مگر وہ جہنمی ہوگا۔"

اور مستدرک ج ۲ ص ۳۴۲ میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَسْمَعُ بِیْ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ یَهُوْدِیٌّ وَ لَا نَصْرَانِیٌّ وَ لَا یُؤْمِنُ بِیْ اِلَّا دَخَلَ النَّارَ. فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ اَیْنَ تَصْدِیْقُهَا فِیْ کِتَابِ اللہِ حَتّٰی وَجَدْتُ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ: وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ. قَالَ: اَلْاَحْزَابُ الْمِلَلُ کُلُّهَا۔

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی یہودی یا عیسائی میرے بارے میں سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے مگر وہ جہنم میں داخل ہوگا تو میں سوچ رہا تھا کہ اس کی تصدیق کونسی آیت میں ہے۔ یہاں تک کہ اس آیت میں مجھے اس کی تصدیق ملی جو کفر کرے گا اس نبی پر دوسرے مذاہب والوں سے تو جہنم اُس کا ٹھکانہ ہے۔"

یہ بات تھی جو شیخین (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) کے درمیان دائر ہوئی:

فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ: مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ. یُرِیْدُ اَنَّهٗ

لَيْسَ مُؤْمِنًا مَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِالْكُلِّ. فَشَرَحَ اللّٰهُ لَهُ صَدْرَ عُمَرَ اَيْضًا فَرَاٰى مَا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ۔

(مسند احمد، حدیث:۳۳۶۵،۳۳۶۶)

فَعِنْدَ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيُؤْمِنَ بِيْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ، وَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۹)

ترجمہ: ”ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جس نے نماز و زکوٰۃ میں فرق کیا یعنی جب تک سب پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ مومن نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کے سینے کو بھی کھول دیا تو اسکی رائے بھی وہی ہوئی جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی۔ مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں جب تک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی گواہی نہ دے اور مجھ پر ایمان نہ لے آئیں جب یہ کام انہوں نے کرلیا تو ان کا خون ہم سے محفوظ ہوا اور ان کا مال ہم سے محفوظ ہوا مگر حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے اوپر ہے۔“

مسیلمہ کذاب کے دو قاصدوں کا تذکرہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں دو قاصد مسیلمہ کذاب کے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کیا تمہارا بھی وہی عقیدہ ہے جو کچھ مسیلمہ

کا ہے؟ ایک نے کہا کہ ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے حالانکہ اذان میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہلاتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصد قتل نہیں کئے جاتے تو میں تم کو ضرور قتل کراتا۔ یہ قصہ ہو چکا پھر ان میں سے ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ملا آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا اب بھی وہی عقیدہ ہے اس نے جواب دیا کہ ہاں آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا، کہ اب تم قاصد نہیں رہے۔ یہ قصہ ابوداؤد وغیرہا میں موجود ہے اس پر یہ کہنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رواج پر عمل کیا، یہ غلط ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا یہ خود ایک قانون ہے۔

وَ قِصَّۃُ دُبَّاءٍ اَیِ الْقَتْلُ عِنْدَھَا اَبُوْ یُوْسُفَ الْقَاضِیْ وَلَاتَ اَوَانٍ۔ (شرح الشفاء لملا علی قاری ج ۲ ص ۴۲۹)

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا ایک آدمی نے اٹھ کر کہا مجھے تو یہ پسند نہیں، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تلوار نکالی اور اس کے قتل کا ارادہ کیا چنانچہ اس نے توبہ کی۔

کدو کھانا کوئی ضروری نہیں لیکن اس نے عین حدیث بیان کرتے وقت کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مرغوب تھا اس وقت یہ کلمہ کہا تھا مثلاً جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھائے اور امت کھاتی چلی آئی یوں اگر کوئی نہ کھائے تو کچھ گناہ نہیں لیکن یہ بات کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھائے اور امت کھاتی چلی آئی اس وقت اگر انکار کرے گا تو قتل کیا جائے گا۔

دین اسلام متواتر ہے، اس کا مطلب

پھر یہ سمجھو کہ ہمارا دین متواتر ہے، اور دنیا میں کوئی دین متواتر نہیں، تواتر کے یہ معنی ہیں کہ کسی چیز کا ثبوت ہم تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لگاتار ہوتا آیا اس کو

تواتر کہتے ہیں۔ تواتر کئی قسم کا ہوتا ہے، ایک تواتر اسناد جیسے کہ حدیث میں ہے:

مَنْ كَذِبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

(بخاری ج ا ص ۲۱)

ترجمہ: ''جس نے میرے اوپر قصداً جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار کیا۔''

فتح الباری میں یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح اور حسن اور تیس صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ختم نبوت کی حدیثیں میرے ایک رفیق نے جمع کیں، وہ کوئی ڈیڑھ سو سے زیادہ ہوتی ہیں جن میں سے تیس صحاح ستہ کی حدیثیں ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول احادیث متواترہ سے ثابت ہے

اور عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے متعلق میرا ایک رسالہ ہے...... ''اَلتَّصْرِيْحُ بِمَا تَوَاتَرَ فِيْ نُزُوْلِ الْمَسِيْحِ''...... اس میں ستر سے زائد حدیثیں صحیح ہیں، اور میری کتاب ''عقیدۃ الاسلام'' ہے اس کا حاشیہ تحیۃ الاسلام ہے۔

تفسیر ابن کثیر ص ۳۵۶ مطبوعہ مصر جدید میں ہے:

قَالَ الْحَسَنُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ، وَ إِنَّهُ رَاجِعٌ إِلَيْكُمْ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. إِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ كَوْنُهُ عَلَمًا لَهَا هُوَ الَّذِيْ اُشْتُهِرَ فِي الْحَدِيْثِ بِالْأَشْرَاطِ. فَذَكَرَهُ الْقُرْاٰنُ بِكَوْنِهٖ عَلَمًا صَارَ عُرِفَ الْحَدِيْثُ كَوْنُهُ مِنَ الْأَشْرَاطِ. وَ كَأَنَّهُ اَخَذَ مِنْ هٰذَا اللَّفْظِ وَ مِنْ قَوْلِهٖ: فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا) وَإِذَنْ فَفِي الْاٰيَةِ بَيَانُ الْإِمْكَانِ اَوَّلًا ثُمَّ بَيَانُ الْوُقُوْعِ

ثَانِيًا. وَ اَخْرَجَ عَبْدُبْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ جَرِيْرٍ اَنَّ الْحَسَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قَالَ: نُزُوْلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ترجمہ: ”حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور وہ تمہارے طرف لوٹیں گے قیامت سے پہلے۔ اور وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نشانی ہے قیامت کی عیسیٰ علیہ السلام کا نشانی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث میں علامات قیامت میں سے ایک نزول عیسیٰ علیہ السلام ہے تو قرآن نے اس کو نشانی سے تعبیر فرمایا گویا کہ یہ اس لفظ سے لیا ہے فقد جاء اشراطہا علامات قیامت تمہارے پاس آئیں۔ تو آیت میں بیان امکان ہے اولاً پھر بیان وقوع ہے ثانیاً عبد بن حمید رضی اللہ عنہ ابن جریر نے تخریج کی ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قیامت کی علامات میں سے نزول عیسیٰ علیہ السلام ہے۔“

تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آیت کی تفسیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے کرتے ہیں اور متواتر حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی قیامت سے پہلے اِمَامًا عَادِلًا حَكَمًا مُقْسِطًا۔

اور ابن کثیر نے دعویٰ کیا ہے احادیث متواتر ہونے کا۔ اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الجبیر میں اور فتح الباری میں دعویٰ کیا ہے اور جامع ترمذی میں حوالہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دجال کو قتل کریں گے پندرہ صحابیوں کی حدیثوں پر،

اور علامہ شوکانی کا ایک رسالہ ہے جس میں انتیس حدیثوں پر اور لیلۃ الاسراء کی حدیث میں ہے جیسا کہ در منثور میں ہے اور بہت حدیث کی کتابوں میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود آنے کا ذکر فرمایا ہے اور مسند احمد، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن جریر اور حاکم، اور اس کی تصحیح کی ہے ذہبی نے اور ابن مردویہ اور بیہقی نے بعث اور نشور میں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقِيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى ...الخ۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۳۸۴)

ترجمہ: ”معراج کی رات میری ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام سے اور عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔“

ایسے ہی اجماع منعقد ہو گیا ہے۔ اور نقل کیا اُبیّ نے شرح مسلم میں امام مالک سے جو اجماع کے موافق ہے اور جو ابن حزم کی طرف منسوب ہے وہ بھی غلط ہے، ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں:

فَإِنَّهٗ لَا يَخْتَلِفُ اِثْنَانِ فِيْ تَكْفِيْرِهٖ بِصِحَّةِ قِيَامِ الْحُجَّةِ بِكُلِّ هٰذَا عَلٰى كُلِّ أَحَدٍ۔

(الفصل فی الملل والاهواء والنحل ج ۳ ص ۲۹۳)

اس کو کافر کہنے میں دو کا بھی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان سب امور کا اثبات سب پر ہو چکا ہے۔

تواتر کی چار قسمیں ہیں

(۲) تواتر کی ایک قسم تواتر طبقہ ہے جیسے کہ تواتر قرآن پاک کا تمام روئے زمین مشرق میں مغرب میں درس اور تلاوت کے ساتھ حفظ و ناظرہ اور تجوید کے ساتھ

طبقہ بعد طبقہ ایک جماعت نے دوسری جماعت سے لیا یہاں تک کہ یہ حضرت رسالت مآب ﷺ تک پہنچ گیا، گو اس کی سند معلوم نہ ہو۔ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، ہمارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی اس میں سارے مسلمان شریک ہیں۔

(۳) تواتر کی ایک قسم ہے تواتر تعامل تواتر توارث جیسے مسواک اور کلی اور استنشاق[1] کا تواتر۔

(۴) ایک قسم تواتر کی ہے تواتر قدر مشترک جیسا کہ معجزات کا تواتر اگرچہ ایک ایک معجزہ خبر واحد ہی سے ثابت ہو، مگر ان کا مجموعہ قدر مشترک متواتر ہو گیا ہے یعنی یہ بات کہ نبی ﷺ سے معجزات کا صدور ہوا، یہ متواتر ہے۔ بعض لوگ تواتر کو گمان کرتے ہیں کہ وہ قلیل ہے حالانکہ ہماری شریعت میں انسان اس کا حصر نہیں کرسکتا، پس جب آپ نے یہ سمجھ لیا ہم کہتے ہیں کہ نماز فرض ہے اور اس کی فرضیت کا اعتقاد بھی فرض ہے اس کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور نماز کی فرضیت کا انکار کرنا کفر ہے، ایسے ہی مسواک کرنا سنت ہے اعتقاد اس کی سنیت کا فرض ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور اس کا ترک کرنا عتاب ہے یا عقاب۔

(۵) تواتر کی ایک قسم تواتر معنوی بھی ہے۔ تواتر کی کسی ایک قسم کا منکر کافر ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے تواتر کی تمام اقسام کا انکار کیا ہے اس پر مرزائیوں کے نمائندے نے اعتراض کیا کہ تواتر تو مولویوں کی بنائی ہوئی اصطلاح ہے پھر اس کا منکر کیسے کافر ہو گیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا کیا تم اس بات کو مانتے ہو کہ یہ قرآن مجید جو ہمارے ہاتھوں میں ہے وہی ہے جو

(۱) ناک میں پانی چڑھانا (خصوصاً وضو میں)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اور ہم تک اسی حالت حفاظت میں چلا آیا، اس حالت حفاظت کا نام تمہارے ہاں کیا ہے؟

پہلے تو مرزائی بہت چکرایا پھر کہنے لگا ہم اس کو تواتر کہتے ہیں، فرمایا یہی تو میں کہہ رہا تھا (مرزا غلام احمد نے تو کفار کے تواتر کو بھی تسلیم کیا ہے)۔

پھر جو چیزیں تواتر سے ثابت ہوں جیسے ختم نبوت اور نزول عیسیٰ علیہ السلام چنانچہ پہلے گزرا ہم انکار کرنے والے شخص کو بالاجماع کافر کہیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب اربعین میں انبیاء کی توہین کی ہے

اربعین میں غلام احمد نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں کو اپنی طرف منسوب کیا ہے حتیٰ کہ یوں کہا ہے کہ میں محمد بھی ہوں، پس ان کے کلمہ پڑھنے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غلام احمد کی مراد اپنی ذات ہے، مرزا صاحب نے بہت سے اسماء کا مسمّٰی [(۱)] بدل دیا ہے اور بہت سے مسمّٰی کے مصادیق بدل دیئے غرض اسلامی لٹریچر بدل دیا۔

ضروریات دین کا منکر کافر ہے

امت کا اجماع ہے کہ اس آدمی کی تکفیر کی جائے گی جو آدمی اس حکم کا جو دین میں بالضرورہ معلوم ہے انکار کرے، اور اس کی ردّث (مرتد ہونے) کا حکم کیا جائے پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین قیّم تام [(۲)] لائے ہیں کسی کو کوئی حق نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر استدراک کرے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو آپ کے بعد کامل کرے۔ پس اسلام اور ایمان نسبی نام نہیں کہ اس کے ساتھ چمٹا رہے بلکہ تصدیق اور عمل کا نام ہے۔

---

(۱) نام رکھا گیا، پکارا گیا۔

(۲) قائم رہنے والا، ہمیشہ کے لئے۔

اِیْثَارُ الْحَقِّ عَلَی الْخَلْقِ لِلْمُحَقِّقِ الشَّهِيْرِ حَافِظ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمِ اَلْوَزِيْرُ الْيَمَانِيُّ۔ (ص ۴۱۵)

یہ جان لو کہ اصل میں کفر جان بوجھ کر تکذیب کرنا ہے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے یا کسی کی اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی کلمہ کفر کہے ھَازِلًا یا لَاعِبًا اس کی تکفیر کی جائے گی۔ (ردالمحتار عن البحر)

جیسا کہ خانیہ میں ہے اگر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ نبوت کے وقت اور اس سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کو معصوم نہیں جانتا اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ یہ رد نصوص ہے۔

جامع الفصولین ابن حزم کی کتاب الفصل قاضی عیاض کی شرح شفاء اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الصارم المسلول کے حوالے

جامع الفصولین میں ہے اگر کسی نے کلمہ شہادت علی وجہ العادت کہا تو اسے کچھ نفع نہ دے گا جب تک کہ جو کہا تھا اس سے نہ لوٹے کیونکہ کلمہ شہادت سے اس کا کفر رفع نہیں ہوتا۔

ابن حزم کی کتاب الفصل میں ہے جو چیز بالاجماع ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چیز کی تھی پھر کوئی اس کا انکار کرے بالاتفاق اسے کافر کہا جائے گا اور جو آدمی استہزاء[1] کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے کسی فرشتے سے یا اس کے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی سے یا قرآن پاک کی کسی آیت سے پس وہ کافر ہے۔

قاضی عیاض کی شفا کی شرح جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

اَجْمَعَ عَوَامُّ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

---

(۱) بے ادبی، مذاق (تمسخر)۔

عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يُقۡتَلُ، قَالَ مُحَمَّدُ بۡنُ سَحۡنُوۡنَ۔ اَجۡمَعَ الۡعُلَمَاءُ عَلٰى اَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَلۡمُتَنَقِّصُ لَهٗ كَافِرٌ، وَمَنۡ شَكَّ فِيۡ كُفۡرِهٖ كَفَرَ۔

ترجمہ: ’’اہلِ علم نے اجماع کیا ہے کہ جس نے حضور اکرم ﷺ کو گالی دی اس کو قتل کیا جائے گا محمد بن سحنون نے فرمایا علماء کرام نے اتفاق کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو گالی دینے والا اور حضور اکرم ﷺ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہو گیا۔‘‘

اگر کسی شخص نے کہا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ بشر ہیں یا فرشتہ، یا جنات میں سے ہیں یا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ عربی ہیں یا عجمی تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں، کیونکہ قرآن پاک کو اس نے جھٹلایا۔

اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کتاب الصارم المسلول ص ۵۱۹ پر لکھا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ ؕ (سورۃ التوبہ:٦٦)

ترجمہ: ’’تم عذر مت پیش کرو کیونکہ تم کافر ہو گئے ایمان لانے کے بعد۔‘‘

یہ نہیں فرمایا کہ تم:

اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ ؕ (سورۃ التوبہ:٦٥)

کہنے میں جھوٹے ہو بلکہ ان کے خوض اور لعب پر ان کی تکفیر کی وہ ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

قبر میں خاتم النبیین کے بارے میں سوال ہوگا

تاریخ ابن عساکر میں ہے تمیم داری کے ترجمے میں کہ قبر میں سوال ہوگا خاتم الانبیاء کے متعلق۔

قرآن پاک نے ان کا نام رکھا ملحدین اور حدیث پاک میں اس کو باطنیت سے پکارا اور علماء نے ان کو زندیق کہا۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا (سورۃ حٰمٓ سجدہ: ۴۰)

ترجمہ: ”جو لوگ ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں۔“

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الخراج کا تذکرہ

امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

وَ کَذٰلِکَ الزَّنَادِقَةُ الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ وَ قَدۡ کَانُوۡا لَا یُظۡهِرُوۡنَ الۡاِسۡلَامَ۔ (ج ۱ ص ۱۹۶)

ترجمہ: ”اس طرح زندیق وہ لوگ ہیں جو الحاد کرتے ہیں اور اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

یَضَعُوۡنَ الۡکَلَامَ فِیۡ غَیۡرِ مَوۡضِعِهٖ۔

(زاد المسیر لابن جوزی ج ۷ ص ۲۶۱)

ترجمہ: ”کلام کو بے محل استعمال کرتے ہیں۔“

مرزا غلام احمد نے انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین اس قدر کی ہے کہ جس کو سن کر جگر شق ہوتا ہے، خصوصاً حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اِس سے جو کسی کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلاتا ہو وہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی نے کئی

جگہ کسی اور کا نام لکھ دیا ہے۔ میرا ایک قصیدہ ہے اس میں شعر ہے:

تَفَکَّہَ فِیْ عِرْضِ النَّبِیِّیْنَ کَافِرٌ
عُتُلٍّ زَنِیْمٍ کَانَ حَقٌّ مُھَانٍ
یَلَذُّلَہٗ بَسْطُ الْمَطَاعِنِ فِیْھِمْ
وَ یَجْعَلُ نَقْلاً عَنْ لِسَانِ فُلاَنٍ
فَشَانِیْ شَانُ الْاَنْبِیَاءِ مُکَفِّرٌ
وَ مَنْ شَکَّ قِیْلَ ھٰذَا لِاَوَّلٍ ثَانٍ

ترجمہ: ”وہ کافر انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین میں مزے لے رہا تھا وہ خود اجڈ ہے بدنام زمانہ حرام زادہ ہے اور یقیناً کمینہ ہے۔ ان کو لذت محسوس ہوتی ہے انبیاء کرام علیہم السلام کے اندر طعن پھیلانے میں۔ اور اس کو فلاں کی زبان سے نقل کرتے ہیں۔ میری شان یہ ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کی وجہ سے کافر ہے اور جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ ایسا ہے کہ وہ اوّل کو دوسرا کہے۔“

جیسا کہ بہار دانش کی حکایت ہے وہ حکایت بازاری ہے جب اس کو معلوم ہوا وہ یہیں بیٹھا سن رہا ہے تو اس سارے قصے کو خواب بنا دیا۔

وَ ھٰذَا کَمَنْ وَافِیْ عَلُوًّا یَسُبُّہٗ
بِجَمْعٍ اَشَدَّ السَّبِّ مِنْ شَنَانٍ
فَصَیَّرَہٗ رُؤْیَا وَ قَالَ بِاٰخِرٍ
اِذَا انْفَتَحَتْ عَیْنِیْ مِنَ الْخَفَقَانِ

ترجمہ: ”اور ایسا ہے جو اپنے دشمن کی برائی بیان کر رہا تھا۔

بغض کی وجہ سے بعض سخت گالیاں جمع کی ہیں تو پھر اس کو خواب ظاہر کیا کہ یہ تو میں نے خواب دیکھا تھا جب میری آنکھیں خفقان (گھبراہٹ) سے کھل گئیں۔"

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان قادیانیوں کے خلاف ہورہا تھا تو آپ نے دوران تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ مرزا صاحب نے انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کی ہے جو صراحتاً کفر ہے۔ والعیاذ باللہ

اس پر قادیانیوں کے نمائندے نے کہا کہ آپ کے شیخ حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کی وفات پر کہا تھا کہ

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

اس شعر میں مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نے صریح توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کی ہے، پھر آپ ان کو کافر کیوں نہیں کہتے۔ یہ سن کر مولانا مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حضرت کا شعر نہیں ہے، حضرت شاہ صاحب نے جواب دیا کہ شعر تو حضرت مولانا کا ہے۔ جج صاحب لکھو میں جواب دیتا ہوں، حضرت مولانا اس شعر میں اپنے شیخ کے لئے داد مانگ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں اور میرے شیخ کے کارنامے کو ملاحظہ فرمائیں اور داد دیں جیسے چھوٹے بڑوں سے داد مانگا کرتے ہیں۔ چونکہ آپ تشریف لانے والے ہیں، اسی واسطے آپ ہی سے داد بھی لینا ہے۔

ضروریات دین میں فقط استتابہ (۱) ہے، فتح الباری میں ہے کہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

أَيُّمَا رَجُلٍ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ فَادْعُهُ وَإِنْ عَادَ وَإِلَّا

(۱) پلٹ آنا، توبہ طلب کرنا۔

فَاضْرِبْ عُنُقَهٗ۔ (ابن حبان ج ۲۰ ص ۵۳)

ترجمہ: ”جو بھی آدمی مرتد ہو جائے اسلام سے ان کو اسلام کی طرف دوبارہ دعوت دیجئے اگر اسلام کی طرف لوٹ کر آیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کر دیجئے۔“

تکفیرِ روافض میں اختلاف ہے، راجح تکفیر ہے

روافض کے اکفار میں اختلاف ہے علامہ ابن عابدین شامی عدم تکفیر کی طرف ہیں، اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اکفار کرتے ہیں، ہمارے نزدیک بھی یہی صحیح ہے۔ اصل میں جو ابتلاء حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو پیش آیا وہ علامہ شامی کو پیش نہیں آیا، مسئلہ کا اختلاف نہیں ابتلاء کا ہے۔ ویسے ہمارے نزدیک حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ علامہ شامی سے فقیہ ہیں اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کو بھی ہم نے شامی سے فقیہ النفس پایا۔

ایک دفعہ فرمایا یہ جو حدیث میں آیا ہے:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۵)

ترجمہ: ”جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا ایمان وثواب کی نیت سے ان کے پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔“

اس کی شرح کے وقت مسند احمد کی یہ روایت بھی پیش نظر رکھنی چاہئے:

مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ كُتِبَ لَهٗ عَشْرُ حَسَنَاتٍ اِذَا اَشْعَرَ بِهٖ قَلْبُهٗ وَحَرَصَ بِهٖ۔ (مسند احمد ج ۱۳ ص ۳۸۳)

ترجمہ: ”جس نے نیکی کا ارادہ کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں جب دل نے ان کا شعور اور احساس کیا اور اس کے

ثواب کا حرص کیا۔"

یہ اِشعارِ قلب اور حرصِ ثواب ہی میرے نزدیک احتساب ہے جو نفس نیت پر ایک امر زائد ہے، نیت پر بھی ثواب ملتا ہے اور احتساب پر ثواب مضاعف (۱) ہوجاتا ہے گویا احتساب نیت کا استحضار ہے، فرمایا:

اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا۔ (سورۃ الاعراف:۱۵۸)

میں او بمعنی واؤ ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد الساری میں یہی لکھا ہے اور ابوداؤد کی روایت میں تو وہی آیا ہے۔

معتزلہ کا ردّ

معتزلہ نے تقدیر عبارت اس طرح نکالی ہے:

لَا يَنْفَعُ اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ اٰمَنَتْ وَلَمْ تَكُنْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا۔

ترجمہ: "اس کو ایمان نفع نہ دے گا جس نے موت سے پہلے ایمان نہیں لایا ہو یا موت سے پہلے تو ایمان لایا لیکن اس ایمان میں کوئی نیک عمل اس نے نہیں کیا۔"

تاکہ مقابلہ صحیح ہو سکے، اس کا جواب کلیات میں ابی البقاء نے بھی دیا ہے، ابن حاجب نے بھی جواب دیا ہے اور حاشیہ کشاف میں علامہ طیبی اور ناصر الدین نے ذکر کیا ہے اور ابن ہشام نے مغنی میں بھی ذکر کیا ہے۔ میرے نزدیک یہاں "او" دو چیزوں میں منافات (۲) کے لئے نہیں ہے بلکہ مقصد ایمان اور کسب خیر دونوں کی نفی ہے۔

---

(۱) دُگنا۔

(۲) ایک دوسرے کی ضد، نفی، مخالفت۔

کفار کے اعمال بھی دنیا میں مفید ہوسکتے ہیں

فرمایا حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اسلام سے پہلے جو طاعات میں نے کی ہیں ان سے کچھ فائدہ بھی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا:

اَسْلَمْتَ عَلٰی مَا اَسْلَفْتَ مِنْ خَیْرٍ۔ (مسلم ج ۱ ص ۷۹)

تم اپنے سابق اعمال خیر کے ساتھ تو مسلمان ہوئے، یعنی اسلام کی برکت سے تمہارے وہ اعمال خیر بھی قائم رہے اور اس وقت کی طاعات بھی نیکیاں بن گئیں۔

فرمایا مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ کفار کی طاعات وقربات ضرور نفع پہنچاتی ہیں کیونکہ ان میں نیت اور معرفت خداوندی ضروری نہیں۔ طاعات و قربات سے مراد صلہ رحمی، تحمل، بردباری، غلام آزاد کرنا، صدقہ، رحم وکرم، جواں مردی، بخش دینا، عدل وانصاف ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کفار کے اعمال خیر بغیر اسلام کے نجات اُخروی کا سبب نہیں بن سکتے۔ نہ وہاں کے ثواب ونعمت کا مستحق بنائیں گے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں گے تخفیف [1] عذاب کا سبب بن سکیں گے، اسی لئے علماء نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ عادل کافر کے عذاب میں بہ نسبت کافر ظالم کے تخفیف ہوگی۔ چنانچہ ابوطالب نے جو خدمات انجام دی تھیں ان کا فائدہ صراحتاً احادیث میں مذکور ہے۔

فرمایا یہ جو حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْسَنَ

---

(۱) کمی

اَحَدُکُمْ اِسْلَامَہٗ فَکُلُّ حَسَنَۃٍ یَعْمَلُھَا تُکْتَبُ لَہٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِمَائَۃِ ضِعْفٍ وَ کُلُّ سَیِّئَۃٍ یَعْمَلُھَا تُکْتَبُ لَہٗ بِمِثْلِھَا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱)

ترجمہ: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی دل سے اسلام لے کر آئے تو ہر نیکی جو وہ کرتا ہے وہ دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا کر لکھی جائے گی اور ہر وہ برائی جو وہ کرتا ہے اسی کی مثل لکھی جائے گی۔“

میرے نزدیک احسان اسلام یہ ہے کہ دل سے اسلام لائے اور زمانہ کفر کے تمام برے اعمال سے توبہ کرے، اور اسلام کے بعد ان سے بچنے کا عزمِ مصمّم(۱) کرے۔ ایسے شخص کے تمام گناہ بخشے جائیں گے۔

اور اساءۃ اسلام(۲) یہ ہے کہ اسلام لائے مگر زمانہ کفر کے تمام معاصی سے توبہ نہ کرے اور ان کا ارتکاب برابر کرتا رہے، ایسا شخص اگرچہ اسلام میں داخل ہوگیا اس سے تمام اگلے پچھلے معاصی کا مواخذہ ہوگا، پس جس حدیث میں سیہ آیا ہے کہ اسلام گناہوں کو ختم کردیتا ہے اس سے مراد وہی صورت ہے کہ گناہوں سے توبہ بھی شامل ہو۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ۔

(ترمذی، حدیث ۲۳۱۷)

ترجمہ: ”آدمی کے اسلام کا حسن اس میں ہے کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔“

☆☆☆☆

---

(۱) پکا (مضبوط) ارادہ۔

(۲) زوال، کمی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف کریمانہ

ایک دفعہ غالباً ۱۳۴۸ھ بیرون کا موسم تھا، اور احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) دیوبند حاضر ہوا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ڈابھیل سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت صحن میں چارپائی پر تشریف فرما تھے، مولانا مشیت اللہ بجنوری رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے مہمان بیٹھے تھے۔کمال مہربانی فرمائی، ہمیں دیکھتے ہی چارپائی سے اٹھ کر ننگے ہی پاؤں ہماری طرف تشریف لائے اور مصافحہ فرمایا، پھر مولانا مشیت اللہ بجنوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ان کو بیر کا چھلکا اتار کر عنایت فرمارہے تھے، ایک طبق ہماری طرف بھی رکھ دیا اور ایک طالب علم کو فرمایا کہ ان کو چھیل کر کھلاؤ اور دوسرے طالب علم کو جیب مبارک سے ایک روپیہ نکال کر دیا اور فرمایا کہ بکری کا عمدہ گوشت بازار سے لاؤ پھر گھر کے اندر تشریف لے گئے۔

مولانا محفوظ علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ گھر میں حضرت فرمارہے تھے کہ بہت معزز مہمان آئے ہیں کھانا عمدہ پکائیو، پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ دو ٹوکرے باقرخانیوں کے لے آئے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی، اگر کوئی شے لانا ہی ہو تو یسیر[1] سی چیز لے آیا کرو، میرے ہاں محبت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، بہت تھوڑی چیز لانا چاہیے۔

''فصل الخطاب'' کا تذکرہ اور جواب

پھر فصل الخطاب کے متعلق میں نے تذکرہ شروع کردیا کہ ایک صاحب نے اس کا جواب لکھا ہے بڑی ہی تَعَلِّی[2] دکھائی ہے۔فرمایا جب عناد[3] پر کوئی

---

(۱) کم مقدار، تھوڑی۔

(۲) برتری۔

(۳) مخالفت۔

اتر آئے تو اس کا کیا علاج ہے۔ عصر کے وقت مولانا مشیت اللہ رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے ہم سب نماز کے لئے قریب والی مسجد میں چلے گئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود امامت کرائی اسی طرح سب نمازوں میں خود ہی امام بنے، اللہ تعالیٰ نے حضرت کی اقتداء میں کئی نمازیں نصیب کر دیں۔

دوسرے دن بعد نماز فجر ہی ہمیں بلایا، اور بڑی شفقت فرمائی، میں نے بعض عبارت فصل الخطاب کا مطلب پوچھا نہایت خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے جواب عنایت فرماتے رہے، اس پر بڑے خوش ہوئے کہ اس کو کتاب پر نظر ہے۔ پھر فرمایا آپ ذرا لیٹ جایئے یہ کمبل ہیں ان کو نیچے بچھا لیجئے، خود اپنے دست مبارک سے عنایت فرمائے ہم نے متبرک سمجھ کر تکیہ کے نیچے رکھ لئے پھر دوپہر کو کھانا پرتکلف بھیجا، مولانا محفوظ علی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد ادریس سکروڈوی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی ایک مہمانوں نے مل کر کھانا کھایا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیعت فرما کر ذکر چشتیہ تلقین فرمانا

پھر بعد ظہر میں نے عرض کیا کہ ساتھی کو بیعت فرما لیں نہایت شفقت سے قبول فرما لیا، اور دوازدہ (بارہ تسبیح) چشتیہ کا ذکر تلقین فرمایا۔

بچوں کے لئے تعویذ

پھر احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) نے دو تعویذوں کے لئے عرض کیا کہ نظر کا تعویذ ایک میرے بچے کے لئے اور ان کے بچے کے لئے درکار ہے۔ فرمایا میری تو دوات تعویذ کے قابل نہیں رہی۔ خشک سیاہی پانی ڈالنے سے پھیکی ہو جائے گی اور پرانی بودار اس سے تعویذ نہیں لکھنا چاہئے، عرض کیا کہ تعویذ تو حضرت سے لکھوانا ہے پھر دوات میں سیاہی نئی ڈلوائی اور تعویذات لکھ کر ہمارے حوالے کئے فرماتے تھے خود ہی لکھ لینا:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ
وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔ (بخاری، حدیث:۳۳۷۱)

ترجمہ: ''میں پناہ پکڑتا ہوں اللہ تعالیٰ کی مکمل کلمات کے ساتھ ہر شیطان سرکش اور نظر ڈالنے والی آنکھ سے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس پر یہ الفاظ بھی زیادہ کرے:

حَصَّنْتُكَ بِحِصْنِ اَلْفِ اَلْفٍ۔

ترجمہ: ''میں نے آپ کو ہزار ہزار قلعوں میں محفوظ کیا۔''

احقر نے عرض کیا کہ حضرت ہی تحریر فرمادیں پھر بڑی عنایت ہوئی۔

جب شام کی گاڑی سے ہم واپس ہونے لگے تو فرمانے لگے اگر کوئی اور گنجائش ہو تو اور ٹھہر جاؤ، احقر نے عرض کیا کل کو رخصت لے لیں گے، پھر اگلے دن صبح کو مجلس ہوئی، جب رخصت ہونے لگے تو فرمایا کہ آپ کی مہمانی کا تفقد (۱) نہیں ہوسکا۔ کچھ خیال نہ کرنا میں بھی علیل ہوں مجھے بہت رقت ہوئی کہ اتنی شفقت پر بھی یہ عذر۔

مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر

مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس کے تاثرات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے فرمایا کہ میں بحر علم وعمل، قدوۃ المحدثین زبدۃ المدققین حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ صاحب قدس سرہ کے متعلق کچھ یادداشت قلم بند کروں، مگر آپ کو معلوم ہے کہ بیماری کی وجہ سے میرا حافظہ باقی نہیں رہا۔ صرف ایک دو باتیں بالمعنی عرض کرتا ہوں۔ (وَهِيَ هٰذَا)

---

(۱) اہتمام۔

جب کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ دارالعلوم دیوبند میں تھے اس وقت میں تھانہ بھون گیا ہوا تھا، وہاں سے فارغ ہوکر دیوبند آیا اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اس وقت اوپر والے کمرے میں تھے۔ جو دارالتفسیر کی قریب ہے اتفاق سے اکیلے تھے میں ملا اور مؤدبانہ ملاقات کے بعد بہت سی باتیں ہوئیں، بعد میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے اپنی کتاب فصل الخطاب دی اور فرمایا کہ اس کو دیکھنا، پھر فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے یہ کتاب طلباء کو مفت دی مگر بعض طلباء نے بازار میں چار آنہ میں بیچ دی، مفت کی یہ قدر کی۔ پھر فرمایا کہ میرے دل میں مضامین اُبلتے اور جوش مارتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان کو بذریعہ تحریر ظاہر کروں مگر افسوس کہ میں تحریر میں کوتاہ قلم ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ دوسرا آدمی قابل تیز قلم ہر وقت میرے پاس رہے جب وہ مضامین جوش ماریں تو میں لکھوا دیا کروں، افسوس کہ ایسا آدمی نہیں ملتا، جو ملتا ہے وہ قابل نہیں ہوتا، اور جو قابل ہوتا ہے فراغت نہیں نکالتا۔

جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈابھیل چلے گئے اس کے بعد ایک وقت دیوبند آئے ہوئے تھے۔ غالباً رمضان المبارک میں یا عیدالاضحیٰ کے بعد بندہ مع چند رفقاء تھانہ بھون گیا ہوا تھا۔ وہاں سے فارغ ہوکر ہم سب دیوبند آئے، غالباً مولانا محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بھی ساتھ تھے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی زیارت کے لئے گھر پر حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مرض کی وجہ سے کچھ ضعف ہو رہا تھا مگر شفقت بزرگانہ سے ساتھ بیٹھے اور افادیت سے متمتع (۱) کیا۔

---

(۱) مستفید۔ فائدہ پہنچایا۔

مُغنی ابن قُدامہ مطبوعہ اور مخطوطہ میں فرق ہے

میں نے ایک عبارت مغنی ابن قدامہ کی پوچھی فرمایا وہ ابن قدامہ کی مغنی جو مطبوعہ ہے وہ غلط ہے۔ صحیح نسخہ مکہ مکرمہ کے کتب خانہ میں ہے میں جب عرب گیا تھا تو مکہ مکرمہ میں اس کا مطالعہ کیا تھا اس مسئلہ کے متعلق عبارت نقل کرلی تھی، چنانچہ باوجود ضعف کے اٹھے اور اندر سے دو تین ورق لائے اور عبارت پڑھی میں نے وہ عبارت نقل کی (افسوس کہ وہ عبارت 1947ء کے انقلاب میں جالندھر کے کتب خانہ میں رہ گئی)۔

میں اس وقت اپنا رسالہ ''خیر الکلام فی ترک الفاتحہ خلف الامام'' لکھ رہا تھا چنانچہ اس کے اٹھائیس صفحے تیار ہوئے تھے، میں نے پہلے تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت مرشدی ومولائی حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب قدس اسرارہم کو سنائے حضرت والا نے میری حوصلہ افزائی کے لئے دس روپے بطور انعام دیئے۔ یعنی اس رسالہ کے دو چار ورق سنائے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے بھی پسند فرمائے تو میں نے سوال کیا کہ آپ نے غیر مقلد کا رسالہ ''الکتاب المستطاب'' دیکھا یا نہیں؟ فرمایا کہ میں جہلاء حمقاء کی کتابیں نہیں دیکھا کرتا، میں نے عرض کیا کہ میں اس واسطے پوچھتا ہوں کہ میں آج کل اس کا جواب لکھ رہا ہوں، اور اس میں بعض باتیں قابل استفسار ہوتی ہیں۔

فرمایا جو بات قابل استفسار ہوا کرے تو اس کو آپ اپنی طرف نسبت کیا کریں، میں جواب دوں گا، اگر کسی شخص کی طرف نسبت ہوئی تو میں جواب نہیں دوں گا۔

پھر میں نے عرض کیا کہ مجھے سند حدیث دیجئے اور اطراف کتب حدیث سن لیجئے، فرمایا کہ میں آپ کو بلا سنے سند دیتا ہوں، اور اجازت (حدیث) دیتا

ہوں میرا آپ پر اعتماد ہے اگر سند مطبوعہ میرے پاس ہوتی تو آپ کو اس وقت دے دیتا جب میں ڈابھیل پہنچوں تو مجھے یاد دلانا میں مطبوعہ سند بھیج دوں گا۔

بندہ خیر محمد

مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

(۲۸ جمادی الاخری ۱۳۸۳ھ)

☆☆☆☆

فلپائن کے شیخ الاسلام کا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے متاثر ہونا

۱۳۳۲ھ میں شیخ الاسلام فلپائن دیوبند تشریف لائے ان کی آمد پر جلسہ ہوا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے بھی شرکت فرمائی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے طلباء اور اساتذہ کے مجمع میں جو تقریر فرمائی وہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی زبانی سنئے، آپ ماہنامہ ''القاسم'' ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ اور محرم ۱۳۳۲ھ میں فرماتے ہیں:

اس کے بعد جناب مولانا سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ مدرس دارالعلوم دیوبند نے نہایت فصیح وبلیغ عربی زبان میں برجستہ تقریر فرمائی۔ مولانا موصوف کے فضل و کمال علمی اور فصاحت و بلاغت سے اکثر حضرات واقف ہیں، مولانا کی تقریر ایک جانب اگر باعتبار زباندانی اور فصاحت روانی کے بے مثل تھی تو دوسری جانب ایسے مضامین اور حقائق اصول دین ونکات علم کلام وحدیث پر حاوی تھی جو کم کسی نے سنی ہوگی، حضرت شیخ الاسلام موصوف بھی آپ کی تقریر ومضامین پر محو حیرت تھے، نہایت غور کے ساتھ ہمہ تن گوش بنے ہوئے متوجہ تھے اور استحسان وتسلیم کے ساتھ گردن ہلاتے تھے، مولانا نے جو مضامین بیان فرمائے، وہ حقیقت میں ایسے تھے کہ دوسرا شخص گو کتنا ہی وسیع النظر اور قادر علی الکلام ہو متعدد مجالس میں بھی ادا نہ

کرسکتا تھا، مگر آپ کا دوسرا کمال یہ تھا کہ ان ہی مضامین دقیقہ (۱) کو نہایت جامع اور مختصر الفاظ میں بہت تھوڑے سے وقت کے اندر اس طرح بیان کردیا کہ نہ فہم مضامین میں خلل واقع ہوا نہ کوئی ضروری بات فروگزاشت (۲) ہوئی نہ بے ضرورت زائد از حاجت ایک جملہ زبان سے نکلا۔ اس میں بھی ذرا شک نہیں کہ اگر ہفتوں سوچ کر اور عبارت کو مہذب ومنقح بنا کر کوئی شخص لکھتا اور یاد کر کے سناتا تو ایسی سلاست وروانی کے ساتھ نہ پڑھتا اور ایسی واضح و برجستہ تقریر نہ کرسکتا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

(شیخ الاسلام فلپائن نے جوابی تقریر میں یہ بھی فرمایا) اور ابھی مجھ کو استاذ جلیل (مولانا سید محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ) نے اس مدرسہ کے مؤسس اور بانی کے اصول دربارۂ اشاعت علوم تائید دین سمجھائے ہیں تو مجھ کو معلوم ہوگیا کہ اس جگہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کی تعلیم دی جاتی ہے، اور یہی طریقہ میرے نزدیک اہل سنت والجماعت کا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے متبع ہیں اور طریقہ سنت کی تائید اور مبتدعین کا رد بھی عین سنت او فرائض علماء میں داخل ہے۔

اور آخر میں قسم کھا کر فرمایا آج استاذ جلیل (مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کے ذریعے سے حقائق اور معارف علوم دین کے ایسے بے بہا موتی میرے کان میں پڑے جو آج تک کبھی نہ سنے تھے اور یہ مجلس ہمیشہ یاد رہی گی۔

فصاحت وبلاغت کے نمونے

☆......ایک دفعہ لاہور آسٹریلیا مسجد حوض کی چھت پر چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ احقر نے دریافت کیا کہ کیا لما ظرفیہ کا صلہ فاء بھی آتا ہے؟ فوراً

---

(۱) مشکل، باریک۔

(۲) بھولنا۔

فرمایا کہ شرح الفیہ میں اُشمونیؒ نے لکھا ہے کہ جائز ہے۔ اور استدلال میں آیت پیش کی:

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ (سورۃ لقمان:۳۲)

ترجمہ: ”پھر جب ان کو خشکی کی طرف نجات دی تو کوئی ان میں ہوتا ہے بیچ کی چال پر۔“

اور بھی بلغاء کے ہاں یہ استعمال ہوا ہے، پھر احقر نے تلاش کیا تو مختصر المعانی ص ۴ میں ہے:

ثُمَّ لَمَّا وُفِّقْتُ بِعَوْنِ اللّٰهِ وَ تَائِيْدِهٖ لِلْاِتْمَامِ اِلخ فَجَاءَ بِحَمْدِ اللّٰهِ كَمَا يَرُوْقُ النَّوَاظِرُ۔

ترجمہ: ”پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے مجھے اتمام کی توفیق دی گئی۔“

نیز تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۹۳ مصری اور ملا عصام نے اس پر بحث نفیس کی اور اس کا جواز ثابت کیا ہے۔

احقر نے عرض کیا کہ ایک غیر مقلد نے لکھا ہے کہ ذو کی اضافت مضمر کی طرف جائز نہیں ہے۔ فوراً فرمایا کہ مسلم شریف کے خطبہ ہی میں ہے:

مِثْلُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اِبْنِ عُمَرَ وَ ذُوِيْهِمَا۔

ترجمہ: ”ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ کی طرح۔“

ص ۲۳ مسلم میں آخری سطر، میں نے جستجو کی تو بہت سی کتابوں میں یہ مل گیا۔

مختصر المعانی ص ۱۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی:

لَسَلَّمَ مِنَ الْفَصْلِ بَيْنَ الْحَالِ وَ ذِيْهَا بِالْاَجْنَبِيِّ ۔

جَادَلْتُمْ خَاصَمْتُمْ عَنْهُمْ عَنْ طُعْمَةٍ وَذَوِيْهِ۔

(جلالین ص ۸۶ مطبوعہ نور محمد)

ترجمہ: ''تو وہ بچ گئے فصل سے حال اور ذی الحال کے درمیان اجنبی سے۔''

مقامات حریری ص ۱۰۱ میں ہے:

فَجَاءَتْ بِابْنٍ يُسِرُّ ذَوِيْهِ (وَغَيْرُهٗ مِنَ الْكُتُبِ)۔

ایک صاحب نے اجتماع کا صلہ مع آنا ناجائز لکھا ہے اور درۃ الغواص کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ جوہری نے اس کا رد کیا ہے اور صحاح جوہری میں ہے:

جَامَعَهٗ عَلٰى كَذَا أَيْ اِجْتَمَعَ مَعَهٗ۔

مسلم شریف میں بھی ص ۵۲ پر فرماتے ہیں:

وَلَمْ يَذْكُرْ قُدُوْمُ ابْنِ الْمَسْعُوْدِ وَاِجْتِمَاعُ ابْنِ عُمَرَ مَعَهٗ۔

ترجمہ: ''ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے آنے کا ذکر نہیں کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمع ہونے کا ذکر بھی نہیں کیا۔''

اور ابن عقیل شرح الفیہ مصری ص ۸۴ میں ہے:

أَنْ يَقَعَ ظَرْفًا لِمَا اجْتَمَعَ مَعَهٗ۔

شرح ملا جامی ص ۵۶ میں ہے:

لَا يَجْتَمِعُ مَعَ اللَّامِ وَالْإِضَافَةِ۔

تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۸۴ میں ہے:

رَأَيْتُ يَوْمًا اِجْتَمَعَ مَعَ الدَّارِقُطْنِيِّ۔

ترجمہ: ''میں نے ایک دن دیکھا وہ دار قطنی کے ساتھ جمع ہوا تھا۔''

تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۹ میں ہے:

اِجْتَمَعَ مَعَهٗ۔

اور ص ۴۰۸ میں ہے:

اَنْ یَجْتَمِعَا مَعَ الْاَوْلَادِ اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ مِنَ الْعِبَارَاتِ۔

ابن سینا اور مسئلہ روح

☆......فرمایا کہ ابن سینا نے روح کی تحقیق پر ایک قصیدہ لکھا اور اپنی حیرت کا اظہار کیا، پھر روح ہی کی تحقیق پر حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ایک قصیدہ لکھا جو بلیغ بھی اور تحقیقی بھی ہے۔ فرمایا کہ شاہ صاحب جب روحانی آدمی تھے اس میں عَلَمْ کو مضاف استعمال کیا ہے۔ اس پر اعتراض ہوا کہ علم کو مضاف تو استعمال نہیں کیا جاتا، یہ محاورہ عرب کے خلاف ہے، پھر یہ معاملہ صاحب نفحۃ الیمن تک پہنچا تو اس نے کہا علم کو مضاف وہی استعمال کرسکتا ہے جو لغات عرب پر عبور تام رکھتا ہو، یہ کوئی بڑا ادیب ہے جس کا یہ کلام ہے تو اعتراض کرنے والوں کو تسلی ہوئی۔

فصل الخطاب کی عبارت کا مطلب

☆......احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ) ۱۳۴۹ھ / مارچ 1930ء دیوبند حاضر ہوا اس وقت حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں مولانا محمد ادریس سیکروڈوی رحمہ اللہ بھی حاضر تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ فصل الخطاب کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟ مگر مولانا حل نہ کرسکے، پھر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اذکار واوراد سے فارغ ہوکر ہمیں اندر بلالیا، میں نے پھر وہی عبارت پیش کی۔ فرمایا:

فَلَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ۔

میں کلمہ استثناء کے بعد تعیین فاتحہ کرنا شارع کو منظور ہے، یہ نہیں کہ تعمیم

فاعل بیان کرنا مقصود ہے پس لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا بِاُمِّ الْقُرْآنِ میں ناظرین پر مُلتبس(۱) ہو گیا کہ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا جو کلمہ اُمُّ الْقُرْآنِ سے قبل مقدر ہے اس کی ضمیر جمع مذکر جو واؤ ہے اس کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے، حالانکہ مقصود اُم القرآن کی تعیین ہے گویا یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ فاتحہ مقتدی سے بطور لزوم پڑھانا مقصود نہیں، اگر کوئی پڑھے تو اباحت مرجوحہ موجود ہے۔

فصل الخطاب ص ۶۷ کی اصل عبارت یہ ہے:

وَ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ لَفْظُ مُحَمَّدِ ابنِ اِسْحَاق مِنْ اَوَّلِہٖ اِلٰی آخِرِہٖ مَسْئَلَۃُ وُجُوْبِ الْفَاتِحَۃِ فِی الصَّلَاۃِ قَصْدًا مَعَ الْاِبَاحَۃِ لِلْمُقْتَدِیْ تَبْعًا، وَ لَیْسَ التَّعْلِیْلُ لِعُمُوْمِ الْفَاعِلِ وَ ھُوَ الضَّمِیْرُ فِیْ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا الْمُقَدَّرُ بَلْ لِتَعْیِیْنِ الْمَفْعُوْلِ بِہٖ اِیَّاھَا وَ ھُوَ قَوْلُہٗ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ، وَ ھُمَا اَمْرَانِ۔ فَالْمَطْلُوْبُ ذَاتُ الْفَاتِحَۃِ وَ وُجُوْدُھَا عَلٰی شَاکِلَۃِ فَرْضِ الْکِفَایَۃِ لَا عَمَلَ کُلِّ وَاحِدٍ لُزُوْمًا، فَاِنْ فَعَلَ مَنْ شَآءَ مِنْھُمْ فَھُوَ فِیْ حَدِّ الْاِبَاحَۃِ الْمَرْجُوْحَۃِ، وَالْتَبَسَ عَلَی النَّاظِرِیْنَ تَعْیِیْنَ الْمَفْعُوْلِ بِہٖ بِتَعْمِیْمِ الْفَاعِلِ لُزُوْمًا۔

ترجمہ: ”یہ احتمال ہے کہ محمد ابن اسحاق کا کلام اول سے آخر تک نماز میں وجوب فاتحہ کا مسئلہ ہے قصداً اور مقتدی کے لئے اباحت تبعاً ہے اور یہ عموم فاعل کے لئے تعلیل نہیں ہے بلکہ تعیین مفعول بہ کے لئے تعلیل ہے اور وہ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ ہے اور یہ دونوں مختلف امر ہیں تو مطلوب فاتحہ کی ذات ہے۔

(۱) مشتبہ۔ مُبہم۔

فرض کفایہ کے طور پر نہ یہ کہ ہر آدمی پر لزوماً واجب ہو۔ پس
جس نے چاہا پڑھ لیا تو اباحت ہے لیکن یہ بھی مرجوح
ہے ناظرین پر تعیین مفعول بہ وہ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ ہے اس کا
التباس تعیم فاعل اِیْ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا ہے۔"

غرض حضرت شاہ صاحب کے تقریر فرمانے کے بعد بندہ کا تو شرح صدر ہو گیا اور بات سمجھ میں آ گئی۔

ادھر ایک صاحب نے اعتراض کیا وہ جلدی میں سمجھنے سے قاصر رہے کہ شاہ صاحب لفظ اَنْ تَفْعَلُوْا جو اِلَّا کے بعد مقدر ہے اس سے بحث کر رہے ہیں تقدیر عبارت یوں ہے:

لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَاِنَّهٗ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا۔

چنانچہ حدیث مرفوع میں اسی طرح ارشاد ہے:

قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا اَنْ يَقْرَأَ اَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِيْ نَفْسِهٖ۔

یہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم نہیں کہ لَا تَفْعَلُوْا میں ضمیر مقدر ہے یا بارز۔ دیکھئے غور نہ کرنے سے مطلب کیا سے کیا بن گیا۔ کسی نے خوب کہا ہے:

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

ترجمہ: "جب آپ اہل دل کی باتیں سنو تو یہ مت کہو کہ یہ غلط ہے
آپ باتوں کو جاننے والے نہیں، اے دلبر خطا یہاں ہے۔"

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

وَهُوَ الضَّمِيْرُ فِيْ لَا تَفْعَلُوْا الْبَارِزُ۔

حضرت شاہ صاحب فرمارہے ہیں:

هُوَ الضَّمِيْرُ فِيْ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا الْمُقَدَّرُ۔

اول تو جناب نے لفظ ہی بدل دیا، اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا کی جگہ لَا تَفْعَلُوْا نہی کا صیغہ لکھ مارا، پھر یہ بھی خیال نہ فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب نے مقدر ضمیر کو نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اَنْ تَفْعَلُوْا جو کہ مقدر ہے اس کی ضمیر جمع مذکر واؤ کی تعمیم مقصود نہیں، چنانچہ اس سے صریح عبارت فصل الخطاب ص ۶۸ میں یہ ہے:

اَیْ اَنَّ قَوْلَهٗ: فَاِنَّهٗ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْبِهَا لَيْس تَعْلِيْلاً لِعُمُوْمِ الْفَاعِلِ فِيْ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا، بَلْ لِتَعِيْنِ اَنَّ الْمَقْرُوْءَ اِنْ كَانَ فَهُوَ الْفَاتِحَةُ لَا غَيْرُهَا وَهُوَ الْمُنَاسِبُ، انتهى۔

اب ناظرین غور فرماسکتے ہیں کہ معترض کو عبارت سمجھنے کا سلیقہ نہیں...... نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا ...... اسی طرح اور بھی کچھ اعتراضات کئے جس کے تحقیقی جوابات ہم نے دوسری جگہ دیئے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا درس اور ظرافتیں

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے درس میں بعض اوقات ظرافت کی باتیں بھی ہو جاتی تھیں۔

☆...... ایک دفعہ فرمایا کہ ایک مغفل کھجور کے درخت پر چڑھ کر کھجوریں توڑنے لگا جب اترنے لگا تو طریقہ بھول گیا، ایک اور مغفل بھی آ گیا اس نے رسہ طویل نیچے سے اس کی طرف پھینکا کہ اس کو اپنے بدن کے ساتھ باندھ لے میں تجھے نیچے کھینچ لوں گا، نیچے کھینچا تو بیچارہ گر کر مر گیا، لوگوں نے اس کو پکڑا کہ یہ تو نے

کیا کیا بے چارے کی جان بھی گئی، جواب دیا کہ میں نے ایک دفعہ ایک شخص کو کنوئیں سے اسی طریقہ سے اوپر کھینچ لیا تھا اسی پر قیاس کر کے میں نے سمجھا۔

چہ دہ گز بہ بالا چہ دہ گز بزیر

ترجمہ: ''کیا دس گز اوپر کیا دس گز نیچے۔''

ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

☆......فرمایا حضرت علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ درس حدیث دے رہے تھے کوئی رئیس آیا اور حضرت کی خدمت میں اشرفیوں کی تھیلی پیش کی اور رکھ کر جانے لگا ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھا کر تھیلی کو پھینک دیا، تھیلی پھٹ کر دینار ادھر ادھر بکھر گئے اور رئیس ان کے پیچھے دوڑنے لگا اور جمع کرنے لگا حضرت ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے جب تو نے یہ اشرفیاں مجھے دے دی تھیں تو اب تم کس لئے جمع کرتے ہو؟ اب تو تمہاری ملک رہی نہیں سچ ہے دنیا کی حرص بری چیز ہے۔

☆......فرمایا ایک دفعہ میں اور مولانا اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ دیوبند کے لئے چندہ کی غرض سے سورت گئے، میزبان نے کچھ کھانا لا کر رکھا، ہم کھانے لگے میں نے خیال کیا کہ اور تو شاید آئے گا نہیں اسی میں گزارہ کرلیا، تھوڑی دیر میں اور کھانا بھی لے آئے، مولانا اصغر حسین صاحب فرمانے لگے کہ تو کیوں نہیں کھاتا؟ میں نے کہا مجھے تو یاس کُلّی (۱) ہو چکی تھی اب کھانا اور نہیں آئے گا، لہٰذا میں نے اسی میں گزارہ کرلیا اس ''یاس کُلّی'' پر بہت مسکراتے تھے۔

حدیث ''انما الاعمال'' کی عجیب وغریب تشریح

☆......اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِیءٍ مَّا نَوٰی، فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰی

(۱) مکمل مایوسی

دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوِامْرَأَةٍ یَنْکِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲)

ترجمہ: ''یقیناً اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے پس جس نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پس اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے اور جس نے ہجرت کی دنیا کے لئے کہ وہ اسے مل جائے یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے تو اس کی ہجرت اسی کیلئے ہوگی جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔''

فرمایا یہاں تین چیزیں ہیں: (۱) عمل، (۲) نیت، (۳) غایت۔ پہلی کی طرف اشارہ فرمایا...... فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ...... یعنی عمل کی طرف اشارہ کردیا، اور ثانی کی طرف اشارہ فرمادیا...... اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ...... پس الی اللہ یہ نیت ہے۔ تیسری چیز کی طرف اشارہ فرمادیا...... فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ...... پس وہ غایت ہے ایسا ہی جملہ ثانیہ میں ہے۔

لفظ مسیح کی تشریح

☆...... فرمایا لفظ مسیح ماشیح کا معرّب ہے، اس کے معنی عبرانی زبان میں مبارک، اور لفظ عیسیٰ ایشوع سے لیا گیا ہے اس کے معنی مخلص، اور فارقلیط کا جو لفظ انجیل میں آیا ہے اس کے معنی محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء ہیں، جب مراد اس سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول انبیاء کی تصدیق عملی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی منتظر باقی نہیں ہے کیونکہ ان کے واپس تشریف لانے سے ثابت ہوگیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد چونکہ ختم ہوگئی اس لئے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے لایا گیا، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص مناسبت ہے اس لئے ان ہی کا انتخاب ہوا، جس نبی نے صراحۃً بشارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف

لانے کی دی وہی آکر تصدیق بھی فرمائیں گے۔ اور حضور اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ پر عمل پیرا ہوں گے۔

فتاویٰ عالمگیری کا تذکرہ

☆......لاہور میں خدام الدین کے جلسے پر بہت سے علماء جمع تھے، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے۔ مولانا سید محمد طلحہ رحمہ اللہ بھی تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اساتذہ کی روایت ہے کہ جب سلطان عالمگیر رحمہ اللہ نے فتاویٰ مرتب کرایا تو علماء رات کے وقت بعد نماز تہجد جو مسائل روزانہ لکھے جاتے سنایا کرتے تھے اور جب کسی مسئلہ میں علماء الجھ جاتے تو سلطان عالمگیر رحمہ اللہ جو کہتے تھے وہی مسئلہ پاس ہوکر تحریر ہوتا تھا، یہ اس کے وفور علم اور تقویٰ کی دلیل ہے۔

یوم عاشوراء کی تاریخ کی تحقیق

(ماہنامہ القاسم جلد ۳، دیوبند شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ)

عالی جناب صوبیدار صاحب کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ جملہ فقہاء محدثین کے نزدیک یوم عاشوراء دسویں محرم ہے، لیکن روایات حدیث اور حساب دونوں اس کے خلاف ثابت ہے۔

احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس روز مدینہ منورہ تشریف لائے یہود مدینہ کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ ان سے وجہ روزہ کی دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا یہ دن بہت مبارک ہے اسی دن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن یعنی فرعون سے نجات دی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس روز روزہ رکھا۔

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہم تو بہ نسبت تمہارے زیادہ مستحق

ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتباع کریں، تب آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی حکم دیا، اور یہ مسلّم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مدینہ منورہ تشریف لانا ۸ ربیع الاوّل کو ہوا، اور ۸ ربیع الاوّل مطابق ہوتی ہے۔ 20 ستمبر 662ء کے اور 20 ستمبر 662ء مطابق ہوتی ہے دہم تشرین کے، ان دونوں مقدموں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یوم عاشورا جس کے روزے کا مسلمانوں کو وجوباً یا استحساناً حکم دیا گیا ہے دہم تشرین ہوتی ہے۔ فقہاء کا صوم عاشورا کے لئے دسویں محرم کو متعین کر لینا ظاہراً غلط معلوم ہوتا ہے کسی حساب سے 20 ستمبر 662ء دسویں محرم کے مطابق نہیں ہوتی۔

مولانا سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین وفقہاء ومحدثین رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عاشوراء دسویں محرم ہے، اس میں ایک کو بھی اختلاف نہیں ہے، صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بدیں تفصیل مروی ہے "حکم بن الاعرج رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ عاشوراء کا روزہ کس روز رکھوں؟ فرمایا کہ جب تم ہلال محرم کو دیکھو تو شمار کرتے رہو جب نویں تاریخ ہو روزہ رکھو، میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح روزے رکھتے تھے؟ فرمایا: ہاں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یوم عاشوراء محرم کی دسویں تاریخ ہے، رہا نویں تاریخ کا روزہ یہ اس بناء پر تھا کہ رسول اللہ ﷺ نویں محرم کے روزہ کو دسویں کے ساتھ ملانا چاہتے تھے، اس کی خلاف صرف ایک روایت کی بناء پر بظاہر اشکال واقع کیا گیا جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَرَأَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ عَاشُوْرَاءَ۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۷۷)

''(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا''

لیکن درحقیقت یہ اشکال واقع نہیں ہوتا، کیونکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس روز مدینہ میں تشریف لائے اسی روز یہود کو روزہ رکھتے ہوئے پایا، بلکہ روایت کا یہ مطلب ہے کہ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد اول مرتبہ جب محرم آیا تو آپ ﷺ نے یہود کو دسویں تاریخ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔

اور صاحب ''نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام'' کی یہ روایت کہ یوم قدوم رسول اللہ ﷺ یوم عاشوراء تھا، کسی طرح حجت نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ روایت صحیح روایت کے خلاف ہے اس کے نقل وسیاق میں ضرور تخلیط[1] واقع ہوئی ہے، اور اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیں تب بھی اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ وہ دن عاشوراء مسلمین کا دن تھا، بلکہ یہود کے بعض فرقوں نے یوم عاشوراء کو جو قمری مہینے کے حساب سے ہوتا تھا شمسی مہینے میں لے کر اس دن اور تاریخ کو بدل دیا تھا، پس ممکن ہے کہ ان بعض یہود کی حساب سے عاشورا کا دن ہو نہ کہ مسلمانوں اور اکثر یہود کا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی قابل اعتماد روایت سے یہ امر ثابت نہیں کہ آپ کے تشریف لانے کا دن عاشوراء کا دن تھا، اور سارے اشکال کی بنیاد صرف اتنی ہی بات پر تھی، پوری تحقیق اور تفصیل مولانا کے کلام میں موجود ہے، ملاحظہ فرمایئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد بے حد مرحی قیوم را کہ تصرف ازمان واکوان در حیطۂ قدرت اوست، وتشریف چیزے بر چیزے بمقتضائے ''کل یوم ہو فی شان'' آیت کبریا وعظمت

---

(۱) کلام میں باطل کا ملانا، خلط ملط

او۔ درود نا محدود بر سید موجودات و سرور کائنات کہ سنت غرّاء وے حجت بیضاء است، وطلعت سعید وے عید سنہ شہباء، دین متین وے غرہ جبین سعداء وقرہ عیون کملاء، وبر آل واصحاب وے وجملہ اتباع واحباب وے۔

ترجمہ: ”بے حد حمد ہے اس حی وقیوم کے لئے کہ زمان اور کون کا تصرف اس کے احاطہ قدرت میں ہے۔ اور ایک چیز کی شرافت دوسری چیز کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ کے تقاضا کے مطابق اللہ کی کبریائی اور عظمت کی علامت ہے غیر محدد درود شریف اس موجودات کے سردار پر اور کائنات کے سردار پر ہے کہ اس کی چمکیلی سنت روشن دلیل ہے اور ان کا چہرے کا ظاہر ہونا عید ہے۔ اور اس کا دین متین نیک بخت لوگوں کی پیشانی کی چمک کا ذریعہ ہے اور اس کا دین متین کامل لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اور اس کے آل واصحاب پر اور ان کے تمام دوستوں اور متبعین پر درود ہو۔“

امابعد، ایں سطرے باقتضاء حال درحل بعض اشکال متعلق تاریخ یوم عاشوراء درسلک تحریر کشیدہ شد ومرام ازاں محض تحقیق مقام است لاغیر، و بخدا توفیق۔

ترجمہ: ”امابعد! یہ چند سطریں مقتضی حال کے مطابق بعض اشکال کے حل میں جو یوم عاشورا کے تاریخ کے متعلق اشکال تھا تحریر کیں اور مقصود اس سے صرف تحقیق مقام ہے اور کچھ نہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔“

باید دانست کہ یوم عاشورا بمقتضائے احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واتفاق امت مرحومہ یوم عاشورا از محرم الحرام حسب رؤیت ہلال است۔

ترجمہ: ”یہ جاننا مناسب ہے کہ یوم عاشورا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے مطابق اور امت مرحومہ کے اتفاق کے مطابق یوم عاشورا محرم کے چاند دیکھنے کے بعد دسواں دن ہے۔“

قَالَ فِیْ عُمْدَةِ الْقَارِیْ: وَهُوَ مَذْهَبُ جُمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ. اھ (ج ۱۱ ص ۱۱۷)

وَ قَالَ الزُّرْقَانِیْ : وَ قَالَ الْقَاضِیْ وَالنَّوَوِیْ: اَلَّذِیْ تَدُلُّ عَلَیْهِ الْاَحَادِیْثُ كُلُّهَا اَنَّهُ الْعَاشِرُ وَهُوَ مُقْتَضَى اللَّفْظِ. اھ (ج ۲ ص ۲۶۲)

ودر جامع ترمذی: عن الحسن عن ابن عباس روایت کردہ قَالَ:

اَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصَوْمِ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ یَوْمُ عَاشِرٌ. اھ (ج ۱ ص ۹۴)

وَ قَالَ فِیْ عُمْدَةِ الْقَارِیْ: وَ مِنْهَا مَا رَوَاهُ الْبَزَّارُ مِنْ حَدِیْثِ عَائِشَةَ بِلَفْظِ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِصِیَامِ عَاشُوْرَاءَ یَوْمَ الْعَاشِرِ. وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِیْحِ. اھ (ج ۱۱ ص ۱۱۹)

وَحَدِیْثُ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَكَمِ ابْنِ الْاَعْرَجِ قَالَ: اِنْتَهَیْتُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَ هُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَهُ فِیْ زَمْزَمَ. فَقُلْتُ: اَخْبِرْنِیْ عَنْ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ اَیُّ یَوْمٍ اَصُوْمُهُ؟ فَقَالَ: اِذَا رَاَیْتَ هِلَالَ الْمُحَرَّمِ فَاعْدُدْ، ثُمَّ اَصْبِحْ مِنَ الْیَوْمِ التَّاسِعِ صَائِمًا. قُلْتُ: اَهٰكَذَا كَانَ یَصُوْمُهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ. اھ (مسلم ج ۱ ص ۳۵۹)

ترجمہ: ”عمدۃ القاری میں ہے کہ جمہور صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والوں کا مذہب ہے زرقانی نے فرمایا اور قاضی نے اور نووی نے بھی۔ اسی پر تمام احادیث دلالت کرتی ہیں

کہ عاشورا دس محرم ہے لفظ کا تقاضا بھی ہے اور جامع ترمذی میں ہے، حضرت حسن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یوم عاشورا کے روزے کا وہ دسواں دن ہے۔ عمدۃ القاری میں ہے ان میں سے وہ روایت جو بزار نے نقل کی ہے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم عاشورا کا حکم دیا۔ دسواں دن اور اس کی سند کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں اور مسلم کی روایت حکم بن اعرج رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا انہوں نے اپنی چادر سے ٹیک لگائی ہوئی تھی، زمزم کے کنوئیں کے پاس تو میں نے کہا کہ یوم عاشورا کے بارے میں بتا دیجئے کہ کون سے دن؟ عاشورہ کا روزہ رکھوں۔ فرمایا جب آپ محرم کا چاند دیکھیں تو گننا شروع کر دیں پھر نویں دن روزہ رکھیں، میں نے کہا کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روزہ رکھتے تھے، فرمایا ہاں۔"

پس جواب بر اسلوب حکیم است، یعنی در تعیین عاشورا ہیچگو نہ خفا نیست کہ عاشر محرم الحرام است، آرے قابل لحاظ ایں امر است کہ تاسع نیز در صوم عاشر ضم باید کرد و در قول وے...... أهكذا يصومه محمد صلى الله عليه وسلم؟ فقال: نعم، اھ

ترجمہ: "پس یہ جواب حکیم کے اسلوب پر ہے کہ تعیین عاشورہ میں کسی قسم کی خفا نہیں ہے کہ عاشورہ دس محرم ہے اور یہاں جو ۹ محرم فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ۹ محرم کے روزے کو دس

محرم کے ساتھ ملایا جائے۔اور اس کے اس قول میں بھی کہ
اھکذا یصومه محمد فقال نعم اس میں بھی جواب
براسلوب حکیم ہے۔"

ہم اسلوب حکیم است کہ تمنائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را کہ اگر تاعام قابل زندہ مانند تاسع راہم باعاشر درصوم ضم کنند نازل بمنزلہ فعل آنحضرت ﷺ داشتہ چنانکہ سیاق طحاوی بریں معنی دلالت کند۔

ترجمہ: "کہ حضور اکرم ﷺ کی یہ تمنا تھی کہ اگر آئندہ سال تک زندہ رہے تو ۹ تاریخ کو روزہ رکھنے میں دس کے ساتھ ملائیں گے طحاوی کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔"

قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: أَخْبِرْنِیْ عَنْ یَوْمِ عَاشُوْرَاءِ، قَالَ: عَنْ اَیِّ........ تَسْأَلُ؛ قُلْتُ: اَسْأَلُ عَنْ صِیَامِهٖ أَیَّ یَوْمٍ أَصُوْمُ؛ قَالَ: اِذَا أَصْبَحْتَ مِنْ تَاسِعَةٍ فَأَصْبِحْ صَائِمًا۔ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۷۵)

ترجمہ: "میں نے ابن عباس ؓ سے کہا مجھے عاشورہ کے دن کے بارے میں خبر دیجئے انہوں نے فرمایا کہ عاشورہ کے کس چیز کے بارے میں آپ سوال کر رہے ہیں میں نے کہا اس کے روزے کے بارے میں۔فرمایا، جب آپ ۹ تاریخ کو صبح کرو تو روزہ سے صبح کرو۔"

قَالَ فِیْ عُمْدَةِ الْقَارِیْ: فَاِنْ قُلْتَ: هٰذَا الْحَدِیْثُ الصَّحِیْحُ یَقْتَضِیْ بِظَاهِرِهٖ اَنَّ عَاشُوْرَاءَ هُوَ التَّاسِعُ. قُلْتُ : أَرَادَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْ قَوْلِهٖ: فَاِذَا أَصْبَحْتَ مِنْ تَاسِعَةٍ فَأَصْبِحْ صَائِمًا. اَیْ ضَمِّ التَّاسِعَ مَعَ الْعَاشِرِ بِقَوْلِهٖ: نَعَمْ. مَارُوِیَ مِنْ عَزْمِهٖ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی صَوْمِ التَّاسِعِ مِنْ قَوْلِهٖ:

لَاَصُوْمَنَّ التَّاسِعَ، وَ قَالَ الْقَاضِیْ: وَلَعَلَّ ذٰلِكَ عَلٰی طَرِیْقِ الْجَمْعِ مَعَ الْعَاشِرِ، لِئَلَّا یَشْتَبِهَ بِالْیَهُوْدِ، كَمَا وَرَدَ فِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی: فَصُوْمُوْا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ۔ وَ ذَكَرَ رَزِیْنُ هٰذِهِ الرِّوَایَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْهُ وَ قِیْلَ: مَعْنٰی قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ: نَعَمْ: اَیْ نَعَمْ یَصُوْمُ التَّاسِعَ لَوْ عَاشَ اِلَی الْعَامِ الْمُقْبِلِ۔ وَ قَالَ اَبُوْ عَمْرٍو: هٰذَا دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَصُوْمُ الْعَاشِرَ اِلٰی اَنْ مَاتَ، وَلَمْ یَزَلْ یَصُوْمُهٗ حَتّٰی قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ، وَ ذٰلِكَ مَحْفُوْظٌ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اھ (ج ۱۱ ص ۱۱۷)

ترجمہ: ”عمدۃ القاری میں ہے کہ آپ اعتراض میں یہ کہیں کہ اس حدیث کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ عاشورہ ۹ محرم ہے میں جواب میں کہتا ہوں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مقصد اصبحت صائما من تاسعہ سے یہی ہے کہ ۹ کے روزے کو ۱۰ کے ساتھ ملا لیجئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ تھا ۹ محرم کے روزے کے ملانے کا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لاصومن التاسع کہ میں ۹ محرم کے روزے کو رکھوں گا۔ قاضی نے کہا کہ یہ ۹ جو فرمایا دس کے ملانے کے ساتھ جمع کرنے کے ساتھ ہے۔ تاکہ یہود کے ساتھ مشابہت نہ ہو، جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ نو اور دس کا روزہ رکھو۔ رزین نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے، حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بعض نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یعنی اگر آئندہ سال تک زندہ رہا تو ۹ تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا۔ ابو عمرو نے کہا یہ دلیل ہے اس بات پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

دس تاریخ کا روزہ وفات تک رکھا اور ہمیشہ رکھتے رہے جب سے مدینہ آئے۔"

وَقَالَ فِيْ فَتْحِ الْبَارِيْ: ثُمَّ مَا هَمَّ بِهِ مِنْ صَوْمِ التَّاسِعِ يَحْتَمِلُ مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَا يَقْتَصِرُ عَلَيْهِ بَلْ يُضِيْفُهُ إِلَى الْيَوْمِ الْعَاشِرِ إِمَّا إِحْتِيَاطًا لَهُ وَ إِمَّا مُخَالِفَةً لِلْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَ هُوَ أَرْجَحُ وَ بِهِ يَشْعُرُ بَعْضُ رِوَايَاتِ مُسْلِمٍ: وَلِأَحْمَدَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا: صُوْمُوْا عَاشُوْرَاءَ وَخَالِفُوا الْيَهُوْدَ يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ يَوْمًا بَعْدَهُ۔ (ج ۴ ص ۲۵۴) ونحو آں نزد طحاوی ہم است و ابن عباس خودش برصوم دوم یوم عامل بودہ۔

ترجمہ: "فتح الباری میں ہے یہ جو ۹ تاریخ کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ۹ تاریخ نہ رکھے بلکہ ۱۰ کے ساتھ ملائے یا تو احتیاط کے لئے تھی یا مخالفت یہود کی وجہ سے اور یہ مخالفت یہود و نصاریٰ زیادہ راجح توجیہ ہے یہ مسلم کے روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ احمد کی روایت ہے ابن عباس سے مرفوعاً عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو کہ ۱۰ کے ساتھ ایک دن پہلے یعنی ۹ کو ملاؤ یا اس کی بعد والے دن کو ملاؤ یعنی ۱۱ تاریخ کو۔ اسی طرح طحاوی میں بھی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ خود بھی دوسرے دن کے روزے پر عامل تھے۔"

قَالَ فِيْ عُمْدَةِ الْقَارِيْ: رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَانَ يَصُوْمُ الْيَوْمَيْنِ خَوْفًا أَنْ يَفُوْتَهُ، وَكَانَ يَصُوْمُهُ فِي السَّفَرِ۔ (ج ۱۱ ص ۱۱۷)

ترجمہ: "عمدۃ القاری میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ دو روزے رکھا کرتے تھے۔ فوت ہونے کے خوف

سے اور سفر میں بھی اس روزے کو رکھا کرتے تھے۔“

پس باشد کہ ابن عباس در صوم تاسع مع عاشر رعایت عزم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و رعایت خوف فوت عاشر بحسب اختلاف رویت ہلال ہر دو نمودہ باشد، چہ در فوائد تزاحم نیست، و معلوم است کہ جواب بر اسلوب حکیم طریقہ مسلوکہ بلغاء است چنانکہ قول او تعالیٰ شانہ: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ...... را بریں اسلوب فرود آوردہ، گفتہ اند سوال از علت اشکال قمر و از دیاد و انتقاص بود، جواب بفوائد آں دادہ شد، و اما استشکال بحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ...... قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ، فَرَأَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللهُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوْسٰى، قَالَ: فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ، فَصَامَهُ وَ اَمَرَ بِصِيَامِهِ، اھ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۸) ...... بارادہ یوم قدوم کہ باتفاق در ربیع الاول بودہ نہ در محرم، پس استشکال بیجا است زیرا کہ در ہیچ روایتے واقع نہ شد کہ صوم یہود در روز قدوم بود تا با عاشر محرم متناقض افتد بل صوم یہود ہم در محرم از سن ثانیہ بودہ۔

ترجمہ: ”پس ابن عباس رضی اللہ عنہ جو ۹ کا روزہ دس کے ساتھ ملاتے تھے اس کی دو وجہ تھیں (۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم کی رعایت رکھتے ہوئے (۲) دس محرم کے فوت ہونے کے ڈر سے رؤیت ہلال میں غلطی کی وجہ سے اور ایک امر کے کئی فوائد ہو سکتے ہیں اور جواب اسلوب حکیم پر بلغاء کا طریقہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔ یہاں بھی جواب علی اسلوب

الحکیم ہے کہ سوال چاند کے کم ہونے اور زیادہ ہونے کی علت کے بارے میں تھا اور جواب اس کے فائدے کے بارے میں آیا اور اس حدیث میں جو اشکال ہے کہ حضور اکرم ﷺ مدینہ آئے تو یہود کو دیکھا کہ وہ دس محرم کا روزہ رکھتے تھے تو آپ ﷺ نے اس کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دشمن سے نجات عطا فرمائی تھی دشمن سے تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے شکریہ میں یہ روزہ رکھا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا لائق ہوں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے بھی یہ روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم بھی دیا تو اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا مدینہ وارد ہونا ربیع الاوّل کو تھا محرم کو نہیں، جواب یہ ہے کہ یہ اشکال بے جا ہے کہ کیونکہ یہ کسی بھی روایت میں نہیں کہ یہود کا روزہ حضور اکرم ﷺ کے مدینہ وارد ہونے کے دن تھا تا کہ دس محرم سے تعارض واقع ہوجائے بلکہ یہ یہود کا روزہ محرم میں تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے آنے کے بعد دوسرے سال۔"

قَالَ فِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ: وَقَدْ کَانَ قُدُوْمُهُ الْمَدِیْنَةَ، وَلَاشَكَّ اَنَّ قُدُوْمَهُ کَانَ فِیْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ، فَحِیْنَئِذٍ کَانَ الْاَمْرُ بِذٰلِكَ فِیْ اَوَّلِ السَّنَةِ الثَّانِیَةِ فَرَضَ شَهْرُ رَمَضَانَ، فَعَلٰی هٰذَا لَمْ یَقَعِ الْاَمْرُ بِصِیَامِ عَاشُوْرَاءَ اِلَّا فِیْ سَنَةٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ فَرَضَ الْاَمْرُ فِیْ صِیَامِهٖ اِلٰی رَأْیِ الْمُتَطَوِّعِ، اھ (ج ۴ ص ۲۶۶)

ترجمہ: "فتح الباری میں ہے حضور اکرم ﷺ کا مدینے آنا

ربیع الاوّل میں تھا تو حضور اکرم ﷺ نے دوسرے سال یہ
حکم دیا جب رمضان فرض ہوا تو یہ حکم صرف ایک سال دیا تھا
پھر اس کے بعد روزے رمضان کے فرض ہو گئے۔"

وَ قَالَ فِیْ عُمْدَةِ الْقَارِیْ: فَاِنْ قِیْلَ ظَاهِرُ الْخَبَرِ یَقْتَضِیْ اَنَّهٗ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ وَجَدَ الْیَهُوْدَ صِیَامًا عَاشُوْرَاءَ، وَالْحَالُ اَنَّهٗ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فِیْ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ، وَ اُجِیْبَ بِاَنَّ الْمُرَادَ اَنَّ اَوَّلَ عِلْمُهٗ بِذٰلِكَ وَسُؤَالُهٗ عَنْهُ بَعْدَ اَنْ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ لَا اَنَّهٗ قَبْلَ اَنْ یَقْدِمَهَا عَلِمَ ذٰلِكَ، وَقِیْلَ: فِی الْکَلَامِ حَذْفٌ، تَقْرِیْرُهٗ: قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَامَ اِلٰی یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ فَوَجَدَ الْیَهُوْدَ فِیْهِ صِیَامًا، اھ (ج ۱۱ ص ۱۲۲)

ترجمہ: "عمدۃ القاری میں ہے کہ اگر کوئی اعتراض میں یہ کہے کہ
بظاہر خبر یہ تقاضا کرتی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ آئے
تو یہود کو روزہ سے پایا عاشورہ کا روزہ حالانکہ حضور اکرم ﷺ
تو مدینہ ربیع الاوّل میں وارد ہوئے تھے، جواب یہ ہے کہ
جب حضور اکرم ﷺ کو اس کا علم ہوا۔ اس کے بعد
آپ ﷺ نے یہ سوال کیا یا اس عبارت میں حذف ہے کہ
حضور اکرم ﷺ مدینہ آئے تو اقامت اختیار کی یوم عاشورہ
تک تو جب عاشورہ آیا تو یہود کو روزہ رکھتے دیکھا تو
آپ ﷺ نے سوال کیا۔"

واما آنچہ صاحب "نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام" آوردہ کہ
روز قدوم نبی کریم ﷺ یوم عاشوراء بودہ، وروایتے نیز دریں باب نقل کردہ، پس
باوجود آنکہ در نقل سیاق روایت تخلیط واقع شدہ مقتضی ایں امر نیست کہ یوم قدوم

عاشوراء مسلمین باشد، بلکہ یوم قدوم بحساب بعض یہود عاشوراء او شان بود کہ دہم تشرین می باشد، و مطابق باہشتم ربیع الاول افتاد۔ و این بعض یہود عاشوراء را بحساب شمسی می گرفتند کہ بریں تقدیر در مشہور قمریہ دائر ماندے نہ آنکہ یوم قدوم عاشوراء مسلمین باسائر یہود باشد کہ عاشورا را بحساب ہلال می گرفتند، و اختلاف یہود را باعتبار عاشوراء خود از الفاظ حدیث می خیزد، چنانکہ در لفظ صحیح مسلم است:

''عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ قَالَ: کَانَ اَھْلُ خَیْبَرَ یَصُوْمُوْنَ یَوْمَ عَاشُوْرَاء یَتَّخِذُوْنَہٗ عِیْدًا، یُلْبِسُوْنَ نِسَآءَھُمْ حُلِیَّھِمْ لَمَّا رَاَتْھُمْ۔ فَقَالَ: فَصَامَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصُوْمُوْا اَنْتُمْ۔'' (مسلم ج۱ ص۳۵۹)

ترجمہ: ''اور وہ بات جو نتائج الافہام فی تقویم العرب قبل الاسلام میں لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ عاشورہ کے دن مدینہ وارد ہوئے اور اس باب میں انہوں نے ایک روایت بھی نقل کی تو اس کے نقل میں اس کے اُوپر خلط ہوا ہے کہ وہ مسلمانوں کا عاشورہ کا دن نہیں تھا بلکہ وہ بعض یہود کے حساب سے عاشورہ کا دن تھا مسلمانوں کے حساب سے وہ ربیع الاوّل تھا چونکہ مسلمان قمری حساب لگاتے ہیں اور یہود شمسی حساب، اس لئے یہ خلط ہوا۔ اور یہ اختلاف خود احادیث کے الفاظ سے پیدا ہورہا ہے کہ مسلم شریف میں ابوموسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ اہلِ خیبر عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور اس کو عید مناتے تھے اور اپنی عورتوں کو زیورات پہناتے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے روزہ رکھا اور تم بھی رکھو۔''

در صحیح بخاری از ہجرت است: وَ اِذَا اُنَاسٌ مِنَ الْیَھُوْدِ یُعَظِّمُوْنَ

عَاشُوْرَاء وَ يَصُوْمُوْنَهُ. پس تقیید باہل خیبر و بأناس من الیہود دلالت کند براختلاف یہود اندریں باب۔

ترجمہ: ''اور بخاری شریف میں ہے کہ یہود کے چند آدمی عاشورہ کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس کا روزہ رکھتے تھے۔ تو ان دونوں روایات میں اختلاف ہے کہ اہلِ خیبر روزہ رکھتے تھے اور بخاری میں ہے کہ یہود کے بڑے روزہ رکھتے تھے یہ یہود کے اختلاف پر دلیل ہے۔''

وَ قَالَ فِيْ فَتْحِ الْبَارِيْ: وَ يَحْتَمِلُ أُولٰئِكَ الْيَهُوْدُ كَانُوْا يَحْسَبُوْنَ يَوْمَ عَاشُوْرَاء بِحِسَابِ السِّنِيْنَ الشَّمْسِيَّةِ فَصَادَفَ يَوْمَ عَاشُوْرَاء بِحِسَابِهِمُ الْيَوْمَ الَّذِيْ قَدِمَ فِيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ. وَ هٰذَا التَّاوِيْلُ مِمَّا يَتَرَجَّحُ بِهِ اَوْلِيَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَحَقِّيَّتُهُمْ بِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ. لِاِضْلَالِهِمُ الْيَوْمَ الْمَذْكُوْرَ وَ هِدَايَةُ اللهِ الْمُسْلِمِيْنَ لَهُ۔ (ج ۴ ص ۲۴۷)

ترجمہ: ''فتح الباری میں ہے یہ احتمال ہے کہ یہود اس دن کو عاشورہ سمجھتے تھے شمسی حساب کے اعتبار سے اور یہ دن اس کے برابر آیا جس دن حضور اکرم ﷺ کی آمد مدینہ ہوئی تھی اور یہ تاویل دلیل ہے کہ امت محمدی ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کے زیادہ لائق ہے کیونکہ آج یہود گمراہ ہے اور مسلمان ہدایت پر ہیں۔''

پس تقیید کردہ بقول وے أُولٰئِكَ الْيَهُوْدُ تصریح نمودہ کہ ایں جماعت یہود یوم عاشوراء را گم کردہ بودند، و ہدایت کردہ خدا مسلمین را بصواب۔ بعد ازاں فرمودہ: ثُمَّ وَجَدْتُّ فِي الْمُعْجَمِ الْكَبِيْرِ لِلطَّبَرَانِيْ مَا يُؤَيِّدُ الْاِحْتِمَالَ

الْمَذْكُورَ أَوَّلًا، وَ هُوَ مَا أَخْرَجَهُ فِي تَرْجَمَةِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَيْسَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ بِالْيَوْمِ الَّذِيْ يَقُوْلُهُ النَّاسُ، إِنَّمَا كَانَ يَوْمُ تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ، وَ كَانَ يَدُوْرُ فِي السَّنَةِ، وَ كَانَ يَأْتُوْنَ فُلَانًا الْيَهُوْدَ يَعْنِيْ لِيَحْسِبَ لَهُمْ، فَلَمَّا مَاتَ أَتَوْا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَسَأَلُوْهُ. وَسَنَدُهُ حَسَنٌ. قَالَ شَيْخُنَا الْهَيْثَمِيُّ فِيْ زَوَائِدِ الْمَسَانِيْدِ: لَا أَدْرِيْ مَا مَعْنَى هٰذَا، قُلْتُ ظَفِرْتُ فِيْ كِتَابِ الْآثَارِ الْقَدِيْمَةِ لِأَبِي الرَّيْحَانِ الْبَيْرُوْنِيْ، فَذَكَرَ مَا حَاصِلُهُ أَنَّ جَهَلَةَ الْيَهُوْدِ يَعْتَمِدُوْنَ فِيْ صِيَامِهِمْ وَ أَعْيَادِهِمْ حِسَابَ النُّجُوْمِ، فَالسَّنَةُ عِنْدَهُمْ شَمْسِيَّةٌ لَا هِلَالِيَّةٌ. قُلْتُ: فَمِنْ ثَمَّ احْتَاجُوْا إِلَى مَنْ يَعْرِفُ الْحِسَابَ لِيَعْتَمِدَ عَلَيْهِ فِيْ ذٰلِكَ۔ (ج ۴ ص ۲۴۸، باب صوم یوم عاشوراء)

ترجمہ: ’’فتح الباری کی یہ عبارت کہ اولئک الیہود تصریح کرتا ہے کہ یہود بھی عاشوراء کا دن گم کئے ہوئے تھے اور اس دن کی ہدایت اللہ نے مسلمانوں کو فرمائی اس کے بعد فرمایا کہ میں نے طبرانی کی معجم کبیر میں دیکھا جو اس احتمال مذکور کا مؤید تھے وہ جو زید ابن ثابت کے ترجمہ کے تحت تخریج کی ہے کہ اس نے اپنے والد سے کہا یوم عاشورہ وہ نہیں جس کو عام لوگ عاشورہ کہتے یہ وہ دن تھا جس میں کعبے پر پردہ چڑھایا جاتا تھا اور یہ گھومتا تھا، سال کے اندر اور فلاں یہود کے پاس آتا تا کہ یہود حساب کرے جب ثابت مر گیا تو لوگ زید ابن ثابت کے پاس آئے اور ان سے پوچھا ہمارے شیخ ہیثمی نے زوائد المسانید میں فرمایا مجھے پتہ نہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے اس میں کامیابی ملی۔ ابن ریحان البیرونی

کی کتاب آثار قدیمہ میں مجھے ملا جس کا حاصل یہ ہے کہ جاہل
یہود ستاروں کا حساب کا اہتمام کرتے تھے اپنے عیدوں میں
اور روزوں میں حالانکہ ان کا سال شمسی تھا ہلالی (قمری) نہیں
تھا۔ میں کہتا ہوں اس وجہ سے وہ لوگ محتاج ہوئے اس
حساب کے جو پھیر دے تا کہ ان پر اعتماد ہو جائے۔"

یعنی عاشوراء نزد بعض یہود پیش از اصلاح نبود ایں عاشوراء معروف فیما بین المسلمین الآن، زیرا کہ آن روزے بود کہ کعبہ را آں روز جامہ پوشیدندے، و چوں آں بعض یہود بحساب شمسی میگرفتند، لہٰذا عاشوراء در شہور قمریہ دائر ماندے تا آنکہ اسلام بوئے حساب قمری ہدایت نمود، ہمیں بود مرضی خدا۔ وتقیید ابی ریحان بیرونی بقول وے جھلۃ الیھود دلالت کند برآں کہ اصل حساب بحسب کتاب سماوی نزد اوشاں ہم قمری بود، اورا بسوئے شمسی تحویل کردند، و در بعض زائچہا وتقاویم دیدہ شدہ کہ حساب عبری از عہد آدم علیہ السلام تا حال قمری است سوائے آں کساں کہ تحویل کردند۔ وبعض مفسرین آیت کریمہ: اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ۔ برہمیں تحویل فرود آوردہ، زیرا کہ دریں تحویل تحویل اوقات شرعیہ است کہ مناقض است باوضاع شریعت۔

ترجمہ: "یعنی عاشورہ بعض یہود کے نزدیک وہ عاشورہ نہیں تھا
جو ہمارے مسلمانوں کے ہاں مشہور ہے کہ اس دن کعبے کو
جامہ پہنایا جاتا تھا اور یہود شمسی حساب کیا کرتے تھے اور
مسلمانوں کے نزدیک قمری حساب سے تھا اور یہی اللہ کی
مرضی تھی اور ابی ریحان نے جو اس کو جاہل یہود کے ساتھ
مقید کیا یہ دال ہے کہ اصل حساب یہود کا بھی قمری تھا پھر

انہوں نے اس قمری حساب کو شمسی میں تبدیل کیا اور بعض
زائچوں کو دیکھا گیا ہے کہ حساب آدم کے وقت سے آج تک
قمری ہی ہے صرف وہ لوگ جنہوں نے اس کو تبدیل کیا اور
بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ آیت اِنَّمَا
النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ اسی تحویل میں وارد ہوا ہے کیونکہ
اس تحویل میں تحویل اوقات شرعیہ ہیں جو اوضاع شرعیہ
کے مناقض ہے۔"

قَالَ فِی الْکَشَّافِ: وَرُبَمَا زَادُوْا فِیْ عَدَدِ الشُّھُوْرِ فَیَجْعَلُوْنَھَا ثَلَاثَۃَ عَشَرَ اَوْ اَرْبَعَۃَ عَشَرَ، لِیَتَّسِعَ لَھُمُ الْوَقْتُ، وَلِذَالِکَ قَالَ عَزَّوَعَلَا: (اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اِثْنَا عَشَرَ شَھْرًا)، فَکَانَ غَیْرَ زِیَادَۃٍ زَادُوْھَا۔ (ج۲ ص۲۷۰)

ترجمہ: "کشاف میں فرمایا ہے انہوں نے مہینوں کی عدد میں
زیادتی کے سال کے تیرہ مہینے قرار دیئے یا چودہ تا کہ وقت میں
گنجائش اور فراخی ہو جائے۔ تو اس کی رو میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اِثْنَا عَشَرَ شَھْرًا یعنی مہینوں کی
تعداد اللہ تعالیٰ کے ہاں بارہ ہے تو بارہ سے زائد انہوں نے
اپنی طرف سے زائد کئے۔"

ہمچنیں حدیث: اَلَا اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَھَیْئَتِہٖ یَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَۃُ اِثْنَا عَشَرَ شَھْرًا، مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِیَاتٌ ذُو الْقَعْدَۃِ وَ ذُو الْحِجَّۃِ وَالْمُحَرَّمُ، وَ رَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَ شَعْبَانَ۔ (بخاری ج ا ص ۲۶۹)

ترجمہ: "اسی طرح وہ حدیث جس میں ہے خبردار زمانہ اس

طرز پر آیا جو اصل میں تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین
کے پیدائش کے دن کیا تھا۔ سال بارہ مہینوں کا ہے چار ان
میں محترم ہیں تین مسلسل ہے ذی القعدہ ذی الحجہ محرم اور
رجب کا جو جمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے۔"

معلوم شدہ کہ مشرکین نیز پیش از اسلام ہر دو حساب معمول داشتند ، پس خلاصہ کلام آنکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم در صوم یوم عاشوراء موافقت آں یہود نمودہ کہ در تعیین وے بر جواب بودند نہ موافقت آنکہ تحویل کردہ بودند، و دریں یوم علاوہ نجات دیگر خصوصیات نیز ہستند۔

ترجمہ: "معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے بھی مشرکین میں دونوں
حساب یعنی قمری و شمسی دونوں رکھتے تھے پس خلاصہ
پورے کلام کا یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ ان یہود کی موافقت
ظاہر کی جنہوں نے تحویل قمری شمسی کی طرف نہیں کیا تھا۔"

قَالَ فِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ: وَلِاَحْمَدَ مِنْ طَرِیْقِ شَبِیْلِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ نَحْوَهٗ، وَزَادَ فِیْهِ: وَهُوَ الْیَوْمُ الَّذِیْ اِسْتَوَتْ فِیْهِ السَّفِیْنَةُ عَلَی الْجُوْدِیِّ، فَصَامَهٗ نُوْحٌ شُكْرًا۔ (ج ۴ ص ۲۴۷)

ترجمہ: "فتح الباری میں ہے کہ احمد نے شبیل کے طریق سے
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ وہ دن ہے جس میں
حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تو حضرت
نوح علیہ السلام نے اس دن شکر میں روزہ رکھا۔"

وَقَالَ فِیْ عُمْدَةِ الْقَارِیْ: وَرَوَی ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ بِسَنَدٍ جَیِّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَرْفَعُهٗ: یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ الْاَنْبِیَاءُ عَلَیْهِمُ الصَّلَاةُ

وَالسَّلَامُ فَصُوْمُوْهُ اَنْتُمْ: ودرمیان حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کہ گذشت، وَحَدِیْثُ أُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: کَانَ یَصُوْمُ عَاشُوْرَاء وَ تَصُوْمُهُ قُرَیْشٌ فِیْ جَاهِلِیَّةٍ، وَ کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِیَامِهِ۔ (ج ۱۱ ص ۱۱۸) ہیچگونہ منافات نیست۔

ترجمہ: ''عمدۃ القاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ اس نے دن انبیاء کرام علیہم السلام روزہ رکھا کرتے تھے تو تم بھی اس دن روزہ رکھو اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے قریش بھی جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے جب مدینہ آئے تب بھی یہ روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا۔''

قَالَ فِیْ فَتْحِ الْبَارِیْ: لَیْسَ فِی الْخَبَرِ اَنَّهُ اِبْتَدَأَ الْأَمْرَ بِصِیَامِهِ، بَلْ فِیْ حَدِیْثِ عَائِشَةَ التَّصْرِیْحُ بِأَنَّهُ کَانَ یَصُوْمُهُ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَغَایَةُ مَا فِی الْقِصَّةِ اَنَّهُ لَمْ یُحَدِّثْ لَهُ بِقَوْلِ الْیَهُوْدِ تَجْدِیْدَ حُکْمٍ، وَ اِنَّمَا هِیَ صِفَةُ حَالٍ وَجَوَابُ سُوَالٍ، وَلَمْ تَخْتَلِفِ الرِّوَایَاتُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما فِیْ ذٰلِكَ، وَ لَا مُخَالِفَةَ بَیْنَهُ وَبَیْنَ حَدِیْثِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا: اِنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِیَّةِ کَانُوْا یَصُوْمُوْنَهُ، کَمَا تَقَدَّمَ، اِذْ لَا مَانِعَ مِنَ التَّوَارُدِ لِلْفَرِیْقَیْنِ عَلٰی صِیَامِهِ مَعَ اِخْتِلَافِ السَّبَبِ فِیْ ذٰلِكَ۔ (ج ۴ ص ۲۴۸)

ترجمہ: ''فتح الباری میں ہے کہ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ مدینہ آنے کے بعد اس روزہ رکھنے کا حکم دیا بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں وضاحت ہے کہ یہ روزہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے بھی رکھا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہود کی گفتگو کے بعد یہ کوئی نیا

حکم نہیں ہے بلکہ ایک حالت کو بیان کرنا اور سوال کا جواب دینا
تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات اس بارہ میں مختلف
نہیں اور نہ ہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا
میں کوئی مخالفت ہے، بے شک اہلِ جاہلیت یہ روزہ رکھا کرتے
تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا کیونکہ اس روزہ کے رکھنے کے بارہ
میں مسلمان اور یہود متفق ہیں باوجود اختلاف سبب کے۔"

واستناد بنقل تورات کہ نجات موسیٰ علیہ السلام ۲۳ رمضان مطابق ۲۱ نیان بودہ، نہ در روز عاشوراء کہ دہم تشرین باشد، وآں را صوم کبور نیز خوانند، ونہ در عاشر محرم الحرام قابل اعتماد نیست، چہ از سیاق ظاہر است کہ الحاق اخبار است وحینئذ حجت نیست، ودوں اثبات صحت وے قطع مفاد زاست۔

ترجمہ: "اور تورات میں جو یہ منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو
نجات ۲۳ رمضان کو ہوئی تھی اور عاشورہ کے دن جو کہ
دسویں کہلاتی ہے اور اسے صومِ کبور بھی کہتے ہیں یہ بھی قابل
اعتماد نہیں ہے۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہ جھوٹی خبر ہے اور
کسی نے ملحق کر دیا ہے یہاں یہ بات حجت نہیں ہے۔"

☆☆☆☆

فِيْ طَلْعَةِ الشَّمْسِ مَا يُغْنِيْكَ عَنْ زُحَلٍ

"سورج کا نکلنا آپ کو زحل ستارہ سے بے پرواہ کر دے گا۔"

عالم کی بقاء یادِ الٰہی پر منحصر ہے

حضرت اقدس شاہ قدس سرہ کا وعظ سادہ ہوتا تھا، چھوٹے چھوٹے جملے، جو پوری طرح ذہن نشین ہو، ارشاد فرماتے تھے:

"لُدھیانہ میں ایک دفعہ وعظ فرمایا، غالباً ۱۳۴۳ھ ہجری تھا۔"

تمام عالم کی روح ذکر اللہ ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کی یاد قائم رہے گی عالم قائم رہے گا، جب دنیا اللہ تعالیٰ کی یاد چھوڑ دے گی تو سمجھو کہ عالم کے کوچ کا وقت ہوگیا۔ حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اللهُ اللهُ۔

(ترمذی ج ۲ ص ۴۴)

ترجمہ: "قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ زمین پر اللہ اللہ نہ کہا جائے یعنی جب اللہ اللہ کا کہنا بند ہوجائے گا تو قیامت آئے گی۔"

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ایک متنفّس(۱) بھی اللہ اللہ کرنے والا رہ جائے گا۔ جب ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے گا تو قیامت قائم ہوجائے گی کیونکہ جب روح نہ رہی تو ڈھانچہ کسی کام کا نہیں، اسے گرادیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ سارے عالم کی روح اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، مقصود اصلی ذکر الٰہی ہے، اور یہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ احکام سب اس کے پیرائے ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ذاکر کے لئے موت نہیں، اور غافل کے لئے حیات نہیں۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۴۸ اخر کتاب الدعوات)، کیونکہ اصلی زندگی یاد الٰہی ہے، اعمال صالحہ دراصل زندگی کے کام ہیں۔

حیات الانبیاء فی القبور

اسی واسطے حدیث میں آیا ہے:

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴)

---

(۱) سانس لینے والا (ذی روح)۔

(ترجمہ) ''حضرات انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔''

یعنی زندگی والے کام بھی کرتے ہیں، ان کی قبور والی زندگی بھی اعمال صالحہ سے معطل نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور زندوں والے کام بھی کرتے ہیں، اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح الباری میں اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

از یکے گو وزہمہ یک سوئے باش
یک دل ویک قبلہ ویک روئے باش

ترجمہ: ''ایک کی بات کہو باقی سب سے یکسو ہو جا۔ ایک دل والا ایک قبلے والا اور ایک جانب والا ہو جا۔''

سب سے یکسو ہو کر فقط اس ایک کا ہو جا، تیری ظاہر و باطنی توجہ اس ایک ہی کی طرف رہے۔

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

ترجمہ: ''جو بھی گھاس زمین سے نکلتی ہے وہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کہتی ہے۔''

حضرات! اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو، ظہیر فاریابی اپنے دیوان میں کہتے ہیں اور سارے دیوان میں یہی ایک شعر ہے جو خلاصہ سارے دیوان کا ہے:

من نمے گویم زیاں کن یا بہ بند سود باش
اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

میں یہ نہیں کہتا کہ تو اپنے نقصان کا کام کر یا نفع کی فکر میں ہو، بلکہ یہ کہتا

ہوں کہ اے فرصت سے بے خبر جو کچھ کرنا ہے جلدی کر لے، موت کو یاد رکھنا چاہئے، وقت ہمارا انتظار نہیں کرتا، بلکہ تیزی سے نکلا جا رہا ہے، ایک صاحب فرماتے ہیں:

رنگا لے چُنَریا گُندا لے ری سیں
تو کیا کیا کرے گی اری دن کے دن
نہ جانے بلا لے پیا کس گھڑی
کھڑی منہ تکے گی اری دن کے دن

معلوم نہیں کہ ادھر سے بلاوا کس وقت آجائے، کفِ افسوس ملتی رہ جائے گی۔ (یہ اشعار پڑھتے وقت اتنی رقت ہوتی تھی کہ ریش مبارک تر ہو جاتی تھی، اور سامعینِ وقت گریہ و بکا[1] ہو جاتے تھے)

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ بندہ ایک دفعہ اخلاص سے سبحان اللہ کہتا ہے تو آدھا پلڑا آخرت کی ترازو کا بھر جاتا ہے، آخرت کی ترازو اتنی بڑی ہے کہ جتنا کہ زمین اور آسمان کا درمیانی حصہ نظر آتا ہے، اور جب بندہ الحمدللہ کہتا ہے:

صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ۔

ترجمہ: ”دل کی تصدیق سے کہتا ہے۔“

تو نصف پلڑا باقی بھی بھر جاتا ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ نِصْفُ الْمِيْزَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۴)

ترجمہ: ”سبحان اللہ آدھا ترازو ہے اور الحمدللہ ترازو کو بھر دیتا ہے۔“

(۱) آہ و زاری (رونا)

اور جب یہ کہتا ہے...... وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ...... تو اس کی سمائی زمین و آسمان میں نہیں ہوتی، چیر کر عرش کو نکل جاتا ہے، اور ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۸۴ میں یہ بھی آیا ہے کہ...... لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ...... جنت کے خزانوں میں سے ایک مخفی خزانہ ہی، اس کا ثواب آخرت میں کھلے گا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح کو اس حدیث پر ختم فرمایا ہے: کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ، ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ، حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۴۸)

دو کلمے جو زبان پر خفیف ہیں آسانی سے ادا ہو جاتے ہیں آخرت کی ترازو میں بڑے وزنی ہیں، رحمٰن کو بہت محبوب ہیں، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

خیال فرمائیں جو شخص ان کا ورد ہر وقت رکھتا ہے کس قدر ثواب اس کو ملے گا پہلے جو حدیث: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ ذکر کی گئی ہے اس سے ثابت ہوا کہ مجرّد (۱) اللہ اللہ بھی ذکر ہے۔

یوں بھی روایت ہے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَاُ الْمِیْزَانَ ...... یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ دونوں مل کر ترازو کا پلڑا بھر دیتے ہیں۔

☆☆☆☆

ختم نبوت پر ایک نادر تحقیق

غالباً نومبر 1959ء لاہور میں حاجی متین احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کوٹھی پر حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس

(۱) اکیلا (صرف)

مجلس میں تشریف فرماتھے، حضرت اقدس نے احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) سے فرمایا کہ ختم نبوت کے متعلق اگر کوئی تقریر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد ہو تو سناؤ، میں نے عرض کیا تقریریں تو بہت سی ہیں:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۟

(سورۃ الاحزاب:۴۰)

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مہر ہیں سب نبیوں کے۔ اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔"

اس پر بھی ایک تقریر طویل آپ نے کی تھی، اب میں ایک اور تقریر سناتا ہوں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۟ (سورۃ آل عمران:۸۱)

"جب لیا اللہ تعالیٰ نے عہد انبیاء کرام علیہم السلام سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر

ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کہ تم نے اقرار کرلیا
اور اس شرط پر میرا عہد قبول کرلیا وہ بولے ہم نے اقرار کرلیا۔
فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔''

نبوت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا، اس کو حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں رکھ دیا، اور حضرت نوح علیہ السلام آدم ثانی ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں منحصر کردیا...... وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ...... پھر اس کی دو شاخیں کردیں، ایک بنی اسرائیل، چنانچہ ان کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرار پائے۔

دوسری بنی اسماعیل ان میں خاتم النبیین علی الاطلاق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار پائے، اور سلسلہ نبوت آپ پر اختتام فرمادیا، اور بنی آدم کی سیادت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کردی۔

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، بِيَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۲)، وَ قَدْ أَخَذَ اللهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ أَیْ مِنْهُمْ بِنُصْرَتِهِ اِنْ اَدْرَكُوْا زَمَانَهُ، وَقَدْ أَدْرَكُوْهُ فِی الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَيُدْرِكُوْنَهُ يَوْمَ الْعَرْضِ الْأَكْبَرِ۔

''میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہ میں بطور فخر نہیں کہتا میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے وعدہ لیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کا اگر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کو پالے اور ان سب نے مسجد اقصیٰ میں آپ کا زمانہ پالیا اور قیامت کے دن بھی سب

آپ کا زمانہ پائیں گے۔"

اور فرمایا حضرت آدم علیہ السلام اور سب نبی میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور سب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد اقصیٰ میں زمانہ پالیا، اور آئندہ بھی پالیں گے اور اگر سب کے سب ایک زمانہ میں ہوتے تو آپ کی مثال ایسی ہوتی، جیسا کہ امام اکبر ہوتا ہے، لیکن چونکہ آگے پیچھے ظاہر ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال شئے کے رتبے میں ظاہر ہوئے اور یہ تاخر زمانہ کے اعتبار سے ظاہر ہوا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ...... بَدَأَبِيَ الْخَلْقُ وَكُنْتُ آخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ...... میرے ذریعے خلق ظاہر ہوئی اور ابتداء مجھ سے ہوئی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بعد میں مجھے مبعوث کیا گیا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَ آخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ (کنز العمال حدیث ۳۲۱۲۹)...... میں خلق میں سب سے اول ہوں اور بعث میں سب سے آخر، یہ حدیثیں درمنثور اور کنز العمال میں ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے اور روح المعانی میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے اخذ میثاق کیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور یہ بھی کہ حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان کرنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا یعنی نبوت کسی کو تفویض نہیں کی جائے گی: اَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدِيْ...... کو تفسیر درمنثور مسند احمد، ابن جریر اور حاکم اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اس روایت کی تصحیح کی ہے:

اِنِّيْ عِنْدَ اللهِ فِيْ اُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَ اَنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ۔ (مسند احمد ج ۲۸ ص ۳۹۵)

''میں اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا گیا
تھا اور آدم علیہ السلام ابھی کیچڑ میں تھے۔''

اور یہ میثاق نبیوں سے لیا گیا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ ۔ (سورۃ آل عمران:۱۸۷)

''اور جب اللہ نے عہد لیا اہلِ کتاب سے۔''

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ ؕ (سورۃ البقرۃ:۶۳)

''اور جب ہم نے تم سے اقرار لیا اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ
طور کو۔''

وَ إِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ وَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمْ
رُسُلًا ؕ (سورۃ المائدہ:۷۰)

''اور ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف
رسولوں کو بھیجا۔''

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوحٍ
وَّإِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ
مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝ (سورۃ الاحزاب:۷)

''اور جب ہم نے انبیاء کرام علیہم السلام سے وعدہ لیا اور اقرار لیا اور
تجھ سے بھی لیا اور نوح علیہ السلام سے اور ابراہیم علیہ السلام سے اور
عیسیٰ علیہ السلام جو مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں اور لیا ہم نے ان سے
مضبوط اقرار۔''

حاصل کلام یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے اَخذِ میثاق کیا گیا۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک طویل

نعتیہ قصیدہ فارسی زبان میں ہے، اس میں فرماتے ہیں:

آیت میثاق دروے ثُمَّ ہست

ایں ہمہ از مقتضائے ختم است

''آیت میثاق میں لفظ ثم ہے یہ سب ختم نبوت کے مقتضیات میں سے ہیں۔''

ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ۔ (سورۃ آل عمران:۸۱)

''پھر آیا تمہارے پاس ایسا رسول جو تصدیق کرنے والا ہے اس دین کی جو تمہارے پاس ہے۔''

یہ سب کچھ بہ مقتضائے ختم نبوت ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو ایک طرف رکھا گیا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ایک طرف رکھا گیا، معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جیسے اس امت کے نبی ہیں نبی الانبیاء بھی آپ ہی ہیں، ثُمَّ جَآءَكُمْ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ عظیم الشان رسول سب نبیوں کے بعد آئے گا، سورۃ الصافات میں ہے:

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ (سورۃ الصافات:۳۷)

''وہ رسول حق لے کر آ گیا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق کر دی۔''

اگر غور سے دیکھو گے تو اس آیت میں ...... وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ...... میں لام استغراق کے لئے ہے اور جو رسول آئے گا وہ سب کے بعد ہوگا، اور نزول عیسیٰ علیہ السلام میں جو حدیث میں آتا ہے ...... حَكَمًا عَدْلًا ...... وہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا نزول بحیثیت پیغمبر نہیں ہوگا۔ پیغمبر تو عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے لیکن بحیثیت حَکَم عدل تشریف لائیں گے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے علاقے میں تشریف لے گئے، پیغمبر تو تھے لیکن بحیثیت پیغمبر کے

تشریف نہیں لے گئے تھے، شریعت یوسفی پر عامل تھے، جیسا کہ

لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهُ اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ (مرقاۃ ج ا ص ۲۵۱ طبع مصر)

"اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ (یعنی اس جہان میں) ہوتے تو اس کو بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔"

الحاصل یہ نکھر گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے میثاق لیا گیا، قرآن عزیز میں ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۰۱)

"اور جب آیا انکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو پھینک دیا ایک جماعت نے اہلِ کتاب میں سے اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں۔"

ہدایت الحیاریٰ میں ہے:

لَوْ لَمْ يَظْهَرْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَطَلَتْ نُبُوَّةُ سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ۔

اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابن عبداللہ کا ظہور نہ ہوتا تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت باطل ہو جاتی۔ سو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کی تصدیق فعلی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ (سورۃ الصافات:۳۷)

"بلکہ ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کی

تصدیق کرتے ہیں۔"

یہ تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمائی جو اجل مفسرین میں سے ہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تشریف لانا اس کی دلیل ہے کہ باری تعالیٰ اور کوئی نبی نہیں بھیجے گا، یعنی آپ کے بعد کسی کو نبوت تفویض نہ کی جائے گی عددِ انبیاء کا ختم ہوگیا ہے اور حسبِ حاجت کسی پہلے نبی ہی کو بھیجا جائے گا تاکہ دلیل ہوجائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی خاتم النبیین ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاکر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے تاکہ سب پر ثابت ہوجائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سب سے افضل اور خاتم النبیین ہیں، توراۃ میں ہے: "نابی میابیخ مقربخ یا خیم لخ الاوخ الاوتشماعون"، یعنی ...... نَبِیًّا من قُرْبِكَ مِنْ اَخِيْكَ كَاَخِيْكَ يُقِيْمُ لَكَ اِلٰهُكَ اِلَيْهِ تَسْمَعُوْنَ ...... "میں تیرے قریبی بھائی بندوں میں سے ایک نبی مبعوث کروں گا تم اسی کی سنو۔"

بنی اسرائیل کے قریبی بھائی بند بنی اسماعیل ہی ہیں۔ ان ہی میں سے نبی برحق مبعوث ہوئے ان ہی کے اتباع کا حکم فرمایا جارہا ہے، وہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکاح بھی کریں گے، اور اولاد بھی ہوگی، اور حج وعمرہ بھی کریں گے اور چالیس سال قیام فرمانے کے بعد انتقال فرمائیں گے، ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی پھر روضہ پاک میں دفن ہونگے، جہاں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حج کیا ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک وادی سے گزرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا:

اَیُّ وَادٍ هٰذَا؟

"یہ کون سی وادی ہے؟"

معلوم ہوا کہ وادی ازرق ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوْسٰى (بخاری)...... کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو گویا دیکھ رہا ہوں، اپنی انگلی کانوں میں دے کر بلند آواز سے تلبیہ کہتے جا رہے ہیں۔

پھر حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ وادی ''ہرشیٰ'' سے گزر رہے ہیں، یہ مسلم شریف میں بھی ہے، شاید ان دونوں نبیوں نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا تھا، مسند احمد اور مسلم شریف میں بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج اور عمرہ کریں گے اور ''فج روحا'' سے احرام باندھیں گے۔

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حیات انبیاء علیہم السلام پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، مسلم شریف میں ہے:

مَرَرْتُ بِمُوْسٰى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهِ. (مسلم ج ۲ ص ۲۶۸ باب فضائل موسیٰ)

''میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرا کثیب احمر یعنی سرخ ٹیلے کے پاس وہ کھڑے تھے اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔''

اور مسند احمد میں صحیح ابن حبان اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور ابن جریر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انبیاء کرام علیہم السلام علاتی بھائی ہیں دین ان کا واحد ہے:

اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى بِنِ مَرْيَمَ. لِاَنَّهُ لَيْسَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُ نَبِيٌّ، وَ اَنَّهُ خَلِيْفَتِيْ عَلَى اُمَّتِيْ، وَ اَنَّهُ نَازِلٌ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ. (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷)

''میں عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کے زیادہ لائق ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اور وہ میرا خلیفہ ہوگا میری امت پر وہ اترنے والا ہے جب تم ان کو دیکھو تو ان کی قدر کو پہچان لو۔''

اور مستدرک حاکم میں ہے:

وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَى قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَلَأَرُدَّنَّ عَلَيْهِ۔

(مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۹۵ طبع ہند)

'' عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر آئیں گے میرے اوپر سلام کریں گے اور میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔''

اور فتح الباری میں بھی ہے، اور ایک ٹکڑا مسلم شریف میں بھی آیا ہے۔ اور واضح رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا تمام دائرہ از اول تا آخر طے فرمایا ہے لہٰذا اول اور آخر میں ظہور فرمایا، اور تمام دائرہ نبوت پر حاوی ہو گئے اس تقدیر پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ظہور پذیر ہونا اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کے طور پر ہی ہو اس میں صریح منقصت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

بس اتنی تقریر کی تھی کہ حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو قلم بند کرو، اور حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی میرے پاس بیٹھے تھے اور بڑے غور سے سن رہے تھے، بہت ہی اصرار کیا کہ اسے ضرور قلم بند کرو، ورنہ میں آپ کے دروازے پر بیٹھ جاؤں گا، مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے تھے کہ بہاول پور کے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو بھی ضرور قلمبند کر دینا چاہیے۔

☆☆☆☆

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیوں کی عملی شکل

فرمایا کرتے تھے کہ جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئیاں دنیا میں عملی شکل اختیار نہ کرلیں گی اس وقت تک قیامت نہ آئے گی۔ (انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کا عملی مشاہدہ کرا دیا جائے گا)

(فائدہ) اس بات کو اب پچاس سال کے قریب ہو گئے چنانچہ آہستہ آہستہ سب حقائق کا تجربہ ہوتا چلا جارہا ہے، اور آج کل کے خلائی سفر کرنے والے سترہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سیر کرتے ہیں۔ ابھی یہ بھی ابتدائی حیثیت ہے، مستقبل قریب میں خلائی مسافروں کا سفر نہایت تیز رفتار ہوگا، وہ بہت حیرت انگیز ہوگا، کیونکہ ستاروں کی درمیانی مسافت کو بہت تیزی سے طے کرلیں گے، جس کا تصور بھی ہمارے لئے مشکل ہے۔

''گارڈن کوپر'' کا زمین کے اردگرد ۹۰ منٹ میں ۲۲ چکر لگانا ایسے نئے دور کا پیغام ہے جسے آئن سٹان نے اپنے نظریئے اضافت کی بناء پر پہلے ہی صحیح مان لیا تھا، یہ خلائی سفر گارڈن کوپر نے ۹۰ منٹ میں طے کرلیا۔ اور گارڈن کوپر کی عمر اس خلائی سفر میں کم ہوگئی۔ اب تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا اور قرب قیامت میں نازل ہونا ایک حقیقت ثابتہ بن چکا ہے......

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ۔

ترجمہ: ''بے شک ایک دن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان ہزار دنوں کے برابر ہے جن کو تم گنتے ہوں یعنی قیامت کا ایک دن دنیا کے ہزار دنوں کے برابر ہے۔''

کی تفسیر تجربے میں آگئی۔

ایک فلاسفر نے لکھا ہے کہ خلائی کشتی کے ذریعے ایک سے دوسرے کہکشاں تک آنا جانا ممکن الوقوع ہے اور وہاں کے حساب سے پچپن سال اور زمین کے حساب سے تین لاکھ سال گزر چکے ہوں گے۔ یہ اس نے بڑے تھکانے والے تجربے کے بعد حساب لگایا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ کئی بار فرمایا تھا:

لَيْسَ عِنْدَ رَبِّكَ صَبَاحٌ وَلَا مَسَاءٌ۔

''اللہ تعالیٰ کے ہاں صبح و شام نہیں ہے۔''

هُنَا مَوْطِنٌ فَرْقُ الزَّمَانِ ثَبَاتُهُ
عَلَى حَالَةٍ لَيْسَتْ بِهِ غِيَرٌ تَتْرَى

''وہاں ایسا مقام ہے جہاں زمانے اور تغیر و تبدل کا گزر نہیں ہے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے یہ اشعار بھی پڑھتے تھے:

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ كَلَامًا قَدْ
حَكَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْهُ بِلَا نُكْرَانٍ
مَا عِنْدَهُ لَيْلٌ وَ لَا نَهَارٌ قُلْتُ
تَحْتَ الْفَلَكِ يُوْجَدُ ذَانِ
نُوْرُ السَّمَاوَاتِ الْعُلٰى مِنْ نُوْرِهِ
وَالْأَرْضُ كَيْفَ النَّجْمُ وَالْقَمَرَانِ
مِنْ نُوْرِ وَجْهِ الرَّبِّ جَلَّ جَلَالُهُ
كَذَا حَكَاهُ الْحَافِظُ الطَّبْرَانِيُّ

ترجمہ: ''ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک بات فرمائی ہے دارمی نے

ان سے نقل کی ہے بغیر انکار کے کہ اللہ کے ہاں رات دن نہیں ہے تو میں نے کہا کہ آسمان کے نیچے یہ دونوں یعنی رات و دن موجود ہوتے ہیں۔ اونچے آسمان کی روشنی اس کی نور سے ہے اور زمین کی روشنی بھی ان کی نور سے ہے اور چاند اور ستارے ان کی روشنی اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس کے نور سے ہے۔ اسی طرح حافظ طبرانی نے بھی حکایت کی ہے۔"

یہی مراد اس حدیث کی ہے:

إِنَّ اللهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَ يَرْفَعُهُ، وَ يَرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ، وَ عَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ اللَّيْلِ، حِجَابُهُ النُّوْرُ، فَهٰذِهٖ حَضْرَةٌ فَوْقَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، كَمَا فِي رُوْحِ الْمَعَانِي.

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نہ سوتے ہیں اور نہ سونا ان کی شان کے مناسب ہے۔ ترازوں کو پست کرتا ہے اور اوپر کرتا ہے رات کا عمل اس کے پاس جاتا ہے دن سے پہلے اور دن کا عمل اس کے پاس جاتا ہے رات سے پہلے اور اس کا حجاب نور ہے۔"

جیسے روح المعانی میں ہے:

وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ۔ (سورۃ الزمر:۶۹)

ترجمہ: "اور زمین چمک گئی اپنے رب کے نور سے۔"

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ۔

ترجمہ: "اور بے شک جہنم احاطہ کرنے والی ہے کفار کا۔"

میرے نزدیک یہ محقق ہوگیا کہ معانی آخرت میں مُتَجَسِّد[1] ہوجائیں گے، شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی تحقیق ہے چنانچہ فتوحات میں لکھا ہے اور دوانی نے اپنے رسالہ الزوراء میں آیت بالا سے اس کو تقویت دی یعنی اب بھی جہنم محیط ہے لیکن آنکھوں سے مستور ہے اور حشر میں یہ سب کچھ منکشف ہوجائے گا:

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔

(سورۃ قٓ:۲۲)

ترجمہ: ''اب کھول دیا ہم نے تجھ سے تیرا پردہ پس آج تیری نظر تیز ہے (یعنی آج ہم نے تیری آنکھ سے شہوات کے پردے ہٹادیئے اور تیری نگاہ کو خوب تیز کردیا)۔''

بندوق کا شکار

درس بخاری شریف میں فرمایا تھا کہ مجھ سے بعض احباب نے مدینہ منورہ میں یہ مسئلہ پوچھا تھا کہ بندوق کا شکار کیا ہوا جائز ہے یا ناجائز؟ میں نے ایک مستقل رسالہ کی شکل میں جواب لکھا تھا، حاصل یہ کہ بندوق کی گولی توڑتی ہے زخم نہیں کرتی، تو یہ وقیذ کے مشابہ ہوا، گو مالکیہ کے ہاں جائز ہے بہرحال اگر بندوق کا شکار زندہ مل جائے تو ذبح کرنا چاہیئے اگر مرجائے تو کھانا ناجائز ہے۔

☆☆☆☆

علم الفرائض پر ایک طویل نظم

فروض میں حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظم ہے، ۱۹۲ اشعار ہیں، ابتدائی شعر اس طرح ہیں:

---

(۱) جسم اختیار کرنے والا۔

بعد حمد خدا و نعت رسول

بشنو از انور ظلوم وجہول

مال نبود چو مستحق العین

بعد تجہیز و دفن و دادن دین

ہم پس از عزل ثلث موصٰی بہ

ذی فروض مقررہ را دہ

عصبہ بعد ازاں برد ہمہ مال

بعد ازاں رد بذی فروض سگال

بعد ازیں دو فریق اے منعام

وارث مال داں ذوی الارحام

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حضور اکرم ﷺ کی نعت کے بعد سن لے انور ظلوم اور جہول سے۔ تجہیز و تکفین کے بعد اور قرض ادا کرنے کے بعد جو مال مستحق العین ہو۔ تو ثلث کے نکالنے کے بعد جس کی میت نے وصیت کی ہو ذوی الفروض جن کے حصے قرآن میں جتنے مقرر ہیں ان کو اتنے دو۔ ان سے جو مال بچ جائے عصبہ ان تمام مال کو لے جائیں گے اور اگر عصبہ نہ ہو تو جو مال ذوی الفروض سے بچ جائے وہ پھر ان پر رد کر دیں گے۔ ان دو فریق یعنی عصبہ اور ذوی الفروض کے بعد مال کے وارث جان ذوی الاحارم۔“

☆☆☆☆

موانع ارث

مانع ارث آمدہ اند چہار
رق و قتل اختلاف دین و دار
لیک قتلے کہ بالسبب باشد
مانع ارث کس نمی باشد

ترجمہ: ”چار چیزیں میراث دینے سے روکتی ہیں۔ غلام ہونا دوسرا قتل یعنی قاتل محروم ہوتا ہے میراث سے تیسرے اختلاف دین یعنی کافر اگر وارث ہے اس کو مسلمان کی میراث سے نہیں ملے گا، تیسرا اختلاف دار یعنی ایک ملک میں رہنے والے کا دوسرے ملک والا وارث نہیں ہوگا۔ لیکن قتل بالسبب مانع من المیراث نہ ہوگا۔“

یہ بھی پہلے درس بخاری شریف ۱۳۳۸ھ، ۱۳۳۹ھ میں سنایا تھا، پھر تو مرادآباد میں مدرسہ فخریہ میں جب مولانا فخرالدین صاحب مدرس تھے کچھ اضافات کے ساتھ طبع کرادیا تھا اور ”النور الفائض علی نظم علم الفرائض“ عنوان رکھا۔

☆☆☆☆

نماز کے لئے رغبت

حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ فرماتے تھے کہ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ گنگوہ تشریف لے گئے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا حضرت میرے لئے دعا فرمائیں کہ مجھے نماز پڑھنی آجائے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”اور رہ ہی کیا گیا“، سبحان اللہ! نماز ہی کی فکر رہی۔

☆☆☆☆

اختلاف میں اتحاد

ارشاد ہوا دو شریف آدمی مذہب و مسلک کے اختلاف کے باوجود آپس میں مل جل کر شریفانہ زندگی گزار سکتے ہیں۔

☆☆☆☆

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تبحر علمی

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے ماہنامہ القاسم شوال ۱۳۳۰ھ ص۱۶ میں تحریر فرمایا ہے کہ

> ''شوال ۱۳۳۰ھ سے ایک وظیفہ رفیق دارالعلوم دیوبند پچاس روپے ماہوار کا مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو دیا جائے گا جنہیں عظیم الشان جلسہ دستار بندی ۱۳۲۸ھ میں سب سے پہلے دستار فضیلت ملی، اور علوم شریعت میں تبحر اور زہد و تقویٰ میں سلف صالح کا نمونہ سمجھے جاتے ہیں۔''
>
> (عبیداللہ ناظم الانصار دارالعلوم دیوبند)

نقش حیات میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے، رسالہ ''القاسم الرشید'' کی پرانی فائلیں دیکھنے سے بہت کچھ مواد مل سکتا ہے۔

☆......فرمایا:

> قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ۔ (سورۃ سبا:۲۲)
>
> ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے پکاروان کو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود گمان کرتے ہو۔ وہ مالک نہیں ایک ذرہ کے آسمانوں

میں اور نہ زمین میں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن لوگوں پر
تمہیں خدائی کا گمان ہے ذرا کسی مشکل وقت میں ان کو پکارو
کہ وہ کچھ کر سکتے یا نہیں۔"

ابو عبداللہ رازی کہتے ہیں جو مذاہب کہ مفضی الی الشرک ہیں وہ چار ہیں:

(۱) وہ لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو پیدا کیا اور زمین اور زمینیات کو ان کے حکم میں کر دیا، اور ہم زمینیات میں سے ہیں اس لئے ہم کواکب اور ملائکہ کو پوجتے ہیں جو کہ آسمانی ہیں، اور وہ ہمارے الٰہ ہیں، اور اللہ ان کا معبود ہے لہٰذا ان کا قول باری تعالیٰ نے رد کر دیا:

﴿لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ كَمَا اعْتَرَفْتُمْ.
﴿وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ كَمَا زَعَمْتُمْ.

ترجمہ: "یعنی وہ ایک ذرہ بھر کے مالک نہیں آسمانوں میں
جیسے تم نے اعتراف کیا ہے ورنہ وہ مالک ہے زمین میں جیسے
تمہارا گمان ہے۔"

(۲) آسمانوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے مستقل، اور زمینوں اور زمینیات کا خالق ہے بواسطہ کواکب، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے عناصر پیدا کئے، اور جو ترکیبات ان میں ہیں اِتصال[۱] اور حرکات اور طوالع[۲] اس لئے انہوں نے شریک قرار دیئے اللہ تعالیٰ کی زمین میں، اور پہلوں نے زمین کو اللہ تعالیٰ کے غیر کی (تخلیق و ملکیت) قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رد فرما دیا:

وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ (سورۃ سباء:۲۲)

---

(۱) ملاپ
(۲) منوّر کرنے والے

ترجمہ: ''کسی غیر کا ان دونوں میں کچھ حصہ نہیں ہے۔''

اَیْ اَلْاَرْضِ کَا لسَّمَاءِ لِلّٰہِ لَیْسَ لِغَیْرِہٖ فِیْہِمَا مِنْ نَصِیْبٍ۔

ترجمہ: ''نہیں ہے اس کے غیر کے لئے زمین و آسمان میں کچھ حصہ یعنی زمین بھی آسمان کی طرح ہے۔''

(۳) وہ جو قائل ہیں اس بات کے کہ ترکیبات تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے سپرد کردیا ستاروں کے، اور حوادثات کا انتساب اِذن[1] دینے والے کی طرف کیا جاتا ہے نہ کہ ماذون[2] کی طرف اور فقط آسمانوں ہی کو منسوب باری تعالیٰ کی طرف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے باطل قرار دیا اس کلام سے۔

وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ○ (سورۃ سباء: ۲۲)

ترجمہ: ''اور ان کے لئے ان میں سے کوئی مددگار بھی نہیں۔''

(۴) بعض کہتے ہیں ہم اصنام[3] کو پوجتے ہیں جو ملائکہ کی تصویریں ہیں تا کہ ہماری شفاعت کریں، پس اللہ تعالیٰ نے باطل قرار دیا:

لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ ۔ (سورۃ طٰہٰ: ۱۰۹)

ترجمہ: ''ان کو سفارش فائدہ نہیں دے گی۔''

جملہ الشفاعۃ میں الف لام ظاہر ہے کہ عموم کے لئے ہے اور شفاعت سے مراد شفاعت عامہ یعنی تمام مخلوقات کی ہے، بعض کہتے ہیں کہ الف لام عہد کے لئے ہے یعنی شفاعت ملائکہ کی جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

---

(۱) اجازت، حکم

(۲) جسے حکم دیا جائے۔

(۳) صنم کی جمع پتھر کے بت

☆......فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (سورۃ النساء:۱۱۶)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس کو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنائے اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے یعنی شرک سے نیچے کے گناہ جس کو چاہے اللہ تعالیٰ بخش دے گا مگر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔''

جو موت علی الکفر کی عدم مغفرت قرآن پاک میں بار بار ذکر فرمائی گئی ہے چنانچہ سورۃ آل عمران میں ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾

(سورۃ آل عمران:۹۱)

ترجمہ: ''جو لوگ کافر ہوئے اور کافر ہی مر گئے تو ہرگز قبول نہیں ہوگا ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر کر سونا۔ اگرچہ بدلہ دیوے اس قدر سونا ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار یعنی دنیا کی حکومتوں کی طرح وہاں سونے چاندی کی رشوت نہیں چلے گی وہاں تو صرف دولت ایمان کام دے سکتی ہے۔''

اور اس سے قبل بھی یہی مضمون فرمایا گیا ہے نیز سورۃ النساء میں فرمایا گیا ہے:

وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾ (سورة النساء:۱۸) وغیرها من الآیات

ترجمہ: ’’اور نہ ان لوگوں کی مغفرت ہوگی اور نہ ان سے فدیہ قبول کیا جائے گا جو کفر کی حالت میں مرجائے ان کے لئے دردناک عذاب ہم نے تیار کیا ہے۔‘‘

لہٰذا اس آیت کے ساتھ اس کا ذکر چھوڑ دیا گیا، کیوں کہ دو چیزیں ہیں اگرچہ شرعاً حکم شرک کا بھی کفر ہی ہے کیوں کہ ان دونوں میں تغایر نہیں ہے کیوں کہ شرک اقرار الوہیت کے ساتھ جمع ہوجاتا ہے، چنانچہ مشرکین عرب ایسے ہی تھے۔ اور کفر کبھی تو جحود[1] باری تعالیٰ سے ہوتا ہے، اور کبھی اس کے رسولوں کے انکار سے بھی کفر ثابت ہوجاتا ہے۔ اس لئے یہاں آیت میں شرک کو ذکر فرمایا اس لئے یہاں پر عنوان شرک کا رکھا، اور قرآن مجید میں رعایت عنوان کی اور لغت کی اہم ہے۔

☆......فرمایا اشراک باللہ کی کئی اقسام ہیں: (۱) اشراك فی العبادة (۲) اشراک فی الصفات (۳) اشراك فی الطاعة۔

اشراک فی العبادۃ کہ عبادت غیر اللہ کی کرے، لیکن اس کو معبود یقین کرے یا نہ کرے، جیسے مشرکین عرب کہتے تھے:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ (سورة الزمر:۳)

ترجمہ: ’’ہم ان بتوں کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے قریب کے درجہ میں یعنی ان چھوٹے خداؤں کی عبادت کر کے ہم بڑے خدا کے قریب

---

(۱) جان بوجھ کر انکار۔

ہو جائیں گے۔"

اشراک فی الطاعۃ یہ ہے کہ تحلیل الحرام میں اور تحریم حلال میں غیر اللہ کا کہنا مان لے، جیسا کہ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے متنبہ کیا ہے، جیسا کہ نصاریٰ...... اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط (سورۃ آل عمران: ۶۴) ...... مانتے تھے یہ بھی ایک نوع شرک کی ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اشراک فی الطاعۃ فرمایا ہے۔

وحدت دعوت انبیاء

فرمایا ابن رُشد نے "تہافت الفلاسفۃ" میں فرمایا ہے کہ تعلیم قیامت تورات سے قبل نہیں تھی۔ میں کہتا ہوں بلکہ تعلیم قیامت تو نجات ہے اور ادیان سماویہ[1] کی اور شرائع انبیاء کرام علیہم السلام کی اساس ہے، تو ضروری ہے کہ اس کی تعلیم بھی شروع سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو، کیوں کہ شرائع اگرچہ بدلتی رہی ہیں لیکن اصل تو تبدیل نہیں ہوئی۔ تفاسیر میں ہے کہ حرمت خنزیر حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہے، ہاں ان نقول کے انتقاد کی ضرورت ہے، تو قیامت کا عقیدہ جو کہ اصول دین سے ہے پہلے سے کیوں نہ موجود ہوگا۔

تعظیم مفرط پر نکیر

جس روز بہاولپور تشریف فرما ہوئے ظہر کی نماز ایک چھوٹی سی مسجد میں ادا کرنے کے بعد مولانا فاروق احمد رحمۃ اللہ علیہ سے فرمانے لگے، یہ اتنا مجمع کیوں ہے؟ جواب دیا یہ لوگ آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں، فرمایا زیارت کسی اللہ تعالیٰ کے پاک بندے کی کرنی چاہئے، ہم تو عام آدمی ہیں، خیر بیٹھئے میں ایمان اور اسلام اور اذکار کے متعلق کچھ سنانا چاہتا ہوں، پھر اس پر وعظ فرمایا، قرآن و

---

(۱) آسمانی مذاہب

حدیث پیش فرماتے گئے، پھر مولانا فاروق احمد ﷫ احقر سے فرمانے لگے کہ مولانا غلام محمد دین پوری ﷫ حضرت شاہ صاحب ﷫ سے ملنے آئے ہیں، مکان پر تشریف فرما ہیں، تو عرض کر دے کہ وعظ بند کر دیں، میں نے کہا میں تو جرأت نہیں کر سکتا، ہم دونوں ایک دوسرے کے کان میں بات کر رہے تھے حضرت نے فوراً وعظ بند کر دیا اور دعا فرما کر باہر تشریف لے آئے، راستے میں عرض کیا کہ مولانا دین پوری ﷫ تشریف لائے ہوئے ہیں، مکان پر پہنچ کر ملاقات فرمائی، اور معانقہ کیا حضرت دین پوری ﷫ پر رقت نے زور کیا، بہت روئے، پھر پلنگ پر سرہانے کی طرف حضرت دین پوری ﷫ کو بٹھانے لگے، حضرت نے اصرار کیا کہ آپ ہی ادھر بیٹھیں۔

حضرت شاہ صاحب ﷫ نے تکیہ حضرت دین پوری کی طرف رکھ دیا کہ آپ تکیہ لگا کر بیٹھیں، خود بھی بیٹھ گئے پھر خدام حضرت دین پوری ﷫ حضرت شاہ صاحب ﷫ سے ملنے لگے پہلے پاؤں کو ہاتھ لگاتے پھر گھٹنوں کو پھر مصافحہ کرتے، ایک کو فرمایا ارے بھائی! فقط مصافحہ سنت ہے، اور دوسرے سے بھی یہی فرمایا، تیسرا آیا اس نے جب گھٹنوں کو ہاتھ لگایا تو اس کے دونوں بازو تھام لئے اور فرمایا کیا پیغمبر کی سنت سے عداوت ہی ہے؟ پرے ہٹ کر بیٹھ جاؤ، میں اس مسئلہ کو کشف کرنا چاہتا ہوں۔

پھر شرح و بسط کے ساتھ مسئلہ بیان فرمایا، کہ نماز میں جو ارکان شریعت نے رکھے ہیں ان میں قیام تو مشترک ہے، ہم ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، لیکن حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو آدمی یہ چاہے کہ میں بیٹھوں اور لوگ میری تعظیم کے لئے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ رہا رکوع تو یہ مکروہ تحریمی ہے اور سجدۂ تحیہ اور تعظیمی یہ حرام ہے۔ فقط مصافحہ سنت ہے۔

ایک صاحب نے ایک رسالہ میں سجدۂ تحیہ کا جواز لکھ کر میرے پاس ڈابھیل بھیجا، میں اردو کے رسائل کم دیکھتا ہوں، اٹھا کر ایک دو جگہ سے دیکھا، انہوں نے لکھا کہ سجدہ تحیہ کی حرمت کسی نص سے ثابت نہیں، حالانکہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پہلے سجدہ تعظیم تھی آپس کی، فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے وہ رواج موقوف کیا۔

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ۔ (سورۃ الجن:۱۸)

ترجمہ: ''اور مسجدیں اللہ تعالیٰ کی یاد کی واسطے ہیں۔''

یعنی مسجدیں خاص عبادت الٰہی کے لئے بنائی جاتی ہیں تو وہاں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے مدد مانگنا ظلم عظیم ہے۔

اس وقت پہلے رواج پر چلنا ایسا ہے جیسا کہ کوئی آدمی بہن سے نکاح کرے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہوا ہے، (سورۃ یوسف کی تفسیر میں آیت ۱۰۰ کے تحت شاہ صاحب نے یہ ذکر فرمایا ہے):

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۔ (سورۃ یوسف:۱۰۰)

ترجمہ: ''اور سب گرے اس کے آگے سجدے میں۔''

یعنی ماں باپ اور سب بھائی یوسف علیہ السلام کے آگے سجدے میں گر پڑے، یہ سجدہ تعظیمی تھا اب ہماری شریعت میں یہ بھی ممنوع ہے اور حرام ہے۔

اور سورۃ الجن میں وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ''سجدے کے ہاتھ پاؤں حق اللہ تعالیٰ کا ہے۔''

غرض سجدۂ تحیہ کی حرمت احادیث کثیرہ سے ثابت ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے مثلاً اپنے استاذ کو یا کوئی اور واجب الاحترام آدمی ہو۔ (درمختار)

مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعہ نے بوقت رخصت جب حضرت شاہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، تو فرمایا کہ لوگ حاجی بنائیں گے۔

۱۔لفظ قدر کی تحقیق

فرمایا:

فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَیۡهِ۔ (سورۃ الانبیاء:۸۷)

''پس گمان کیا ہم اس پر تنگی نہیں پکڑیں گے۔''

(فائدہ) کَمَا فِیْ "فَقَدَرَ عَلَیۡهِ رِزۡقَهٗ" پس اس پر رزق تنگ کر دیا۔ کما بینہ الطحاوی فی مشکلہ۔

۲۔رؤیت انبیاء مشاہدہ ہے

وَالشَّجَرَةَ الۡمَلۡعُوۡنَةَ فِی الۡقُرۡاٰنِ ؕ (سورۃ الاسراء:۶۰)

ترجمہ: ''اور ایسے ہی وہ درخت جس پر لعنت ہے قرآن میں یعنی زقوم کا درخت۔''

شجر ملعونہ کے ذکر کو معراج سے اس لئے ملا دیا کہ یہ بھی کفار کا ایک طعنہ تھا، جیسے کہ معراج میں ان کو اعتراض تھا، چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے کہ کفار کہتے تھے کہ آپ کیسے راتوں رات بیت المقدس تک ہو آئے، اور شجرہ کے متعلق کہتے تھے کہ سو درخت آگ میں کیسے ہو سکتا ہے؟ حالانکہ آگ کا کام تو جلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سب کچھ آسان ہے۔

۳۔ فرمایا کہ عالم غیب کی چیزیں حالت یقظہ[1] میں مشاہدہ کرنے کی تعبیر رؤیا سے کی گئی ہے، میں نے تورات میں اکثر دیکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مشاہدات عالم یقظہ میں ہوئے، یہاں لفظ اکثر استعمال کیا گیا ہے تورات ہی میں ہے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام ایک ندی کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ایک

---

(۱) بیداری۔

رؤیا دیکھا، حالانکہ یہ عالم بیداری میں رؤیا تھا، فوراً مجھے تنبہ ہوا کہ یہ لفظ رؤیا انبیاء کرام علیہم السلام کے عالم یقظہ کے مشاہدات پر بھی بولا گیا ہے، حافظ نے فتح الباری میں بھی اس پر بحث کی ہے۔

یہ ایسا ہے جیسے کشف کا لفظ صوفیاء کے ہاں، لغت میں تو کشف کے معنی وُضوح (۱) کے ہیں، کبھی باصرہ کے ساتھ عالم یقظہ میں دیکھنے پر بھی کشف کا لفظ بولا گیا ہے۔

۴۔ فرمایا کہ قادیانی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر زندہ ہوتے تو شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوتی مگر آپ نے آنے کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا، میں کہتا ہوں کہ یہ دھوکا ہے اس لئے کہ ابن ماجہ میں واقعہ ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مذکور ہے، اور باہمی گفتگو بھی مذکور ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آنے کے متعلق تصریح فرمائی ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۹ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ علیہ السلام، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں):

لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى فَتَذَاكَرُوْا السَّاعَةَ، فَبَدَءُوْا بِإِبْرَاهِيْمَ فَسَأَلُوْهُ عَنْهَا فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْ عِلْمٍ، ثُمَّ سَأَلُوْا مُوْسٰى فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْ عِلْمٍ، فَرَدَّ الْحَدِيْثَ إِلٰى عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ، فَقَالَ قَدْ عُهِدَ إِلَيَّ دُوْنَ وَجْبَتِهَا، أَمَّا وَجْبَتُهَا فَلَا يَعْلَمُهَا، إِلَّا اللهُ فَذَكَرَ خُرُوْجَ الدَّجَّالِ، قَالَ: فَأَنْزِلَ فَأَقْتُلُهُ۔

---

(۱) ظہور، ثبوت۔

ترجمہ: ”جب حضور اکرم ﷺ کو معراج کرایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام سے اور عیسیٰ علیہ السلام سے انہوں نے قیامت کا مذاکرہ کیا سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام سے ابتداء کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے قیامت کے بارے میں سوال کیا لیکن ان کے پاس اس کا علم نہیں تھا پھر موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا ان کے پاس بھی اس کا علم نہیں تھا پھر عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا قیامت کے بارے میں لیکن ان کے واقع ہونے کے بارے میں نہیں کیونکہ اس کے وقوع کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں پھر دجال کے نکلنے کا تذکرہ کیا فرمایا وہ نازل ہوگا اور میں اس کو قتل کروں گا۔“

۵۔ ایام قیام قبا کی تحقیق

فرمایا یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ قباء میں چودہ روز قیام پذیر رہے، چنانچہ بخاری صفحہ ۵۰۶ جلد ۱ میں تصریح ہے اور جو سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ قباء کا قیام چار دن رہا پس وہ سہو ہے، اس کا منشاء یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ قباء میں داخل ہوئے منگل کے روز اور شہر مدینہ میں تشریف لائے جمعہ کے روز پس جمعہ اسی ہفتہ کا شمار کرلیا گیا، اگر اعتراض کیا جائے کہ جمعہ ثانیہ کا اعتبار کرنے سے بھی حساب پورا نہیں ہوتا کیوں کہ منگل منگل آٹھ روز، بدھ جمعرات جمعہ تین دن مل کر گیارہ دن ہو گئے تو بخاری شریف میں مذکور چودہ دن پورے نہ ہوئے، جواب یہ ہے کہ جمعہ کے دن کا تشریف لے جانا قیام کی خاطر نہ تھا، بلکہ جمعہ کی نماز ادا کر کے واپس آجانا مقصود تھا، پھر ہفتہ، اتوار اور پیر قباء میں رہ کر منگل کو مدینہ میں

تشریف لائے یہ پندرہ یا چودہ روز ہو گئے۔

۶۔فضیلت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ قطعی ہے

ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قطعی ہے اور امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظنی ہے، میں کہتا ہوں کہ اشعری کا فرمانا اصوب (۱) ہے کیوں کہ اس کثرت سے احادیث اس باب میں مروی ہیں جن سے تواتر ثابت ہو جاتا ہے بلکہ تواتر سے بھی فوق، ایسی ہی فضیلت شیخین کی بھی ثابت ہے پھر ترتیب بھی قرابت کے برعکس ہے پس جو اقرب ہے نسباً وہ آخر ہے افضلیت میں، اس طرح کہ علی، عثمان، عمر ابو بکر رضی اللہ عنہم۔ نیز افضلیت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اقدم ہیں، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ۔

۷۔امتناع قراءۃ خلف الامام

بخاری جلد اوّل ص ۵۲۳ میں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پہلی رکعت فجر کی نماز میں سورۃ یوسف یا نحل پڑھتے تھے، حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے تھے پھر رکوع کرتے، معلوم ہوا کہ جو لوگ رکوع کے قریب ملتے تھے وہ سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے، پس مدرک رکوع مدرک رکعت ہوا، پھر فاتحہ خلف الامام کہاں گئی، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

حَتّٰی یَجْتَمِعَ النَّاسُ۔

۸۔توسل فعلی وقولی

بخاری میں قول عمر آیا ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا۔

---

(۱) بہترین، زیادہ صحیح

ترجمہ: ''اے اللہ! ہم آپ کے سامنے وسیلہ پکڑتے ہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سے، ہم پر بارش برسا۔''

یہ توسل فعلی ہے، رہا قولی توسل تو ترمذی میں ہے اعمیٰ کی حدیث میں ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ. إلی قَوْلِه: فَشَفِّعْهُ فِيَّ.

ترجمہ: ''یا اللہ! ہم آپ کی طرف متوجہ کرتے ہیں آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محمد جو رحمت کے نبی ہیں ان کی سفارش ہمارے حق میں قبول فرما دیجئے۔''

(فائدہ) یہ حدیث ترمذی کے علاوہ زاد المعاد میں بھی ہے، اور تصحیح فرمائی ہے، مستدرک حاکم میں بھی ہے حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، ذہبی نے حاکم کی تصحیح کی تصویب (1) کی ہے۔

فقہاء سبعہ مدینہ

فرمایا فقہائے سبعہ مدینہ ان کے نام مبارک یہ ہیں:

اَلَا كُلُّ مَنْ لَا يَقْتَدِيْ بِأَئِمَّةٍ
فَقِسْمَتُهٗ ضِيْزٰى عَنِ الْحَقِّ خَارِجَةْ
فَخُذْهُمْ عُبَيْدُ اللهِ عُرْوَةُ قَاسِمٌ
سَعِيْدٌ أَبُوْبَكْرٍ سُلَيْمَانُ وَ خَارِجَةْ

ترجمہ: ''خبردار جو ائمہ کی اقتدا نہیں کرتے ان کی یہ تقسیم بھونڈی یعنی مہمل ہے۔ پکڑ لیجئے عبید اللہ عروہ، قاسم، سعید، ابوبکر، سلیمان اور خارجہ یعنی ان کی اقتداء کیجئے۔''

---

(1) تصدیق۔

پس وہ عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود، عروہ بن قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، سعید بن المسیب، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، سلیمان بن یسار مدنی مولیٰ میمونہ، خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہم۔ اگر کوئی ان اسماء کو کاغذ پر لکھ کر چھت سے تعویذ باندھ دے تو چھت کی لکڑی کو کیڑا نہیں لگتا۔

لفظ دُون کی ادبی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ (سورۃ الاعراف:۲۰۵)

ترجمہ: ”اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو پکار کر بولنے سے کم ہو۔ صبح کے وقت اور شام کے وقت۔“

اس میں دُوْنَ الْجَهْرِ، معطوف واقع ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ ذکر جہر کا بھی جواز ہے، اور دون بمعنی ذرا کم یعنی جہر مفرط سے ذرا کم، فقہاء کا جہر مراد نہیں بلکہ

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ۔ (سورۃ النساء:۱۴۸)

ترجمہ: ”اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کو ظاہر کرنا۔“

کے قبیل سے ہے، مثلاً

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ۔ (سورۃ الحجرات:۲)

ترجمہ: ”اور اس کے سامنے مت بولو چیخ کر۔“

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں چیخ کر نہ بولو، جیسے اعراب (دیہاتی) بولتے تھے:

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ۔ (سورۃ النساء:۴۸)

یعنی جو گناہ شرک سے کم درجہ کا ہوگا اسے بخش دے گا۔

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ۔

(سورۃ السجدہ:۲۱)

ترجمہ: ”اور البتہ چکھائیں گے ہم ان کو تھوڑا عذاب بڑے عذاب سے ورے یعنی آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں ذرہ کم درجے کا عذاب چکھائیں گے۔“

یعنی تھوڑا عذاب جو ورے ہے اس بڑے کے۔

ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا۔

ترجمہ: ”پھر دو رکعتیں ادا فرمائیں جو کہ پہلی دو رکعتوں سے کم طویل تھیں۔“

غرض فقہاء نے جہر کو ثابت کیا جو چیخ کر بولنے سے ذرا کم ہوتا ہے۔

سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۶۳ میں ہے:

فَإِنْ أَفْتَانَا بِفُتْيَا دُوْنَ الرَّجْمِ قَبِلْنَاهَا۔

پس اگر انہوں نے فتویٰ دیا رجم سے کم سزا کا تو ہم اس کو قبول کرلیں گے۔ (أسد الغابہ ص ۱۶۸)

غرض یہ کہ جہر مفرط کی نفی ہے، مطلقاً جہر کی نفی نہیں۔

(فائدہ) حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ذکر جہر کرتے تھے، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شکایت بھی کی کہ یہ شخص ریاکار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ مِنَ الْأَوَّاهِيْنَ۔

ترجمہ: ”بے شک وہ ذوالبجادین سچے عاشق لوگوں میں سے ہیں۔“

اور خود حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کے واقعہ میں رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا کعبہ میں بلند آواز سے ذکر فرمانا آیا ہے کعبہ شریف تو مساجد میں افضل ہے، کتب سیرت میں مصرح ہے۔ (أسد الغابہ ص ۱۶۱)

فرمایا: بزازیہ میں کلام مضطرب کیا ہے اور شامی میں تفصیل کی ہے۔

مختصر المعانی ص ۱۸۵ میں ہے:

وَ مَعْنٰى دُوْنَ فِي الْأَصْلِ اَدْنٰى مِنَ الشَّيْءِ، يُقَالُ: دُوْنَ ذٰلِكَ إِذَا كَانَ أَحَطَّ مِنْهُ قَلِيْلًا۔

"دون اصل میں کسی شیء کا کم درجہ کا ہونا "هٰذا دون ذلك" وہاں بولتے ہیں جب وہ شئے دوسری کی نسبت سے تھوڑی سی کم ہو۔"

لاہور میں ایک شخص کو تلقین ذکر کرتے وقت زور سے ضرب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی لگا کر دکھائی، دیوبند میں احقر جن حضرات کو بیعت کی غرض سے لے جاتا تھا جہر سے ذکر کرنا تلقین فرماتے تھے۔

اعجاز قرآنی

ایک دفعہ فرمایا کہ قرآن مجید کا اعجاز مفردات اور ترکیب و ترتیب کلمات اور مقاصد و حقائق کی جملہ وجوہ سے ہے، مفردات میں ہے کہ قرآن مجید وہ کلمہ اختیار فرماتا ہے جس سے اَوْفٰى بِالْحَقِيْقَةِ وَ اَوْفٰى بِالْمَقَامِ۔ "اور حقیقت کو پورا واضح کرنے والا اور مقام کے زیادہ مناسب" سارے انس و جن بھی نہیں لا سکتے۔

مثلاً جاہلیت کے اعتقاد میں موت کے لئے توفی کا لفظ درست نہ تھا کیونکہ ان کے عقیدے میں نہ بقاء جسد تھی نہ بقاء روح۔

توفی وصول کرنے کو کہتے ہیں ان کے عقیدے میں موت توفی نہیں

ہوسکتی، قرآن مجید نے موت پر توفی کا اطلاق کیا، اور بتلایا کہ موت سے وصول یابی ہوتی ہے نہ فنا محض، اس حقیقت کو کلمہ توفی سے کشف کردیا اور کہیں کہیں اس لفظ کا اطلاق اپنے اصلی معنی جسد مع الروح کے وصول کرنے پر کیا۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ۔ (سورة الانعام:۱۰۰)

ترجمہ: ''اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے لئے شریک جنّوں کو۔''

ظاہر قیاس یہ تھا کہ عبارت یوں ہوتی:

وَجَعَلُوا الْجِنَّ شُرَكَاءَ اللّٰهِ۔

لیکن مراد یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرائے کوئی معمولی جرم نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کو جن کا شریک قرار دینے کا، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی عظمت اور کبریائی کو جن کا ہم رتبہ قرار دے دیا، پس یہ مراد اسی ترتیب اور نشست الفاظ سے حاصل ہوسکتی ہے۔

مقصد قرآنی کی تشریح

مقاصد سے میری مراد مخاطبین کو سبق دینا لینا ہے، جیسا کہ علماء کرام نے اسماء حُسنیٰ کے شروع میں لکھا ہے مقاصد قرآن حکیم کے وہ ہونے چاہئیں جن سے مبدا اور معاش اور معاد اور فلاح ونجاح دنیا وآخرت وابستہ ہو۔

قرآنی حقائق

اس سے میری مراد امور غامضہ ہیں جن سے عقول وافکار قاصر رہیں اور تجاذب وتجانب اور نزاع عقلاء باقی رہا جیسے کہ مسئلہ خلق افعال عباد کہ عبد کا ربط اپنے فعل سے کیا ہے اور کیسے ہے اور اس فعل کا ربط قدرت ازلیہ سے کیسا ہے قرآن مجید ایسے مقام میں وہ تعبیر اختیار فرمائے گا جس سے اوفیٰ بالحقیقہ تعبیر بشری طاقت سے باہر ہے۔

کچھ ابتدائی دور سے متعلق

ریل گاڑی میں بہاول پور سے براستہ راجپورہ دیوبند واپسی کے سفر میں مجھے فرمایا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ حاکم سے لیتے ہیں اور حاکم دار قطنی سے لیتے ہیں، احقر نے عرض کیا کہ سنن کبریٰ بیہقی پر علامہ ماردینی بیہقی کے لفظی اغلاط پر بھی گرفت کرتے جاتے ہیں، فرمایا: ان کی نظر چوکتی نہیں۔

فرمایا میں نے عمدۃ القاری کا حضرت شیخ الزمن مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی خدمت میں صحیح بخاری شروع کرنے سے ایک سال پہلے ہی مطالعہ کرلیا تھا، اور فتح الباری کا مطالعہ درس بخاری کے سال میں کیا تھا، مولانا مشیت اللہ بجنوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ قسطلانی کی ارشاد الساری شرح بخاری کا مطالعہ بھی اسی سال کیا کرتے تھے، خود فرماتے تھے کہ میرے مطالعہ کی رفتار تیز ہوتی تھی کہ دو دو سو ورق مطالعہ کر لیتا تھا۔

مولانا محدث محمد اسحاق کشمیری رحمہ اللہ سے میں نے صحیح مسلم، سنن نسائی، ابن ماجہ پڑھی ہیں، وہ تلمیذ مولانا خیر الدین آلوسی رحمہ اللہ کے ہیں وہ اپنے والد سید محمود آلوسی صاحب رحمہ اللہ روح المعانی کے ہیں۔ ”اَلْجَوَابُ الْفَسِیْحُ لِمَا لَفَّقَ عَبْدَ الْمَسِیْحِ“ اور ”بُلُوْغُ الْاَرَبْ وَ جِلَاءُ الْعَیْنَیْنِ فِی مُحَاکَمَةِ بَیْنَ الْاَحْمَدَیْنِ“ اور بھی بڑی نفیس کتب کے مؤلف ہیں، اَلْجَوَابُ الْفَسِیْحُ تو احقر کے پاس بھی ہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اس کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے، احقر نے ایک دفعہ امرتسر اور لاہور کے درمیان عرض کیا کہ علامہ خیر الدین آلوسی کی ایک کتاب ردعیسائیت میں ہے، لاہور شاہ عالمی دروازے پر میں نے چھ آنے میں خریدی تھی، فوراً فرمایا: اَلْجَوَابُ الْفَسِیْحُ ہے؟ میں حیران رہ گیا۔

مولانا محمد اسحاق صاحب کشمیری کا انتقال مدینہ منورہ میں ۱۳۲۲ھ میں

ہوا، فرماتے تھے ایک میرے استاذ تھے، اتنا رعب تھا کہ میں تھک جاتا تھا لیکن گھٹنا نہیں بدلتا تھا۔ اب تو طالب علم اس کو کہتے ہیں کہ خوب شوخ وشنگ ہو، میں تو حضرت شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کبھی بولتا نہ تھا چپ سنتا رہتا تھا۔

فرمایا حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ھدایہ کے آخری دو جز بھی میں نے پڑھے ہیں۔

فرمایا ایک میرے استاذ محدث حسین الجسر طرابلسی بھی ہیں، ان کا سلسلہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے، رسالہ حمیدیہ ان ہی کی تصنیف ہے، ان کا زہد واتقاء بڑا کامل تھا، فرمایا میں نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھا ہے۔ جب میں اپنے وطن کشمیر جانے لگا تو گنگوہ حاضر ہوا تھا یہ مدرسہ امینیہ کی واپسی پر ہوا تھا۔

تذکرہ مولانا ظہیر احسن شوق نیموی رحمۃ اللہ علیہ

ایک دفعہ میں گنگوہ حاضر ہوا تو ”جامع الآثار“ مؤلف مولانا نیموی رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آیا ہوا تھا۔ کسی غیر مقلد نے اس پر اعتراضات کئے تھے تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غیر مقلد کے اعتراضات بے جا ہیں، میں نے جامع الآثار کی حمایت میں بھی مولانا نیموی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا، مولانا نیموی رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط دہلی میں بھی میرے پاس آتے تھے۔

تقویٰ کے معانی

ایک بار فرمایا کہ تقویٰ ایمان پر بھی بولا گیا ہے:

وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى ۔ (سورۃ الفتح:۲۶)

ترجمہ: ”اور ان کے ساتھ تقویٰ کا کلمہ لازم کردیا۔“

توبہ پر بھی اطلاق ہوا ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا۔ (سورۃ الاعراف:۹۶)

ترجمہ: ”اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے۔“

طاعت کے معنی پر بھی بولا گیا ہے:

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ○ (سورۃ النحل:۲)

ترجمہ: ”آپ لوگوں کو ڈراؤ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں مجھ سے ہی ڈرو۔“

ترک گناہ پر بولا گیا ہے:

وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ (سورۃ البقرہ:۱۸۹)

ترجمہ: ”گھروں میں دروازوں سے داخل ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔“

کبھی اخلاص کے معنی بھی دیتا ہے:

فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ○ (سورۃ الحج:۳۲)

ترجمہ: ”تعظیم شعائر اللہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔“

یعنی تعظیم شعائر اللہ شرک نہیں بلکہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا وہ شعائر اللہ کا ادب ضرور کرے گا یہ ادب شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر خوب لکھا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے بزرگوں سے تعلقات

1934ء کی بات ہے حضرت اقدس مولانا ابوسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کندیاں والے اپنے خلیفہ مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں سلیم پور

تشریف لائے تھے، احقر کو حضرت مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ نے لکھا کہ تو بھی آتا کہ حضرت کی زیارت کرے، تو احقر اور دو ساتھی جو ہمارے مدرسہ رائیکوٹ ضلع لدھیانہ میں مدرس تھے، تینوں مولانا عبداللہ رحمہ اللہ کے گاؤں میں گئے، بعد مغرب پہنچے حاضری ہوئی، حضرت اقدس قدس سرہ کی خدمت میں مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ نے تعارف کرایا کہ یہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری قدس سرہ کا خادم اور میرا استاذ ہے۔ حضرت اقدس کندیاں والے رحمہ اللہ اٹھ کر معانقہ کر کے ملے۔ بہت مسرت کا اظہار فرمایا، معاً فرمایا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بڑے کاملین میں سے تھے، اب علماء کی پیاس کو کون بجھائے گا؟ طلبہ کو تو حدیث پڑھانے والے مل ہی جائیں گے لیکن علماء کی مشکلات کو کون حل کرے گا۔

فرمایا جب میرا لڑکا دیوبند پڑھتا تھا تو میں بھی دیوبند حاضر ہوا تھا اس وقت حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی حدیث کے مدرس تھے، لڑکے نے اپنے کمرہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ کی دعوت کی، دونوں حضرات تشریف لائے، مولانا مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ سے چونکہ پہلے سے بے تکلفی تھی، لیکن حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے مجھے حجاب رہا۔

حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دعوت محاکمہ دی

پھر جب مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے میانوالی میں دعوت مُحاکَمہ [1] دی، اور حضرت میانوالی تشریف لے گئے میں بھی وہاں موجود تھا، میں نے اپنے یہاں تشریف لے چلنے کو عرض کیا تو بخوشی منظور فرمالیا۔

پھر ہمارے ہاں تشریف لائے تو میں نے کتب خانہ کی زیارت کرائی جس سے حضرت کا دل باغ باغ ہو گیا، پھر میں نے لوگوں کو باہر نکال دیا، اور

(۱) فیصلہ کروانا، جھگڑا نمٹانا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کتب خانہ کی سیر کی، ''تیسیر الاصول''(۱) حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مجھ سے دو ماہ کے لئے مستعار(۲) دیوبند لے گئے۔ اور پھر دو ماہ کے بعد واپس فرمائی، اور مجھے خط میں تحریر فرمایا کہ جتنا عرصہ آپ کے ہاں قیام کیا میں اسے مُغتنمات(۳) زندگی میں سے سمجھتا ہوں، وہ خط میں نے محفوظ کر کے رکھ چھوڑا ہے، افسوس کہ قیام خانقاہ سراجیہ (کندیاں) میں صرف ایک دن رہا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس وقت کم تھا اگلے روز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا ذکر فرماتے رہے۔ فرمایا میں نے حضرت کی تصانیف کا بغور مطالعہ کیا ہے، پھر احقر نے عرض کیا کہ ''ضرب الخاتم علی حدوث العالم'' اور ''مرقاۃ الطارم'' بھی حضرت کے پاس ہیں۔ فرمایا وہ تو ہم نے تبرکاً رکھ چھوڑی ہیں اس میں دقیق ابحاث(۴) ہیں۔ پھر احقر رخصت لے کر چلا آیا، پھر مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تو بار بار ملتے رہے۔ لیکن حضرت کندیاں والوں کی زیارت نہ ہو سکی، پھر سنا کہ کانپور میں حضرت کا وصال ہو گیا ہے، تابوت کندیاں لایا گیا پھر ایک رسالہ میں حضرت کا وصیت نامہ پڑھا۔ اور مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو جانشین اور کتب خانہ کا منتظم بنانا بھی پڑا، حضرت کندیاں والوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اور لوگوں نے تو استفادہ کیا افسوس کہ میں چونکہ کھانے کے انتظام میں تھا میں (حضرت شاہ صاحب سے) استفادہ نہ کر سکا۔

کسی نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ انہوں نے (حضرت

---

(۱) غالباً ''نوادر الاصول''

(۲) ادھار۔

(۳) غنیمت کی چیزیں۔

(۴) مشکل یا باریک بحثیں۔

اقدس کندیاں والوں نے) ایک رسالہ لکھا ہے خضاب کے متعلق، میں جب حاضر ہوا تو فرمایا کہ آپ نے کوئی رسالہ خضاب کے متعلق لکھا ہے عرض کیا ہاں کچھ لکھا تو ہے، فرمایا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں، میں نے نکال کر پیش کیا غور سے دیکھتے رہے، پھر کچھ فرمایا نہیں۔

ایک دفعہ ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ اپنے شیخ کی خدمت میں کتنا عرصہ رہے، تو مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چودہ سال قیام کیا۔

جب احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) 1922ء میں لدھیانہ مدرسہ عزیزیہ میں پڑھاتا تھا تو مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے تہذیب اور شرح تہذیب، شرح ملا جامی، کنزالدقائق پڑھی تھی۔ پھر (جامعہ فتحیہ) اچھرہ، لاہور چلے گئے تھے۔ 1926ء میں حدیث دیوبند میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔

مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس احقر ہی نے ذکر کیا کہ جس کو مولانا محمد نذیر رحمۃ اللہ علیہ عرشی شارح مثنوی نے تحفہ سعدیہ میں درج کیا ہے لیکن افسوس شاید الفاظ مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کو یاد نہیں رہے۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کو حضرت مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ مالیر کوٹلہ پر بڑی شفقت تھی۔ ایک دفعہ لدھیانہ مدرسہ بستان الاسلام کے جلسہ میں تشریف لائے مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ احقر کے دیوبند میں رفیق ہیں مدینہ منورہ بارہا ملاقات ہوئی ہے، مولانا عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ سے فرمانے لگے، مولانا عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ یہ مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے دوست ہیں،

یہ علماء آخرت میں سے ہیں۔

ایک دفعہ مالیر کوٹلہ کے جلسہ میں تشریف لائے احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ احقر بفضلہٖ تعالیٰ اہل سنت و الجماعت کا پیرو ہے، اور بیعت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر کی ہے اور حدیث اپنے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے، اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید کرتا ہوں کہ بخشا جاؤں گا بطفیل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس مجلس میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ اگلی صبح کو سویرے ہی بخاری شریف لے کر خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئے کہ حضرت مجھے بھی شاگردی میں لے لیں اور بخاری شریف شروع کرا دیں۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمایا اور ابتدائی حدیث شروع کرا دی۔ اور اجازت بھی دے دی۔

قرآن کریم میں تنسیخ آیات

فرمایا کہ قرآن میں نسخ کے متعلق قدماء [1] میں بھی بہت توسع ہے کہ ان کے نزدیک عام کی تخصیص [2] اور خاص کی تعمیم [3] بھی نسخ ہے۔ ایسا ہی مطلق کی تقیید [4] اور تقیید کا اطلاق اور استثناء اور ترک استثناء بھی نسخ ہے، ایسے ہی حکم کا انتہا اس کی علت کے انتہا کی وجہ سے بھی اس میں داخل ہے، متاخرین کی سعی اسی میں رہی کہ نسخ میں کمی ثابت کی جائے، حتیٰ کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف

(۱) جمع قدیم، پہلے زمانہ کے لوگ۔

(۲) مخصوص، خصوصیت۔

(۳) عمومیت، ہر ایک کو شامل کرنا۔

(۴) قید، روکنا۔

بیس آیات کو منسوخ مانا ہے، اور ہمارے اکابر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف پانچ جگہ نسخ تسلیم کیا ہے۔ (دیکھو الفوز الکبیر)

میرے نزدیک قرآن متلو میں کوئی آیت بالکلیہ منسوخ نہیں کہ اس کا کوئی محل ہی نہ نکل سکے، بلکہ اس کا حکم کسی مرتبہ میں مشروع ضرور رہے گا۔

فرمایا کہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فتح العزیز میں لکھا ہے کہ اگر ہم باری تعالیٰ کی حکمتوں اور مصالح کا اعتبار کریں تو یوں سمجھ میں آتا ہے کہ زمانہ، مکان اشخاص کے اختلاف سے مختلف ہوتی رہتی ہیں، چنانچہ دوا گرم مزاج، مزاج بارد[1] اور موسم بارد میں مفید ہوتی ہے، اور مزاج گرم اور موسم گرما میں مضر[2] ہوتی ہے۔ اور چونکہ زمانہ ازل سے اب تک واقعات جزئیہ پر منقسم[3] و موزع[4] ہے، ظہور و خفا، سابق اور لاحق، اعدام ایجاد وغیرہ یہ سب کچھ ہمارے اعتبار سے ہے، یعنی بہ نسبت اہل زمان اور زمانیات کے اعتبار سے ہے، لیکن باری تعالیٰ کی نسبت سے تو ہر چیز اپنے وقت پر واقع ہے بغیر تغیّر و تبدّل کے۔

حاصل یہ ہے کہ علم ازلی میں ہر ایک چیز کی ایک انتہا ہے، لیکن مکلفین اس غایت اور انتہا کو نہ سمجھتے ہوئے اپنے احوال کے قرائن سے گمان کر لیتے ہیں کہ یہ حکم دائمی ہے جب باری تعالیٰ کی طرف سے اس حکم کی انتہا ظاہر ہوتی ہے سمجھتے ہیں کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور دوسرا حکم اس کا ناسخ ہے۔

مکلفین چونکہ قاصر العلم ہیں یہ تقدم اور تاخر اور یہ تجدید و تغییر ان کے

---

(۱) سرد۔

(۲) نقصان دہ۔

(۳) تقسیم ہونا۔

(۴) منتشر۔

اعتبار سے ہے لیکن باری تعالیٰ کے اعتبار سے یہ سب کچھ اپنے وقت مقررہ پر ہے کچھ تغیر وتبدل تقدم وتاخر نہیں، اور یہ معاملہ صرف احکام شرعیہ ہی میں نہیں بلکہ ہر شئے میں جاری وساری ہے، اور جو کوئی اس نسخۂ وجود کا، کہ بے انتہاء حوادث متعاقبہ [۱] پر مشتمل ہے، بنظر غائر [۲] مطالعہ کرے گا سمجھ لے گا کہ اس کا پڑھنے والا ایک ایک سطر اس کتاب کی پڑھ کر جا رہا ہے اور کلمہ بعد کلمہ اس کی زبان سے گزر رہا ہے، جب چند سطور یا کلمات ختم ہوتے ہیں تو چند سطور اور کلمات سامنے آجاتے ہیں، جو منتفی ہو گیا وہ وجود لفظی سے محو ہو گیا، جو کلمات بعد میں آئیں گے وہ وجود لفظی کی لوح پر ثابت ہو جاتے ہیں، یہ محو واثبات ہمیشہ جاری رہتے ہیں، اس کو کتاب المحو والاثبات کہتے ہیں، اور اگر اس مجموعہ کو بہیئات اجتماعی (کہ علیم وحکیم نے مبادی اور مقاطع کے ساتھ مرتب کیا ہے) ملاحظہ کرے گا، یعنی بغیر تلاوت اور یکے بعد دیگرے کلمات کے آنے سے اس کو ''اُمّ الکتاب'' کہتے ہیں، یہیں سے اس آیت مبارکہ کے معنی بھی کھل گئے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

(سورۃ الرعد:۳۹)

ترجمہ: ''مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے اور باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب۔''

(یعنی اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کر دے جسے چاہے باقی رکھے، نسخ واثبات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ قضا وقدر کے تمام دفاتر اسی کے قبضے میں ہیں)۔

---

(۱) تعاقب کرنے والے حادثات۔

(۲) گہری وسیع نظر سے۔

بعض محققین اس مجموعہ دفعی کا ''مرتبہ قضاء'' نام رکھتے ہیں، اور ظہور تدریجی کو مرتبہ قدر کہتے ہیں، اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (لا مشاحۃ فی الاصطلاح)

بعض لوگ نسخ کے مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے بدأ لازم آتا ہے، اور ہماری تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ بدأ اور چیز ہے اور نسخ اور چیز ہے، کیونکہ نسخ تو حسبِ اوقات مختلفہ مصالح مکلفین کی تبدیلی کا نام ہے، بدأ یہ ہے کہ باری تعالیٰ پر غیر ظاہر مصلحت ظاہر ہوگئی، بدأ میں تو غیر ظاہر مصلحت کا ظہور ہے پس فرق ظاہر ہوگیا، نسخ بدأ کو تو تب مستلزم ہوتا جب اتحاد فعل، اتحاد وجہ، اتحاد مکلّف، اتحاد وقت ہو اس قسم کا نسخ تو محال ہے کہ ان چار شرائط کے ساتھ واقع ہو کیونکہ نسخ میں یا فعل مختلف ہوتا ہے مثلاً عید کے دن کا روزہ رکھنا ممنوع ہوگیا، اور نماز عید کی واجب ہوگئی، یا وجہ فعل کی بدل جاتی ہے مثلاً پہلے صوم یوم عاشوراء واجب تھا پھر منسوخ ہوکر مستحب ہوگیا۔ یا مثلاً وقت مختلف ہوتا ہے، مثلاً استقبال بیت المقدس ایک زمانہ میں تھا اور استقبال کعبہ شریف دوسرے زمانہ میں تا ابد ہوگیا:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ (سورۃ البقرۃ:۱۴۹)

ترجمہ: ''اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام یعنی کعبہ کے۔''

خود کو ظاہر کرتا ہے۔ یا مکلّفین بدل جاتے ہیں، مثلاً مال زکوٰۃ بنی ہاشم پر حرام ہے، اور ان کے غیر کو حلال ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی میں بیش بہا نظم

فرمایا کرتے تھے کہ قرآن عزیز میں کوئی حرف زائد نہیں کہ جس کو معنی کی تصویر میں دخل نہ ہو، بہاول پور کے مقدمہ کے سفر میں فرمایا کہ میں نے ایک نعتیہ کلام میں مستدرک حاکم کی ایک حدیث ہی بعینہٖ رکھ دی ہے:

اے آنکہ ہمہ رحمت مہداۃ قدیری

باران صفت و بحر سمت ابر مطیری

ترجمہ: ''اے وہ ذات کہ تمام رحمت آپ کا ہدیہ کیا ہوا ہے آپ قدیر ہیں وہ رحمت بارش کی صفت پر ہر طرف برستا ہے۔''

اَنَا رَحْمَۃٌ مُّھْدَاۃٌ۔

ترجمہ: ''میں رحمت ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ کیا گیا ہوں۔''

مستدرک حاکم میں یہ حدیث موجود ہے۔ پھر کچھ اشعار بھی سنائے (اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

معراج تو کرسی شدہ وسبع سماوات

فرش قدمت عرش بریں سدرہ سریری

برسر فرق جہاں پایۂ پائے تو شدہ ثبت

ہم صدر کبیری و ہمہ بدر منیری

ختم رسل ، نجم سبل ، صبح ہدایت

حقًّا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری

آدم بصف محشر و ذریت آدم

در ظل لوایت کہ امامی و امیری

یکتا کہ بود مرکز ہر دائرہ یکتا

تا مرکز عالم توئی بے مثل و نظیری

ادراک بختم است کمال است بخاتم

عبرت بخواتیم کہ در دور اخیری

امی لقب و ماہ عرب مرکز ایمان
ہر علم و عمل را تو مداری و مدیری
عالم ہمہ یک شخص کبیراست کہ اجمال
تفصیل نمودند دریں دیر سدیری
ترتیب کہ رتبی ست چوا کردہ نمودند
در عرصہ اسراء تو خطیبی و سفیری
حق است و حقے است چو ممتاز ز باطل
آن دین نبی ہست اگر پاک ضمیری
آیات رسل بودہ ہمہ بہتر و برتر
آیات تو قرآن ہمہ دانی ہمہ گیری
آن عقدہ تقدیر کہ از کسب نہ شد حل
حرف تو کشودہ کہ خبیری و بصیری
اے ختم رسل امتِ تو خیر امم بود
چوں ثمرہ کہ آید ہمہ در فصل اخیری
کس نیست ازیں امت تو آنکہ چوانور
با روئے سیاہ آمدہ و موئے زریری

ترجمہ: ''آپ کی معراج کرسی اور سات آسمانوں کے اوپر ہوئی، فرش سے آپ کے قدم سدرۃ المنتہیٰ پر پھر عرش تک پہنچے۔ جہاں کی مانگ میں جب آپ کے پاؤں کی طاقت ثبت ہوئی، تو سب بڑے صدر اور روشن چاند بن گئے۔ جو رسولوں کے ختم کرنے والے ہیں راستوں کے ستارے ہیں،

ہدایت کی صبح ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ آپ نذیر ہیں ڈرانے والے ہیں اور یہ یقینی ہے کہ آپ بشیر یعنی خوشخبری دینے والے ہیں۔ آدم علیہ السلام صف میں ہوں گے قیامت کے دن اور اولادِ آدم بھی آپ کے جھنڈے کے سائے میں کہ آپ امام ہیں اور امیر ہیں۔ آپ ایسے یکتا ہیں جیسے دائرے کا مرکز۔ عالم کا مرکز تو ہے جس کی کوئی اور مثال اور نظیر نہیں۔ ادراک ختم کا ہے اور کمال خاتم کا ہے۔ اور اعتبار خاتمے کا ہوتا ہے اور آپ اخیری دور میں ہوں۔ یقیناً لقب آپ کا امی ہے عرب کے چاند ہیں اور مرکز ایمان ہیں، علم اور عمل کا مدار آپ ہیں اور اس کے مدیر یعنی مہتمم آپ ہیں، تمام عالم ایک اجمال ہے اور ایک شخص کبیر ہے اور اس گنبد کی تفصیل مضبوط تعمیر ہے۔ ترتیب رتبی پگھلے ہوئے لوہے کی طرح ہے۔ اِسراء و معراج کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی خطیب تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سفیر تھے۔ حق ہے اور ایسا حق جو باطل سے ممتاز ہے۔ وہ حق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے اگر آپ کا ضمیر پاک ہے، معجزات تمام رسولوں کے بہتر اور برتر تھے۔ لیکن آپ کا معجزہ قرآن جس کو ہر آدمی جانتا ہے، اور اس کو رکھتا ہے۔ تقدیر کا وہ مشکل مسئلہ جو کسب سے حل نہیں ہوا۔ آپ کے ایک حرف نے اس کو کھول دیا حل کر دیا کیونکہ آپ خبیر اور بصیر ہیں۔ اے ختم الرسل تیری امت سب سے بہتر امت ہے جو پھل آئے گا وہ اخیری فصل ہے۔ آپ کی امت میں انور کی طرح

کوئی نہیں جو کالے چہرے کے ساتھ آیا ہے سنہرے رنگ
سے رنگے ہوئے بالوں کے ساتھ۔"

ایک دفعہ جب ابھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ دار العلوم دیو بند ہی میں تھے، احقر زیارت کی غرض سے حاضر ہوا، مولانا حافظ غلام محمد لدھیانوی رحمہ اللہ خطیب مسجد جہانیاں منڈی، ضلع ملتان کو خدمت میں حاضر کر کے عرض کیا کہ اگر حضرت قصائد عربی و فارسی عنایت فرما دیں تو یہ مولوی صاحب اعلیٰ درجہ کے کاتب ہیں یہ لکھ دیں گے اور احقر طبع کرا دے گا، لوگوں کو اس سے علمی استفادہ کا موقع مل جائے گا، بہت خوش ہوئے، فرمایا کہ میں انہیں تھوڑے دیتا رہوں گا یہ جوں جوں کتابت کرتے جائیں گے میں دیتا جاؤں گا، پھر یکا یک ڈابھیل جانے کا ابتلاء پیش آ گیا اور وہ تجویز یوں ہی رہ گئی، مولانا غلام محمد رحمہ اللہ بھی بیمار ہو کر وطن تشریف لے آئے۔ مگر میرے خیال میں رہا کہ یہ کام ہو جائے تو زہے نصیب، لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا، کہ حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کا مرض بواسیر ترقی کر گیا، تا آنکہ ۳ صفر ۱۳۵۲ھ / مئی 1933ء میں وصال ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ اور دیگر علماء کے خطوط

پھر 1946ء میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ کا والا نامہ لدھیانہ سے مجھے رائیکوٹ ملا، بعینہٖ درج کیا جاتا ہے۔

محترم و مکرم!

السلام علیکم! برادر عزیز مولوی سید محمد ازہر شاہ قیصر رحمہ اللہ نے حضرت استاذ مولانا سید محمد انور شاہ رحمہ اللہ کے چند عربی و فارسی قصائد میرے پاس بھیجے ہیں تا کہ میں ان کو طبع کرا دوں یا ان کا کسی تاجر سے معاملہ ہو جائے مگر یہ خدمت تب ہی

ہوسکتی ہے کہ ان تمام قصائد کا اردو زبان میں ترجمہ اور شرح بھی ہوجائے اور باقاعدہ مرتب بھی ہوجائے، اس کام کو آپ سے بہتر کوئی انجام نہیں دے سکتا۔ اگر تکلیف نہ ہو تو یہ خط دیکھتے ہی ایک دن کے لئے تشریف لے آئیں تاکہ میں بتا سکوں کہ میں اس سلسلے میں کیا چاہتا ہوں۔ والسلام

حبیب الرحمٰن

از لدھیانہ حبیب روڈ 29 دسمبر 1946ء

ان ہی ایام میں حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا والا نامہ آیا تھا، کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے امیدواروں کو کامیاب بنانا ہے میاں تاج الدین انصاری رحمہ اللہ اور جمعیۃ العلماء کے نمائندے یکے بعد دیگرے آنے لگے، احقر کو کھینچ تان کر لے گئے۔ احقر کئی ماہ تو گھر سے باہر دیہات ہی میں پھرتا رہا، میرے پاس دیوبند سے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ بھی تشریف لائے اور ساتھ لے گئے۔

مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کے بھی خطوط آنے لگے اور کئی بار احقر کو اوگی ضلع جالندھر جانا پڑا، یہ احقر کا آبائی گاؤں بہت بڑی بستی ہے۔ مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کا پہلا پولنگ اسٹیشن تھا، پھر تھوڑے دنوں کے بعد ملک میں فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا، اور ملک بدل گیا اور سارا نظام ہی درہم برہم ہوگیا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب بھی اگر علماء التفات فرمائیں تو یہ کچھ مشکل کام نہیں ہے۔ تقریر دلپذیر حضرت مولانا قاسم نانوتوی قدس سرہ کی اور "اکفار الملحدین" اور "عقیدۃ الاسلام" حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اور "صدع النقاب عن جساسۃ الفنجاب" اور

''ضرب الخاتم'' جب تک داخل درس نہیں کریں گے طلبہ پر مسائل اور عقائد کی حقیقت نہیں کھل سکتی، علمی رنگ میں حل مسائل کا جب ہی ہوگا۔

ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ نے ایک ایک شعر ضرب الخاتم کا حل کیا ہے۔ افسوس وہ خطوط ہمیں دستیاب نہ ہو سکے، جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ کو تحریر کئے۔ بعض خطوط تو تیس تیس صفحات پر پھیلے ہوئے تھے، معلوم نہیں کہ یہ علمی ذخیرہ کہاں کھو گیا، خود فرماتے تھے، جتنا استفادہ مجھ سے ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ نے کیا ہے کسی مولوی نے نہیں کیا۔

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علوم قرآن وحدیث پر کافی دسترس رکھتے تھے اور مولانا امیر حسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ سے باقاعدہ پڑھا تھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا بے مثال قصیدہ

حضرت کا قصیدہ ''صدع النقاب'' جب حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ کا پہلا جلسہ 1923ء میں ہوا اور تمام علماء دیوبند کا اجتماع ہوا تو مولانا محمد ادریس سیکروڈوی رحمۃ اللہ خادم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی تصانیف بھی ساتھ لاہور لائے یہ قصیدہ بہت فروخت ہوا، لوگوں نے اس کو استحسان کی نظر سے دیکھا، وہ یہ ہے:

(چند اشعار بطور نمونہ از خروارے درج کئے جاتے ہیں) قصیدہ ۶۱ (اکسٹھ) اشعار پر مشتمل ہے۔

أَلَا يَا عِبَادَاللهِ قُوْمُوْا قُوْمُوْا
خَطُوْبًا اَلَمَّتْ مَالَهُنَّ يَدَانِ

''اے اللہ کے بندو! اٹھو اور ناقابل برداشت مصائب ٹوٹ پڑے ہیں ان کو درست کرو۔''

يُسَبُّ رَسُوْلٌ مِّنْ أُوْلِي الْعَزْمِ فِيْكُمْ
تَكَادُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ تَنْفَطِرَانِ

''ایک اولوالعزم پیغمبر کو تمہارے اندر برا بھلا کہا جا رہا ہے جس سے قریب ہے آسمان اور زمین پھٹ پڑیں۔''

وَحَارَبَ قَوْمٌ رَبَّهُمْ وَ نَبِيَّهُمْ
فَقُوْمُوْا لِنَصْرِ اللهِ اِذْ هُوَ دَانِ

''اور ایک قوم نے اپنے اللہ اور نبی سے لڑائی باندھی، تم اللہ کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ جو کہ نزدیک ہے۔''

وَقَدْ عِيْلَ صَبْرِيْ فِيْ انْتِهَاكِ حُدُوْدِهِ
فَهَلْ ثَمَّ دَاعٍ أَوْ مُجِيْبُ أَذَانِ

''اور اللہ کی حدود توڑے جانے کے باعث میرا صبر مغلوب ہو گیا پس ہے کوئی اس جگہ بلانے والا یا میری آواز کا جواب دینے والا؟''

وَ إِذْ عَزَّ خَطْبٌ جِئْتُ مُسْتَنْصِرًا بِكُمْ
فَهَلْ ثَمَّ غَوْثٌ يَا لِقَوْمِ يَدَانِ

''اور جب مصیبت حد سے بڑھ گئی تو میں تم سے مدد چاہنے آیا، پس اے میری قوم! ہے کوئی فریادرس جو میرے قریب ہو۔''

لَعَمْرِيْ لَقَدْ نَبَّهْتُ مَنْ كَانَ نَائِمًا
وَأَسْمَعْتُ مَنْ كَانَتْ لَهُ أُذُنَانِ

’’قسم ہے مجھے کہ میں نے سوئے کو جگایا اور جس کے کان تھے اس کو سنایا۔‘‘

وَ نَادَيْتُ قَوْمًا فِيْ فَرِيْضَةِ رَبِّهِمْ
فَهَلْ مِنْ نَصِيْرٍ لِيْ مِنَ أَهْلِ زَمَانٍ

’’اور قوم کو اس کے اللہ کے فریضہ کی طرف بلایا، پس ہے کوئی جو میرا مددگار ہو زمانے والوں میں سے۔‘‘

دَعَوْا كُلَّ أَمْرٍ اِسْتَقِيْمُوْا لِمَا دَهٰى
وَقَدْ عَادَ فَرْضُ الْعَيْنِ عِنْدَ عَيَانٍ

’’سب کچھ چھوڑ دو اور جو مصیبت درپیش ہے اس کیلئے تیار ہو جاؤ اور اگر آنکھ کھول کر دیکھا جائے تو ہر شخص پر فرض عین ہو گیا ہے۔‘‘

پھر اگلے اشعار میں دلائل اور شواہد ذکر فرمائے گئے ہیں، یہ قصیدہ اس لائق ہے کہ علماء طلباء کو یاد کرائیں۔

امام اعمش رحمہ اللہ کا تعزیت نامہ

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام اعمش رحمہ اللہ نے ایک صاحب کو تعزیت نامہ لکھ کر بھیجا۔

إِنَّا نُعَزِّيْكَ لَا أَنْ عَلَى ثِقَةٍ
مِنَ الْبَقَاءِ وَلٰكِنْ سُنَّةُ الدِّيْنِ
فَلَا الْمُعَزّٰى بِبَاقٍ بَعْدَ مَيِّتِهٖ
وَ لَا الْمُعَزِّيْ إِنْ عَاشَا إِلٰى حِيْنٍ

(ترجمہ) ’’ہم آپ کو صبر کی تلقین کرتے ہیں اور ہماری زندگی

کا کچھ اعتبار نہیں، لیکن یہ سنت ہے دین کی، پس نہ تو معزی
باقی رہے گا اپنی میت کے بعد نہ تعزیت کرنے والا اگرچہ
ایک زمانے تک جیتے رہیں، (آخر سب کو موت ہے)۔"

جب قضا ٹھہری تو پھر کیا سو برس یا ایک دن

قرآن کا معجزہ

فرمایا حافظ ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جرجان میں آگ لگنے سے ہزارہا گھر جل گئے اور قرآن بھی جلے لیکن یہ آیات نہ جلیں:

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ (سورۃ یٰسٓ: ۳۸)

ترجمہ: "یہ سورج کا چلانا مقدر کیا اس زبردست باخبر نے
(یعنی سورج کی چال مقرر ہے ایک انچ اس میں فرق
نہیں آتا)۔"

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (سورۃ آل عمران: ۱۲۲)

ترجمہ: "اور خاص اللہ پر توکل کرنا چاہئے ایمان والوں کو۔"

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔

(سورۃ ابراہیم: ۴۲)

ترجمہ: "اور ہرگز مت خیال کر کہ اللہ تعالیٰ بے خبر ہے ان
کاموں سے جو ظالم کرتے ہیں۔"

(یعنی اگر ان ظالموں کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہوئی تو یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ان کی حرکات سے بے خبر ہے ان کا کوئی کام اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔"

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ (سورۃ ابراہیم: ۳۴)

ترجمہ: "اگر تم اللہ تعالیٰ کے احسانات کو گنو تو گن نہیں سکتے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اتنی بے شمار ہیں اور غیر متناہی ہیں کہ اگر تم سب مل کر گنتی شروع کرو تو تھک کر عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ گے۔"

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳)

ترجمہ: "اور تیرے رب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ○ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ (سورۃ طٰہٰ: ۴ تا ۶)

ترجمہ: "یہ نصیحت اتاری ہوئی ہے اس کی طرف سے جس نے بنائی زمین اور آسمان اونچے وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے اور جو کچھ گیلی زمین کے نیچے ہے یعنی وہی بلا شرکت غیرے سب کا خالق اور مالک ہے۔"

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○ (سورۃ الشعراء: ۸۸، ۸۹)

ترجمہ: "جس دن نہ کام آئے گا کوئی مال اور نہ اولاد مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس بے روگ دل لے کر یعنی جو دل کفر و نفاق اور فاسد عقائد سے پاک ہو وہی وہاں کام آئے گا صرف مال و اولاد کام نہیں آئے گی۔"

ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ○

(سورۃ حٰمٓ السجدہ: ۱۱)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان سے فرمایا آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ دونوں بولے ہم آئے خوشی سے۔“

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾

(سورۃ الذاریات: ۵۶-۵۷)

ترجمہ: ”میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کیلئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کسی قسم کا رزق نہیں چاہتا، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔“

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ○ (سورۃ الذاریات: ۵۸)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ جو ہے وہی روزی دینے والا ہے زور آور اور مضبوط ہے۔“

وَ فِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ○ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ ○

(سورۃ الذاریات: ۲۲، ۲۳)

ترجمہ: ”اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور وہ جو تم سے وعدہ کیا گیا یعنی ہر ایک کی روزی پہنچ کر رہے گی کسی کے روکنے سے نہیں رکے گی سو قسم ہے رب آسمان و زمین کی کہ یہ بات حق ہے جیسے کہ تمہارا بولنا حق ہے یعنی جیسے تمہارے بولنے میں شبہ نہیں ویسے ہی اس کلام میں شبہ نہیں کہ یقیناً روزی پہنچ کر رہے گی۔“

☆......فرمایا تجربہ ہے کہ آیات مذکورہ لکھ کر کسی برتن میں بند کر کے دوکان گھر یا سامان میں رکھنا حفاظت کے لئے مجرب ہے۔

☆......فرمایا کہ ایک آدمی یا کئی آدمی مل کر ہر سورت کی آخری آیت پڑھ کر پانی پر دم کریں تو لا علاج مرض کیلئے مفید ہے، یہ ایک سو چودہ دم ہو گئے۔

☆......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مختلف علاقوں میں بھیج دیا تھا مثلاً حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف تعلیم کی خاطر بھیجا تھا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا بیت المال سپرد کیا، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے بھیجا تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا امیر بنایا تھا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو چھاؤنی بنایا تھا، اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ایک قریہ میں چھ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آباد تھے۔ الحاصل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف بلاد[1] میں اسلام کی تبلیغ و تعلیم و کلمہ اسلام کو پھیلانے کیلئے نکل گئے تھے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فوقیت

سو اگر مالکیہ کو فخر ہے اس بات پر کہ ان کا امام دار الہجرۃ کا رہنے والا تھا تو ہمیں بھی یہ مسلّم ہے کہ واقعی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام دار الہجرۃ تھے، لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس میں فوقیت حاصل ہے کہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم عراق میں بس گئے تھے، اور وہیں علم نحو مدوّن ہوا، کہتے ہیں کہ اس کی ابتداء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی، آپ نے ایک آدمی کو سنا کہ یہ آیت: أَنَّ اللّٰهَ بَرِيٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ (سورۃ توبہ: ۳) میں رَسُوْلُهٗ کو کسرہ سے پڑھ رہا تھا تو آپ کو فکر ہوئی کہ امت کو ان مہالک سے کیسے بچایا جائے؟ تو آپ نے ابو الاسود دؤلی کو فرمایا کہ ایک قانون ایسا بناؤ کہ لفظ کی خطا سے لوگ محفوظ رہیں، پھر خود آپ نے ان کو ایک

(۱) علاقے، شہر۔

اصول بتایا:

كُلُّ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٌ، وَكُلُّ مَفْعُوْلٍ مَنْصُوْبٌ وَكُلُّ مُضَافٍ إِلَيْهِ مَجْرُوْرٌ۔

ترجمہ: ''کہ ہر فاعل مرفوع ہوگا ہر مفعول منصوب ہوگا ہر مضاف الیہ مجرور ہوگا۔''

پھر فرمایا:

اُنْحُ نَحْوَهُ۔

ترجمہ: ''اس کے طریقے پر چلو۔''

پھر اسود دوَلی نے اس کی تدوین افعال تعجب سے شروع کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تصویب فرمائی، پھر حروف مشبہ بالفعل لکھے، مگر ''وَلٰكِنَّ'' چھوڑ گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمانے پر اس کو بھی لکھا، غرض حنفیہ کو بھی فضیلت ہے۔

☆......فرمایا کہ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے:

إِنَّمَا أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ۔

ترجمہ: ''میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے دیکھتا ہوں۔''

یہ دیکھنا بطور معجزہ تھا، ایسا ہی ثابت ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے، اور فلسفہ جدیدہ نے ثابت کر دیا ہے کہ قوۃ باصرہ تمام اعضاء انسانی میں ہے۔

اِرْكَعُوْا اور اَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ میں فرق ہے ثانی ابلغ ہے، اس لئے کہ یہ لفظ وہاں مستعمل ہوتا جہاں لَوْلَاهُ لَانْعَدَمَ الشَّيْءُ مراد ہوتا ہے، لہٰذا ترجمہ قول يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ کا یہ کریں گے کہ جاری رکھتے ہیں نماز کو حتیٰ کہ اگر جاری نہ رکھتے تو اس کی ہستی جاتی رہتی۔

☆...... ہمارے نزدیک اور حنابلہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ.

ترجمہ: ''اے اللہ! آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں مع آپ کی تعریف کے۔''

تکبیر کے بعد پڑھے اور مسلم شریف میں آیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کو جہراً پڑھا ہے، یہ محض تعلیماً تھا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مختار اَللّٰهُمَّ بَاعِدْهُ ہے یہ سند کے اعتبار سے قوی ہے، اور جو ہمارا مختار ہے وہ تعامل کے اعتبار سے قوی ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی وہی پسند کرتا ہوں جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا۔

☆...... یہ بھی خوب یاد رکھنا چاہیے کہ قوت سند پر اغتراء[1] اور تعامل[2] سلف سے اغماض[3] بہت دفعہ مضر ثابت ہوا ہے کہ اسناد تو دین کی صیانت[4] کے لئے تھی پس لوگوں نے اسی کو پکڑا، حتیٰ کہ تعامل سے اغماض ہوتا چلا گیا حالانکہ میرے نزدیک فیصلہ تعامل سے ہی ہوسکتا ہے۔

تفسیر آیت سورۃ مزمّل

☆...... فرمایا کہ سورۃ مزمل میں نصفہ بدل واقع ہو رہا ہے اللیل سے، اس لئے کہ ثلث تو عشاء کے لئے مخصوص کیا گیا نصف سے جب قلیل کی کمی کی گئی تو ثلث رہ گیا اور اگر نصف میں زیادتی کی تو ثلثین قیام لیل کے لئے رہ گیا، اور ''منہ''

---

(۱) بے پروائی

(۲) قبول کرنا

(۳) روگردانی

(۴) حفاظت

اور ”علیہ“ کی ضمیریں نصف کی طرف عود کرتی ہیں، بہر حال محور نصف لیل ہے یہی کلبی اور مقاتل سے منقول ہے، اور تبریزی سے بھی منقول ہے کہ مَادُوْنَ الثُّلُثِ قَلِیْلٌ ہے، حدیث میں ہے کہ اَلثُّلُثُ کَثِیْرٌ گویا عبارت یوں ہے:

قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ○ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ○ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ...اَیْ اَوْقَعَ الْقِیَامَ فِیْ هٰذَا الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ عَلٰی هٰذِهِ الصُّوْرَةِ۔

ترجمہ: ”کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات یعنی کسی رات اتفاق سے نہ ہوسکے تو معاف ہے یا دوسرا مطلب یہ ہے کہ رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑے رہو ہاں تھوڑا حصہ شب کا اگر آرام کرو تو مضائقہ نہیں۔ پھر فرمایا آدھی رات یا اس میں سے کم کردے تھوڑا سا یا زیادہ کر اس پر یعنی آدھی رات سے کچھ کم چوتھائی تک پہنچے یا آدھی سے زیادہ جو دو تہائی تک ہو۔“

قرآن عزیز نے پہلے سے ثلث لیل عشاء کے لئے لے لیا چنانچہ ثلث لیل تک نماز عشاء مستحب ٹھہرائی گئی، کمافی الاحادیث باقی حکم اس کے ماسوا کی طرف پھیرا گیا اور اس کا محور نصف لیل رکھا گیا، اور اس پر کم کرنا یا زیادہ کرنا دائر کیا گیا، گویا اپنی طرف سے تو نصف ہی مقرر کرتے ہیں اور اس سے کچھ کم کرنا یا زیادہ کرنا سو مصلی کو اختیار دیتے ہیں:

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (سورۃ بنی اسرائیل:۷۹)

ترجمہ: ”اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی نماز ادا کیجئے اس میں تہجد پڑھا کیجئے یہ آپ کے لئے پنج گانہ نمازوں کے علاوہ زائد چیز ہے۔“

و من اللیل فتہجد میں بھی کل لیل کا اِحصاء مطلوب نہیں۔

☆......فرمایا کہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وتر کی روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وتر بھی پڑھا ہے، یہ روایت دار قطنی میں مختصر آئی ہے اور امام بخاری نے اس کو مفصل ذکر کیا ہے۔

شیخ نیموی رحمہ اللہ نے اسے ایک وتر کی دلیل بنایا ہے امام بخاری نے اس میں تیرہ رکعات صلاۃ اللیل ذکر کی ہیں ان دونوں کی ایک ہی سند ہے، ایک ہی متن ہے، یہ راوی کا تَفَنُّن ہے جب جمیع طرق حدیث جمع نہ کئے جائیں تو ایسا مغالطہ لگ جاتا ہے۔

☆......فرمایا: یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ (الآیۃ) میں رات کے تین حصے کر دیئے، ثلث تو عشاء کے لئے خاص کر دیا اور ثلث لیل آخر نوافل کے لئے پھر سدس لیل کو دونوں کے لئے صالح بنایا، اگر اس میں عشاء ادا کی تو نصف لیل عشاء کے لئے ہو گیا اور اگر نوافل ادا کئے تو دو ثلث لیل ہو گئے یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو چاہیے کہ نصف مدنظر رکھیئے۔ تا کہ آپ تقسیم کر سکیں (رات کو تقسیم کر سکیں عشاء اور صلاۃ اللیل میں) نصف میں جب سدس لیل مل گیا تو دو ثلث نوافل کے لئے نکل آیا خوب سمجھ لینا چاہیے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اکثر اوقات یہ تقریر فرمایا کرتے تھے۔

☆......جب احقر حضرت کے وصال پر دیوبند حاضر ہوا تو غالباً مفتی عتیق الرحمٰن رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے تو مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی رحمہ اللہ صدر یار جنگ زیارت کے لئے تشریف لائے، ان کے سوال پر تقریر فرمائی (اور یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کی تفسیر فرمائی)، مولانا حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت بس مسئلہ خوب ذہن نشین

ہوگیا، مجھے بڑا خلجان (۱) رہتا تھا اب صاف ہوگیا۔

مفتی عتیق الرحمٰن رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے سفر آخرت فرمانے سے چند یوم قبل درِ دولت پر حاضر ہوا، فرمایا کہ میں نے کبھی پیشینگوئی نہیں کی اب تو دو باتیں ذہن میں آگئی ہیں، عرض کر ہی دیتا ہوں، ایک یہ کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے علوم کی خوب اشاعت ہوگی، دوم ہندوستان ضرور آزاد ہوگا، اس لئے کہ مظالم کی انتہا ہوگئی۔ یہ واقعہ 1933ء کا ہے جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا وصال کا تار رائیکوٹ آیا اور میں ایک ساتھی کے ہمراہ دیوبند حاضر ہوا تھا۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی ہندوستان واپسی

☆......۱۳۳۸ھ میں جب حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ ہندوستان میں واپس تشریف لائے اور مولانا سراج احمد رحمہ اللہ نے چند اشعار فرمائے تھے، (مولانا مرحوم اردو کے بہترین شاعر بھی تھے) دیوان حماسہ تو حفظ یاد تھا، کئی ماہ تشریف آوری سے قبل فرمادیا تھا:

شیخ آنے کو ہے ساتھ ان کے فتی آنے کو ہے

فتی (۲) سے مراد مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ ہیں۔ دیوبند کے ایک تعزیتی جلسہ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

حال من در ہجر حضرت کمتر از یعقوب نیست
اُو پسر گم گردہ بود و من پدر گم کردا ام

ترجمہ: میری حالت حضرت کی جدائی میں سیدنا یعقوب علیہ السلام

---

(۱) الجھن، تردّد۔

(۲) جوان۔

سے کم نہیں ہے ان کا بیٹا گم ہوا تھا اور میرا والد یعنی استاذ گم ہوا ہے۔"

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تشریف آوری ہوئی تو ایک مخلوق جمع ہوگئی پنجاب سے ہزاروں علماء زیارت کے لئے دیوبند پہنچے، سندھ کے مشائخ میں سے حضرت مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ بھی تشریف لائے تھے، یہ بزرگ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کے مربی تھے، مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا بھی ان سے تعلق تھا۔

(فائدہ) حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا مترجم قرآن مجید تو خوب اشاعت پذیر ہوا، بجنور کے مطبوعہ قرآن مجید میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا گیا، منشی محمد قاسم لدھیانوی رحمہ اللہ جن کا مولانا مجید حسن رحمہ اللہ نے انتخاب کیا کتابت عربی رسم الخط کے استاذ تسلیم کر لئے گئے تھے۔ صحت کا بھی التزام کیا گیا ہے۔ اور بھی کئی ایڈیشن شائع ہوئے، لیکن وہ خوبی نظر نہیں آئی جو بجنور کے طبع شدہ قرآن عزیز میں تھی۔ ہانگ کانگ میں بھی ایک ایڈیشن شائع ہوا، کاغذ تو نہایت اعلیٰ لگایا گیا لیکن صحت کا التزام نہیں کیا گیا پھر بھی غنیمت ہے لاہور میں تاج کمپنی نے بھی اعلیٰ معیار پر شائع کیا ہے، لاہور اچھرہ سے قاری عبدالرشید رحمہ اللہ مالک نورانی پریس نے بھی اس کو شائع کیا ہے۔ لیکن وہ بجنور والی بات کہاں؟

دوسری بات جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمائی تھی وہ بھی پوری ہوگئی، کاش انڈیا والے اس کی قدر کرتے، مئی 1927ء کے اواخر میں جب کشمیر طویل رخصت پر تشریف لے جا رہے تھے گوجرانوالہ دو دن قیام فرمایا، مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث گوجرانوالہ سے ابن قیم کی بدائع الفوائد مستعار طلب کر رہے تھے کہ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے ترجمہ قرآن

پر فوائد لکھیں گے، مولانا ہم سے پوچھتے تھے تو وعدہ کرلیا تھا کہ ہم سامان آپ کو دیں گے مولانا عبد العزیز رحمہ اللہ نے یہ کتاب تازہ مصر سے منگائی تھی، اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں دکھانے کے لئے پیش کر رہے تھے۔

بقائی کی کتاب "السلک الدر" کا تذکرہ

یہ بھی فرمایا قسطنطنیہ سے مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کا ہمارے پاس خط آیا ہے کہ امام بقائی کی کتاب "السلک الدرر فی نسق الآیات والسور" آیات اور سورتوں کی ترتیب میں بہترین ہے، ایک زمانے میں ہم نے بھی یہ کتاب دیکھی تھی بڑی عمدہ کتاب ہے، لیکن مصنف چونکہ معتزلی العقیدہ ہے اس لئے مجھے چنداں پسند نہیں، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارن پوری قدس سرہٗ بھی کئی بار تشریف لاتے رہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ بھی دو بار تشریف لائے، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ ترجمہ القرآن کا مقدمہ خود زبان مبارک سے سناتے تھے ان دنوں احقر (محمد انوری) دورہ حدیث کی جماعت میں شامل تھا، بیعت بھی چونکہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے تھی اس لئے کئی بار دن میں حاضری ہو جاتی تھی۔ اور حضرت کی زبان مبارک سے کئی بار یہ مقدمہ سنا۔

میرٹھ سے مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ جب تشریف لائے تو بعد عصر خوب خوش ہو کر سنا رہے تھے ایسا ہی جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ تشریف لائے تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے بڑے اہتمام سے سنایا۔

مولوی محمد علی لاہوری قادیانی کی تفسیر دجل والحاد کی ہے

جب لدھیانہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے تو فرمایا ہم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اشرف علی رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کریں گے اور دیوبند میں بار بار مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ سلف

کے طریق پر ایک تفسیر لکھنی چاہئے۔ جس میں موجودہ فتن کا رد ہو، دس پارے میں لکھتا ہوں اور دس دس آپ حضرات لکھیں، یا مولانا خلیل احمد صاحب کی بجائے مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھیں پھر اس کو یورپ میں اعلیٰ کاغذ اور اعلیٰ طباعت سے شائع کیا جائے، تا کہ موجودہ دور میں ان فتن خصوصاً قادیانیت کا رد بھی ہو جائے اور محمد علی لاہوری کے الحاد اور دجل پر دنیا مطلع ہو سکے۔

چار سال 1964ء میں احقر (محمد انوری) کے نام جنوبی افریقہ سے متعدد خطوط آئے کہ ہم نے ایک سوسائٹی ترجمۃ القرآن کرنے کے لئے بنائی ہے، یہاں کی زبان یا تو افریقی ہے یا لوگ اکثر انگریزی بولتے ہیں خاص کر یورپین لوگ اسلام کو سمجھنے کے لئے قرآن کا انگریزی ترجمہ چاہتے ہیں، آپ مشورہ دیں کہ ہم کون سا قرآن منتخب کریں؟ احقر نے ان کو لکھا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کا قرآن شائع کریں اور ایسے عالم دین سے انگلش میں ترجمہ کرائیں جو دینی علوم کا بھی ماہر ہو اور انگریزی زبان پر پوری دسترس رکھتا ہو تا کہ عقائد اور ان کا انگریزی ترجمہ کرنے میں دھوکہ نہ کھائے۔

الحمد للہ! ان لوگوں نے کروڑوں روپے سے یہ کام شروع کیا ہے اللہ کرے تکمیل کو پہنچ جائے، اور حضرت شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خواب کی تعبیر عملی جامہ پہن لے، اس اہم بات کو جس کے پاس بیان فرماتے اس وقت آپ کو بڑی ہی رقت ہوتی۔

اَللّٰھُمَّ بَرِّدْ مَضْجَعَہٗ۔

ترجمہ: ’’اللہ تعالیٰ ان کے خواب گاہ کو آرام دہ بنا دے۔‘‘

☆...... بہاولپور کے مقدمہ میں شہادت کے لئے جب تشریف لے گئے تو ان دنوں حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سنٹرل جیل

ملتان میں تھے۔ حضرت نے بڑی لجاجت کے ساتھ دونوں حضرات سے ذکر کیا، مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے لاہور میں تاکیداً فرمایا کہ یہ کام ضرور کرو، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو سنا رہے تھے۔ یہ لدھیانہ ہی کی بات ہے جب حضرت رائے پوری 1941ء میں لدھیانہ تشریف لے گئے تھے کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری قدس سرہ میرے مکان پر لاہور سے واپسی پر اپریل 1933ء میں تشریف لائے، وزیر تعلیم عبدالحئ ایڈووکیٹ حضرت کی زیارت کے لئے آئے، معاً حضرت نے فرمایا کہ وزیر صاحب کچھ فارسی کا بھی ذوق ہے؟ عرض کیا ہاں کچھ ہے۔ تو فوراً خاتم النبیین کا مسودہ نکال کر سنانے لگے، پھر فرمایا کہ اگر کچھ کرنا ہے تو دین محمدی کی کچھ خدمت کر جایئے۔

حضرت شیخ الہند کی وفات پر مجمع العلماء اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر اور دو قصیدے

وہ منظر بھی آنکھوں کے سامنے ہے کہ جب بعد مغرب تابوت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا دہلی سے دیوبند اسٹیشن پر آیا، غالباً ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ تھا، تمام اکابر ساتھ تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آنسو نہیں تھمتے تھے، طلباء و اہل دیوبند کا اس قدر ہجوم تھا کہ شمار کرنا مشکل تھا، جوں ہی ریل گاڑی بعد مغرب اسٹیشن دیوبند پہنچی سب کی بے ساختہ چیخیں نکل گئی، نہایت ادب کے ساتھ تابوت شریف باہر لایا گیا، اسٹیشن سے مدرسہ تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے، تابوت اٹھائے ہوئے تھے، اور روتے ہوئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے در دولت کی طرف آرہے تھے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ ہی ساتھ روتے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔ خود فرماتے ہیں:

وَلَمْ اَرَ مِثْلَ الْیَوْمِ کَمْ کَانَ بَاکِیًا۔

یعنی اس دن کتنے لوگ رو رہے تھے۔ ایسا نظارہ میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا۔

پھر ایک دن تعزیتی جلسہ ہوا، حضرت مولانا حافظ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت تھی سب ہی اکابر نے مرثیے پڑھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہوئے آنسو جاری تھے۔ دو قصیدے ایک عربی مرثیہ جو فصل الخطاب کے آخر میں لگا ہوا ہے پہلے وہ پڑھا:

قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرٰى مَزَارٍ فَنَدْ مَعًا
مَصِيفًا وَ مَشْتًا ثُمَّ مَرْأًى وَ مَسْمَعًا
قَدِ احْتَفَّهُ الْأَلْطَافُ عَطْفًا وَ عَطْفَةً
وَ بُوْرِكَ فِيْهِ مَرْبَعًا ثُمَّ مَرْبَعًا

ترجمہ: ”آپ دونوں کھڑے ہو جاتے ہم رونے لگ جاتے مزار کے ذکر سے۔ گرمی کے اعتبار سے اور سردی کے اعتبار سے۔ اور دیکھنے کے اعتبار سے اور سننے کے اعتبار سے۔ اللہ تعالیٰ کے الطاف اور مہربانیوں نے اس کو گھیرا ہے اور اس میں برکت ڈالی ہے۔“

پھر فارسی کا طویل قصیدہ پڑھا سب حاضرین وقف گریہ و بکا تھے۔

بگذر از یاد گل و گلبن کہ ہیچم یاد نیست
در زمین و آسماں جز نام حق آباد نیست
بر روانِ رہرواں ہاں رحمتے بفرستہ باش
حسن بے بنیاد باشد عشق بے بنیاد نیست

شرح حال خود نمودن شکوہ تقدیر نیست
نالہ بر سُنّت نمودن نوحہ فریاد نیست

ترجمہ: ''پھول کی یاد سے گزر جا اور گلاب کے درخت کے پار سے گزر جا کہ مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ زمین و آسمان میں اللہ کے نام کے علاوہ کسی کے لئے بقاء نہیں ہے۔ ہمارے رہبر کی روح پر رحمتیں نازل فرما۔ حسن بے بنیاد ہوتا ہے لیکن عشق بے بنیاد نہیں ہوتا۔ اپنی حالت کی شرح کرنا تقدیر کا شکوہ نہیں ہے۔ سنت کے مطابق رونا نوحہ اور فریاد نہیں ہے۔''

پھر فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سنت کے مطابق حزن و ملال کا اظہار کیا ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی مرثیہ پڑھا ہے، اسلئے آنسو بہانا یا غم کا اظہار کرنا بدعت نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

(فائدہ) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہی، حضرت ابراہیم صاحبزادۂ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۴)

ترجمہ: ''ابراہیم ہم آپ کے فراق اور جدائی سے غمزدہ ہیں۔''

اور آنسو جاری تھے، طویل قصیدہ ہے بڑا دردناک رقت انگیز۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا جلسہ اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

☆......1929ء مارچ کے مہینہ میں لاہور میں خدام الدین شیرانوالہ گیٹ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اجتماع کیا، اس میں حضرت مولانا ظفر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ نے ولولہ انگیز تقریر کی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے شیخ کو اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہیئے تو حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ مظفر گڑھ کے جلسہ میں یہ عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ بوقت شب میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھے کچھ ذکر واذکار تلقین کیجئے ہم نے ان کو کچھ پڑھنے کے لئے بتا دیا۔ پھر میں نے کہا کہ کچھ رد قادیانیت کے سلسلہ میں سپاہیانہ خدمت کیجئے، لہٰذا میں آپ صاحبان کے سامنے ان کو امیر شریعت مقرر کرتا ہوں، آپ حضرات کو بھی ان کا اتباع کرنا چاہیئے، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ کھڑے رو رہے تھے۔ اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ کے بھی انسو جاری تھے، بلکہ تمام مجمع پر رقت کا عالم تھا، ہمارے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ بھی فرما رہے تھے کہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ کو حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ نے رد قادیانیت پر لگایا۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ رحمۃ اللہ خود حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ کی خدمت میں سنا رہے تھے کہ جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا وصال ہوگیا تو میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ کے ہمراہ تھانہ بھون گیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نہایت شفقت سے ملے اور مجھے بغل میں لے کر مسجد کے حوض سے سہ دری میں جہاں حضرت تھانوی بیٹھتے تھے لے گئے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! اب آپ ہی ہمارے سر پر ہاتھ رکھیں، ہمارے سرپرست تو رخصت ہوگئے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ فرمانے لگے "اجی شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے کیا کہنا، میں تو مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ کے وجود کو اسلام کی حقانیت کی دلیل سمجھتا ہوں، جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ کے متعلق لکھا ہے۔

مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ نے میانی افغانان ضلع ہوشیار پور کے سفر میں جب کہ

ہم دونوں وہاں جلسہ میں گئے تھے تو مولانا نے راستے میں بیان فرمایا تھا، یہ 1937ء کا واقعہ ہے تقسیم ملک سے پہلے کی بات ہے۔ مولانا احقر کو سنا رہے تھے۔ قولہ تعالیٰ:

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ (سورۃ البقرۃ:۸۱)

ترجمہ: ''کیوں نہیں یعنی یہ بات غلط ہے کہ یہودی ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہیں گے جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے وہی ہے جہنم کے رہنے والے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

یعنی گناہ اس پر ایسا غلبہ کرے کہ کوئی جانب ایسی نہ ہو جس پر گناہ کا غلبہ نہ ہو حتیٰ کہ دل میں ایمان باقی نہ رہے۔

اس کے ذیل میں وجہ یہود کے قول:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (سورۃ آل عمران:۲۴)

ترجمہ: ''یہود کہتے کہ ہم کو ہرگز نہ لگے گی آگ دوزخ کی مگر چند دن گنتی کے'' بیان کی۔

اور انکار متواترات دین بھی کفر ہے۔ بنی اسرئیل کے اعتقاد فاسد اور ان کی غلط رَوِش [۱] اور تحریف [۲] کا یہ منشاء تھا کہ چونکہ ہر شریعت میں معاصی کے دو مرتبے رکھے ہیں، ایک یہ کہ معاصی کو معاصی ہی اعتقاد کرے اور ملت حقہ کا اتباع واجب جانتا ہو، ہاں عمل میں مخالفت کرتا ہو، مثلاً یقین سے جانتا اور مانتا ہے کہ

---

(۱) طور طریقہ۔

(۲) ردّوبدل۔

شراب پینا حرام ہے ایسا ہی زنا، چوری لواطت بھی حرام ہے، کبائر ہیں لیکن طبعی حجاب کے باعث اس سے ان چیزوں کا صدور ہو جاتا ہے، اس مرتبہ کا نام فسق و فجور و عصیان ہے۔ (العیاذ باللہ) اس کو وعید عذاب آخرت تو شریعت مقدسہ نے دیا ہے لیکن وہ ایک مدت مقررہ عنداللہ کے بعد ختم ہو جائے گا عذاب دائمی نہیں ہوگا، کیونکہ اس کا یقین اور اعتقاد رائیگاں نہیں جائے گا، بلکہ عذاب سے نجات عطا فرمائے گا، یعنی عذاب دائمی نہ ہوگا۔

دوم یہ کہ اعتقاد بھی موافق شریعت حقہ کے نہ ہو مثلاً جو چیز کہ نفس الامر (حقیقت) میں ثابت ہے خواہ از قسم الٰہیات ہو یا قیامت کے متعلق ہو خواہ شعائر اللہ کے متعلق ہو مثلاً اللہ کی کتابوں پر ایمان نہ ہو، یا رسولوں یا احکام متواترہ دین کا انکار کرتا ہو، اس کو کفر جحود، زندقہ اور الحاد کہتے ہیں، اس کے متعلق آخرت میں دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے، اسی کو کہتے ہیں:

اَلْفَاسِقُ لَا یُخَلَّدُ فِی النَّارِ۔

ترجمہ: ”فاسق ہمیشہ آگ میں نہیں رہے گا۔“

چونکہ ملت حقہ اس زمانے میں صرف یہود تھے جو کہ بنی اسرائیل تھے وہ اپنی غباوت [1] سے یہ سمجھ گئے کہ بنی اسرائیل کو عذاب دائمی نہیں ہوگا۔ اور غیر بنی اسرائیل کو عذاب دائمی ہوگا، اس فرقے نے اپنی کند ذہنی سے فرق عنوان میں اور مُعَنْوَنْ میں نہ کیا، اور کہہ دیا کہ

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (سورۃ آل عمران: ۲۴)

ترجمہ: ”یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف چند روز جہنم میں رہیں گے۔“

---

(۱) کند ذہنی، کم فہمی

حق تعالیٰ شانہٗ نے اول تو اس طرح رد کردیا کہ کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد اس پر کیا ہوا ہے:

قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝ (سورۃ البقرۃ:۸۰)

ترجمہ: ”کہہ دیجئے کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا ہے کہ اب ہرگز اللہ تعالیٰ خلاف نہیں کرے گا اپنے عہد کے یا تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہتے ہو جس کو تم نہیں جانتے۔“

کیوں کہ اصل کلام میں تو تخصیص بنی اسرائیل اور یہود کی سنہ تھی بلکہ نصوص تو مطلقاً اہلِ حق کا ذکر کرتی ہیں۔

پس نص صحیح غیر ماوّل جس کو عہد کہتے ہیں اس باب میں مفقود تھی اور تاویلات اعتقادیات اور اصول دین میں اس قابل نہیں کہ ان کی طرف توجہ کی جائے۔

نیز یہ بھی کہ اس تحقیقی بیان سے ان کے شبہے کو حل فرمادیا کہ

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓــَٔتُهٗ۔

(سورۃ البقرہ:۸۱)

ترجمہ: ”یقیناً جس نے بھی برے کام کئے اور اس کی نافرمانیوں نے اسے گھیر لیا۔“

کہ فساد علم وعمل اور خرابی عقیدہ واعمال اس حد تک پہنچ جائے کہ ذرہ برابر مقدار بھی ایمان باقی نہ رہے، موجب ”خلود فی النار“ کا ہے جس فرقہ میں بھی پایا جائے گو بظاہر کلمہ گو ہی ہو اور دعوئی بھی دین داری کا رکھتا ہو، یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ معصیت کی قباحت کا اعتقاد ختم ہوجائے، زبان ہی سے انکار کرنا شرط نہیں بلکہ

یہ اعتقاد ہو جائے کہ ہمارے ڈرانے کے لئے یہ دھمکی دی ہے۔۔۔۔۔وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ ثُمَّ الْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

مراجعت کرو فتح العزیز کی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے لکھا ہے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۰۲)

یعنی انہوں نے اتباع کیا اس کا جس کو پڑھتے ہیں شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں:

وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ:"اور نہیں کفر کیا سلیمان علیہ السلام نے۔"

یعنی سحر اور اس کا مادہ کفر ہے یا مثل کفر کے ہے:

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ۔۔۔۔۔الخ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۰۲)

اس کا عطف "ماتتلو" پر ہے، اس سے یہ ضروری نہیں کہ جو کچھ ہاروت و ماروت پر اترا تھا وہ سحر ہی تھا، بلکہ عطف تو مغایرت[1] پر دلالت کرتا ہے، محض لفظوں میں قِران کے باعث یہ وہم ہوتا ہے بلکہ وہ ایسے عزائم میں سے تھا جس کا مادہ شر نہ ہو بلکہ نتیجہ اس کا شر ہوتا ہے، مثلاً ادویہ طبعیہ مثلاً (اسپغول اس کا لعاب پیتے ہیں اگر اس کو چبائیں تو زہر ہو جاتا ہے) یا جیسے کہ عمل سفلی کرتے ہیں کسی کو ہلاک کرنے کے لئے حالانکہ کسی کو جان سے مار دینا یہ تو حرام ہے:

حَتّٰی یَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَۃٌ فَلَا تَکْفُرْ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۰۲)

ترجمہ:"یہاں تک کہ وہ دونوں کہتے تھے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں تم کفر نہ کرو۔"

---

(۱) تبدیلی۔

وہ دونوں یہ کہتے تھے کہ تو کفر نہ کریو، یعنی ہم سے سیکھ کر اس کا غلط استعمال نہ کرنا، جس کا نتیجہ برا نکلے، اور غایت تشنیع کے باعث اس کو کفر فرمایا گیا، اس واسطے بھی کہ وہ سحر کے ساتھ ملتبس ہوتا ہے، مثلاً کوئی وظیفہ اپنی تکلیف رفع کرنے کے لئے سیکھے، پھر اس کو استعمال کرے، دوسروں کو ضرر پہنچانے کے لئے یہ منع ہے، تفریق زوج اور زوجہ میں تو فسق ہے کفر نہیں ہے۔

اور بہت کم سلف ادھر گئے ہیں، کہ ہاروت و ماروت پر تعلیم دینے کے لئے سحر نازل ہوا تھا، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک اثر سے تو اسم اعظم تھا، دیکھو جو ابن جریر رحمہ اللہ نے ربیع سے نقل کیا ہے، اور اس کو ابن کثیر نے جید کہا ہے، بلکہ تابعین کی ایک جماعت مثل مجاہد، سدی، ربیع ابن انس، حسن بصری، قتادہ، ابوالعالیہ، زہری رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ اس میں کوئی حدیث مرفوع متصل صحیح سند سے صادق ومصدوق ومعصوم سے ثابت نہیں، اور ظاہر قرآن بھی یہی چاہتا ہے، کہ اس اجمال پر ایمان لایا جائے بغیر اطناب [1] کے۔ اور موضح القرآن میں يُلْحِدُونَ فِيْٓ أَسْمَآئِهٖ میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے اس کو واضح ترین الفاظ میں لکھا ہے:

وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ (سورۃ الاعراف:۱۸۰)

ترجمہ: ”اور چھوڑ دو ان کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے وصف بتائے ہیں وہ کہہ کر پکارو، تاکہ تم پر متوجہ ہو اور نہ چلو کج راہ، کج راہ یہ ہے کہ جو وصف نہیں بتلائے بندہ وہ کہے، جیسا اللہ تعالیٰ کو بڑا کہا ہے لمبا نہیں کہا، یا قدیم کہا ہے پرانا نہیں کہا، اور ایک کج راہ

---

(۱) بات کو طول دینا۔

یہ ہے کہ ان کو سحر میں چلائے، اپنے کئے کا پھل پائیں گے، یعنی قرب الٰہی نہ ملے گا، وہ مطلب ملے گا بھلا ہو یا برا۔

یا یوں بھی ممکن ہے کہ اس کی تقریر کی جائے کہ یہود جو کچھ ہاروت ماروت سے سیکھتے تھے اور وہ جو سحر انہوں نے شیاطین سے سیکھ رکھا تھا، ان دونوں میں خلط ملط کرتے تھے، پس ظاہر اور غیر ظاہر کے ملنے سے خبیث پیدا ہوا، لہٰذا وہ دونوں یوں کہتے تھے۔ فلا تکفر پس یہ ایسا ہوا جیسے قولہ تعالیٰ:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ (سورۃ البقرۃ:۲۶)

ترجمہ: ”گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس مثال سے بہت سے لوگوں کو اور ہدایت کرتا اس سے بہت سے لوگوں کو۔“

بس یہ باعث کفر کا بالذات نہ ہوا بلکہ بالعرض ہوا، جیسے علم دین پڑھے:

لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ۔

(ترمذی ج ۲ ص ۹۴ کتاب العلم)

ترجمہ: ”علم اس لئے پڑھے کہ علماء سے مناظرے کرے اور عوام سے جھگڑے کرے۔“

پس وہ علم اس کے لئے وبال بن جاتا ہے۔ ایک جماعت سلف سے ادھر بھی گئی ہے کہ یہاں ما نافیہ ہے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً ۟ (سورۃ البقرۃ:۲۱۳)

ترجمہ: ”تھے سب لوگ ایک دین پر۔“

حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو موضح القرآن میں شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے خوب واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں بھیجیں اور نبی متعدد بھیجے، اس لئے نہیں کہ ہر فرقے کو جدا راہ فرمائی، اللہ تعالیٰ کے ہاں تو ایک ہی

راہ ہے جس وقت اس راہ سے کسی طرف بچلے (پھسلے) ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجا کہ ان کو سمجھائے کہ اس راہ پر چلیں پھر کتاب والے کتاب سے بچلے تب دوسری کتاب کی حاجت ہوئی، سب کتابیں اور سب نبی اسی ایک راہ کو قائم کرنے کے لئے آئے ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ تندرستی ایک ہے اور امراض بے شمار، جب ایک مرض پیدا ہوا تو ایک دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا، جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا، اب آخری کتاب میں ایسی دوا بتلائی کہ ہر مرض سے بچاؤ ہے، یہ سب کے بدلے کفایت ہوئی۔

ہدایت کے معنی طریق حق اور صواب [1] کی طرف راہنمائی کرنا اور وہ ایک ہی ہوسکتا ہے، لوگوں نے اختلاف کیا، یہ مطلب ہے کہ بعض لوگ اسلام لائے اور بعضوں نے ترک کردیا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ...... لَمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْاِسْلَامِ ...... ہے۔ (البحر المحیط) چنانچہ:

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ○ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ (سورۃ البینۃ: ۴، ۵)

ترجمہ: ”اور وہ اختلاف ہوا اہلِ کتاب میں یہ اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی بات آئی اور ان کو بھی حکم ہوا کہ بندگی کرے صرف اللہ تعالیٰ کی خالص کرکے اس کے واسطے بندگی۔ مائل ہو حق کی طرف یعنی ہر قسم باطل اور جھوٹ سے علیحدہ ہوکر خالص اللہ کی بندگی کرے۔“

(فائدہ) معلوم ہوا کہ سب کو حنیف بننے ہی کا حکم ہوا ہے اور یہ اسلام ہی میں

(۱) نیک عمل، درست

ہوسکتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے سے واضح ہے۔

☆...... ابھی فروری 1965ء میں مولانا غلام نبی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ شرق پور سے تشریف لائے مولانا فاضل دیوبند اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث شریف پڑھا ہے، تقریباً ۲۳ گھنٹے قیام فرمایا، اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ فرماتے رہے، بڑے فاضل ہیں مردان کے علاقہ کے باشندے ہیں، جب میں نے باچشم نم[1] بہاول پور کے مقدمہ کا تذکرہ کیا اور یہ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد بہاولپور میں وعظ فرمایا کہ میں نے ڈابھیل جانے کے لئے سامان سفر باندھ لیا تھا کہ مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ شیخ الجامعہ بہاولپور کا خط پہنچا کہ تُو قادیانیوں کے خلاف شہادت دینے کے لئے آ، تو ہم نے سوچا کہ ہمارا اعمال نامہ تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات پیغمبر برحق کی شفاعت کا سبب بن جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانبدار ہوکر بہاولپور میں آیا تھا، یہ سنتے ہی مولانا فاروقی بے قرار ہوگئے اور رقت طاری ہوگئی۔

جب تک حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حین حیات رہے، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جلسہ کرتے رہے، جب وصال فرمایا پھر کبھی جلسہ نہیں کیا جب تک دہلی قیام رہا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے دیوبند تشریف لاتے رہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں تقریر اور دُعا فرمائی

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ 1921ء میں لاہور اچھرہ تردید قادیانیت کے سلسلہ میں تشریف لائے (جامعہ فتحیہ اچھرہ میں بیان فرمایا) اور

(۱) آنکھوں میں آنسو کے ساتھ۔

میاں قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت کی اور تقریر سنی، تو حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ہوگئی، پھر لاہور وزیر خان کی مسجد میں مولانا دیدار علی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی، اور بعد نماز تقریر فرمائی تو مولانا نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور بھی وہاں تشریف فرما تھے، فرمایا مولانا نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے علماء میں سے ہمارے ساتھ تھے۔

سب سے اوّل اہلِ لاہور کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا موقع نصیب ہوا تھا، ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وقت زیارت سے مشرف ہوئے تھے، احقر کا ان دنوں دورۂ حدیث تھا، دیوبند واپس تشریف لے جاکر درس حدیث میں سارا سفر نامہ سنایا تھا۔

دسمبر 1932ء کے اواخر میں ڈابھیل حاضر ہوکر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ دعوت دے کر آئے تو حضرت دو تین شب دیوبند ٹھہر کر لاہور جلسہ میں شرکت کی غرض سے تشریف لے آئے، مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ واں بھچراں، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے تھے۔ یہ جلسہ بڑی شان سے ہوا تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صدارت فرمائی اور تقسیم اسناد بھی ترجمۃ القرآن سے فارغ التحصیل علماء کو فرمائی تھی، واپسی دیوبند کے سفر میں احقر بھی حضرت کے ہمراہ تھا، امرتسر پہنچ کر کھانا کھایا، مولانا غلام مصطفیٰ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ رشتہ میں بھانجے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہوتے تھے اور مولانا عبداللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، جب کھانا تناول فرمانے لگے تو ہم سب کو بھی شریک فرمایا احقر ادباً زمین پر بیٹھنے لگا تو نیچے کا کپڑا سرکا دیا، فرمایا اجی! اسے کیوں اٹھاتے ہو، اسے بچھا ہی رہنے دو اس کے اوپر بیٹھ جاؤ، اب تکلف چھوڑو بے تکلف بیٹھو۔

پھر بعد فراغت طعام احقر نے کچھ باطنی حالات سنانے شروع کئے بڑے غور سے سنتے رہے پھر فرمایا کہ حالات سب مبارک ہیں، پھر دعائیں دیتے رہے، مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے دریافت فرمایا کہ مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ نے بھی آپ سے پڑھا ہے؟ فرمایا ہاں۔

☆......امرتسر سے کسی صاحب نے پھلوں کی پیٹیاں ساتھ کردیں، مولانا غلام مصطفیٰ کشمیری رحمہ اللہ سے فرمانے لگے کہ کوئی پھل نکالو، پھر فرمایا کہ جب میں گھر جاتا ہوں تو بچے کچھ مانگتے ہیں تو اس لئے کچھ پھل خرید کر ساتھ رکھ لیتا ہوں، بعض دفعہ سہارن پور یا دیوبند ہی سے کچھ لے لیتا ہوں، بچے جب پوچھتے ہیں اباجی یہ وہیں سے لائے ہیں جہاں سے آپ آرہے ہیں تو چشم پوشی کرتا ہوں اور مسکرائے۔

بیعت اور تلقینِ ذکر جہر واَوراد

☆......بہاولپور کے سفر میں تشریف لے جاتے وقت یہ فرمایا کہ یہاں پر علماء سنٹرل جیل ملتان میں مقید ہیں ان سے ملاقات کرکے آگے جانا ہے اس لئے ملتان چھاؤنی کے سٹیشن پر اتر گئے۔

صبح صادق ہوچکی تھی جب گاڑی ملتان چھاؤنی پہنچی اترتے ہی پلیٹ فارم پر مجمع کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی، پھر مجلس احرار کے دفتر میں تشریف لائے، ان لوگوں نے وہاں چائے کا انتظام کررکھا تھا، بہت مجمع ہوگیا بعض لوگ بیعت بھی ہوئے ان کو بیعت فرمایا، بعد نماز فجر کلمہ توحید سو بار اور بعد نماز عصر کلمہ تمجید سو بار بعد نماز عشاء درود شریف سو بار۔ نماز والا درود تو بہت فضیلت رکھتا ہے، یا یہ درود شریف پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَّ اَصْحٰبِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ۔

اس کو درود مشہور کہتے ہیں پھر فرمایا کہ یہ سہروردی طریقہ ہے، اس کو اوراد کہتے ہیں، جب تخلیہ ہوتا تو بیعت کرتے وقت دوازدہ (بارہ) تسبیح چشتیہ ہی تلقین فرماتے اور اس کا طریق بھی خود کر کے دکھاتے، خوب شدمد سے اللہ اللہ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ فرماتے کہ متوسط جہر کے ساتھ ذکر کرتے اس کو اذکار کہتے ہیں۔

''مبسوط'' کا تذکرہ

ایک شخص نے کہا کہ مبسوط میں احادیث بہت ہیں، میری زبان سے نکلا کہ مبسوط میں احادیث مذکور نہیں (امام محمد کی مبسوط) وہ ایک متن فقہ کا ہے، فرمایا (ان مولوی صاحب کی طرف خطاب کر کے) کچھ ذخیرہ احادیث آپ کی نظر سے گذرا؟ احقر نے ان مولوی صاحب سے کہا کہ وہ جو آپ ذکر فرمارہے ہیں وہ تو شمس الائمہ کی مبسوط ہے، اسکو بھی مبسوط ہی کہا جاتا ہے پھر کھانا تناول فرمایا، اور قبل ظہر ایک کوٹھی میں تشریف لے گئے جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ایک مرید نے بنوائی تھی۔

بعد نماز ظہر احقر سے فرمایا وہ رسالہ لایئے جو آپ نے رد قادیانیت میں لکھا ہے احقر نے پیش کیا، عصر تک مطالعہ فرماتے رہے، بہت مسرت کا اظہار فرمایا۔ پھر بہاولپور جا کر مولانا مرتضیٰ حسن رحمہ اللہ اور مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ اور علماء سے اس کا تذکرہ فرماتے رہے کہ اس نے رسالہ لکھا ہے جس میں کفریات مرزا مزید جمع کئے ہیں، پھر فرمایا میں اس کو ڈابھیل سے طبع کرادوں گا۔ تاکہ وہاں کے طلباء یاد کریں، احقر نے عرض کیا صاف کر کے ارسال کردوں گا پھر التواء ہوتا گیا یہاں تک کہ حضرت شاہ صاحب کا وصال ہوگیا۔

افسوس کہ تقسیم ملک کے وقت وہ سب کاغذات ضائع ہوگئے، مولانا

نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ لاہور والوں کا بیان اس رسالہ سے مرتب کیا گیا تھا، مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عشق ہو گیا تھا ہر وقت خدمت مبارکہ میں حاضر رہتے تھے، مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خاموش رہتے تھے، حضرت مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (ناظم مظاہر العلوم سہارن پوری) بھی خاموش بیٹھے رہتے۔

فرمایا اہلِ مکہ نے کئی سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکالیف پہنچائیں آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالا، حتیٰ کہ جنگِ احزاب میں جو ابوسفیان اتنی عداوت کا مظاہرہ کر رہے تھے، وہی جب ایمان لائے تو جنگ یرموک میں صفوں کے درمیان پھر رہے تھے، فرما رہے تھے، لوگو! یہ موقع روز روز ہاتھ نہیں آتے، آج وقت ہے خوب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا ثبوت دو، خوب جوش دلا رہے تھے، تا آنکہ میدان جیت لیا۔

بہاولپور کے مقدمہ کا کچھ حال

بہاول پور کے تاریخی مقدمہ میں شہادت کے لئے مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ ناظم مظاہر العلوم سہارن پور بھی تشریف لے گئے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا غایت ادب تھا اس لئے خاموش بیٹھے رہتے، ایک روز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی صاحب سے فرمایا مولانا شمس الدین بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں معجم کبیر للطبرانی قلمی ہے وہ ہمیں چند یوم کے لئے درکار ہے، خواہ وہ صاحب جو مولانا کے کتب خانہ کے مالک ہوں وہاں بیٹھ کر دیکھ لینے دیں، یا ہم سے ضمانت لے کر چند یوم کے لئے مستعار عنایت فرمائیں۔ حضرت مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ چپکے سے ہی چلے گئے اور کتاب لے آئے اور لا کر پیشِ خدمت کر دی، فرمایا کہ میں اسی وقت چلا گیا تھا ان سے عرض کیا تھا کہ ہمارے حضرت شاہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کتاب کی ضرورت ہے، انہوں نے بے تامل عنایت فرمائی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بے حد اثر ہوا۔ دیر تک ''اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے یہ تو بڑی عنایت فرمائی'' فرماتے رہے پھر کتاب احقر کے حوالے کر دی، اور فرمایا اس میں سے مجھے کچھ عبارت نقل کر دے، اور نشان لگا دیئے اور یہ بھی فرمایا کہ قلمی کتابوں میں عموماً اعراب اور نقطے نہیں ہوتے، علماء کو پڑھنے میں دِقت ہوتی ہے، لاؤ میں آپ کو اس کا طریقہ بتاؤں۔

پھر میں نے مختلف مقامات سے بہت سی عبارات نقل کر کے پیش کیں تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا کہ اکثر لوگوں کو میں نے کتاب دی، مگر غلط ہی نقل کر دی، بعض نے صفحات غلط لگا دیئے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نئی بات تو نے دیکھی ہے، تو بتلا دے؟ بعض دفعہ کچھ عرض بھی کر دیتا۔

ایک دفعہ ایک راوی کی نسبت میں مجھے شبہ ہوا تو دریافت کرنے کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا، فوراً فرمایا ''سَیَلْحِیْنِیْ'' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِالْاِسْتِیْعَابِ[1] ہی اس کتاب مستطاب کے دیکھنے کا موقع مل گیا، بابو حبیب اللہ امرتسری بھی رات کے وقت بعد عشاء میرے پاس آ بیٹھے کہ میں تیرے ساتھ حضرت کے پاؤں دباتا ہوں، توفی کے لفظ پر کچھ دریافت کر رہے تھے، احقر نے عرض کیا حضرت توفی حیات کے ساتھ جمع بھی تو ہو سکتی ہے۔ فرمایا ہاں:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ (سورۃ الزمر: ۴۲)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہوا نکے مرنے کا اور جو نہیں مرے ان کو کھینچ لیتا ہے پھر واپس بھیجتا ہے۔''

---

(۱) شروع سے آخر تک۔

اس میں یہ ہے کہ توفی ہو رہی ہے موت واقع نہیں ہوئی جیسے نیند میں توفی ہوتی ہے سوتے آدمی کو مردہ کوئی نہیں کہتا:

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُم بِالَّيْلِ۔ (سورۃ الانعام:۶۰)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ رات میں تمہاری روح کھینچ لیتا ہے۔''

پھر میں نے قصہ سنایا کہ سلطان پور لودھی ضلع جالندھر پنجاب میں حیات عیسیٰ پر بحث کرتے ہوئے میں نے مرزائی مناظر سے دریافت کیا کہ کیا تمہارا رات کے وقت جنازہ نکل جاتا ہے، بچے یتیم ہو جاتے ہیں عورت بیوہ ہو جاتی ہے، بہت خوش ہوئے اور تبسم فرماتے رہے (کبھی مدت العمر کھکھلا کر نہیں ہنسے)۔

☆☆☆☆

عید مسلم اور علامہ جوہر طنطاوی کا تذکرہ

افادات عالیہ حضرت شیخ الاسلام سید المحدثین مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

علامہ جوہری طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حامد کی حمد اس کے علم کے اعتبار سے ہوتی ہے، اب اندازہ لگایئے کہ رب العالمین نے بھی قرآن عزیز میں اپنی حمد مختلف عنوانات سے فرمائی ہے، مخلوق کو تو اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ایک پیغمبر برحق جو حمدِ خدا کر سکتا ہے، ایک امتی کیا مقابلہ کرے گا، جو علوم صحابہ رضی اللہ عنہم کو عطا فرمائے گئے تھے اس لئے کہ وہ تو اذکیا امت تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی کے لئے منتخب فرمایا گیا، اگر وہ حمد باری عز اسمہ بیان کریں گے تو انہیں کی شایان شان ہوگی، اسی طرح دیکھتے جایئے اب ہم تو یہی سمجھے ہوئے ہیں کہ عید کا دن ایک افضل دن ہے، سارے شہر کو باہر کھلے میدان میں نکل کر شکر کے دو نفل ادا کرنے چاہئیں۔

لیکن حجۃ الاسلام سیدنا حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عید مسلم تبلیغ کا دن ہے ہر شخص جو تکبیر کہتا ہے اللہ کی کبریائی کی تبلیغ کرتا ہے، حتیٰ کہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عوام اگر جوق در جوق بازاروں میں تکبیرات کہتے پھریں تو منع نہ کرنا چاہیے کہ عوام میں ترغیب ہوتی ہے، یہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون اسلام کے تمام شعبوں کو حاوی ہے جتنا جتنا غور کرتے جائیں گے آپ پر منکشف ہوتا جائے گا۔

فروع، عقائد، تاریخ، سیرؐ احکام سبھی پر بصیرت افروز اور ناقدانہ تحقیق بحث فرمائی ہے، ضرورت ہے کہ ایسے مضامین کی تلاش کر کے خوب اشاعت کی جائے یہ تبرک حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے نکلا ہے، ایک حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر مہاجر (رسالہ یا اخبار) دیوبند 1928ء میں...... الصوم لی وأنا أجزی بہ (یعنی روزہ میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا)...... پر شائع ہوئی تھی، افسوس کہ ہمارے پاس محفوظ تھی، لیکن 1947ء کے خونی ہنگامہ میں جب ہم رائفلوں کے سائے میں نکالے گئے تو احقر کی کتابوں کے ساتھ رائے کوٹ ضلع لدھیانہ ہی رہ گئی۔ حضرت کی سیرت پاک بھی لکھی ہوئی غیر مطبوعہ تھی، بہت سے خطوط مولانا محمد سلیمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ برادر خورد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تھے، اب ہم اس تبرک انوری کی اشاعت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں کہ اس کا افادہ عام ہو جائے شاید کہ ہمارے لئے ذخیرہ عُقبیٰ ثابت ہو۔ آمین

محمد انوری لائل پوری عفا اللہ عنہ

31 مارچ 1965ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عید خوشی اور مسرت کا نام ہے اور اہل دنیا کے نزدیک ــــ ہر قسم کا سُرور وانبساط اور ہر طرح کی فرحت و ابتہاج [۱] عید کے مترادف ہے، لیکن شریعت مقدسہ اور ملت بیضاء کی نظر میں عید اس مسرت وخوشی کو کہتے ہیں جو نعماء [۲] ربانی اور کرم ہائے الٰہی کے شکر اور اس کے فضل وجود پر ادائے نیاز کے لئے کی جاتی ہے، دنیا خود فانی ہے اور اس کے باغ و بہار فانی، پھر اس پر کیا مسرت وانبساط جس سرور کے بعد غم ہو اور جس خوشی کے بعد رنج ہو تو ایسے سرور کو عید کہنا ہی غلط ہے، اس لئے قرآن عزیز نے ارشاد فرمایا ہے:

لَا تَفۡرَحۡ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡفَرِحِیۡنَ ﴿۷۶﴾ (سورۃ القصص:۷۶)

ترجمہ: ''تو نہ اِترا کہ اللہ تعالیٰ اِترانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔''

عید کی حقیقت اصلیہ اور اس کا صحیح مفہوم اس دائمی سرور اور ابدی سرمدی مسرت میں مضمر [۳] ہے جس کی نسبت اور جس کا تعلق خود ذات احدیت اور بارگاہ صمدیت سے وابستہ ہے منعم حقیقی کا انعام ابدی ہے اور اس کا فضل واحسان سرمدی، لہٰذا اپنی یہ مسرت وفرحت اور خوشی وانبساط بجا اور اسی عید کو عید کہنا صحیح اور درست ہے اسی کو رب العالمین نے معجزانہ انداز میں اس طرح فرمایا ہے:

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ

(سورۃ یونس:۵۸)

---

(۱) خوشی۔

(۲) نعمتیں۔

(۳) پوشیدہ۔

ترجمہ: ”کہہ دیجئے میرے اللہ کے فضل سے اور اس کی
مہربانی سے خوش ہونا چاہیے۔“
یعنی خوشی ومسرت درحقیقت اللہ رب العزت کی رحمت اور اس کے فضل
ہی پر کرنا چاہیے۔

عیدِ الٰہی

حقیقت بین نظریں اور معرفت سے پُر نگاہیں اس حکمت ربانی سے بے خبر نہیں ہیں کہ عالم تشریعی کی اساس[1]، کہ جس کو عالم اوامر ونواہی کہنا بہتر ہے، بہت کچھ عالم تکوینی کے مظاہر وشواہد پر قائم کی گئی ہے تاکہ مرضیات پر کاربند ہونے میں آسانی ہو سکے۔ اسی اصل کے ماتحت اور اسی اساس کے زیرعنوان عید بھی ہے، عالم تکوینی کی ابتداء اور اس کے منصۂ شہود میں آنے کے متعلق قرآن عزیز نے جو رہنمائی کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رب العزت نے عالم انسانی کو درجہ بدرجہ ترقی کرنے اور تاریخ کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت وتعلیم دینے کے لئے ہمارے فہم کے مطابق اس طرح فرمایا کہ ہم نے ارض وسماوات اور کائنات عالم چھ روز میں پیدا کیا:

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۔ (سورۃ یونس:۳)

ترجمہ: ”بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کئے
آسمان اور زمین چھ دن میں پھر قرار پکڑا عرش پر۔“

اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ہفتہ کی موجودہ نوعیت اور اس کی اس

---

(۱) بنیاد۔

طرح روز وشمار بھی اس تکوینی عالم سے اخذ کی گئی ہے، چند روز عالم کی تخلیق میں صرف کرنے کے بعد اس کے سالگرہ منانے اور خوشی کا اظہار کرنے کے لئے رب العزت نے ساتواں روز عید اور تعطیل کا مقرر فرمایا، اور اس کو ان اعجازی کلمات میں ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ۔ (سورۃ یونس:۳)

ترجمہ: ''پھر قرار پکڑا عرش پر۔''

مسئلہ استواء علی العرش کی مقامی توجیہہ

اس جگہ یہ خیال پیدا ہونا قدرتی امر ہے کہ استوی علی العرش سے کیا مراد ہے؟ اس کے معنی کیا ہیں؟ اس کے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے محققین کی تفاسیر کی طرف مراجعت ضروری ہے، کیونکہ یہ انہیں امور متشابہات میں سے ہے جن کے متعلق سلف صالحین کا صاف اور سادہ عقیدہ رہا ہے کہ

اَلۡاِسۡتَوَاءُ مَعۡلُوۡمٌ وَالۡکَیۡفِیَّۃُ مَجۡھُوۡلٌ۔

یعنی نفس مسئلہ تو ہم کو معلوم ہے لیکن اس کی حقیقت اور کیفیت ہم سے پوشیدہ اور نامعلوم ہے، لیکن علماء متاخرین کی جائز اور حدود شرعی کے ماتحت توجیہات واقوال کی طرف اگر نظر کی جائے جو انہوں نے قلوب عامہ کے وساوس اور ملحدین وفلاسفہ کی زیغ (۱) کو دیکھ کر کی ہے تو اس مسئلہ میں ان کے اقوال بہت زیادہ پائے جاتے ہیں اور انہوں نے اس معجز کلمہ کی تحقیقات میں بہت زیادہ کاوش سے کام لیا ہے اور اپنی اپنی استعداد عقل سلیم کے مطابق بہت کچھ جدوجہد کی ہے۔ مناسب مقام اسکے معنی یوں سمجھنے چاہئیں کہ رب العالمین نے ارض وسماوات

---

(۱) ٹیڑھ پن، پھر جانا۔

کو چھ روز میں پیدا کر دیا تو پھر اس نے ساتویں روز اس طرح عید منائی کہ اس نے تمام کائنات پر اپنی قدرت عامہ اور شہنشاہیت کے استیلاء[1] وغلبہ کا اظہار فرمایا، اور تمام عالم اس کے حیطۂ اقتدار میں محیط ہو گیا، کیونکہ عرش پر اس کا استیلاء اور غلبہ جو کہ خود تمام ارض وسماوات کو حاوی ہے اس کی لامحدود قوت وسطوت کا اظہار کرنا ہے۔

ایک حدیثی نکتہ

تخلیق عالم اور عید الٰہی کی اس آیت کے بارے میں بعض محققین سخت تردد میں پڑ گئے، جس کا معنی یہ ہے کہ قرآن عزیز نے تخلیق ارض وسماوات کی مدت سِتَّةُ اَيَّامٍ چھ روز قرار دی ہے، اور صحاح کی بعض روایات میں ہے کہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے روز پیدا کیا، پس اگر تخلیق عالم کی ابتداء ہفتہ کے روز سے مانی جائے تو پھر پورا ہفتہ تخلیق ہی کو محیط ہو جاتا ہے، اور تعطیل (اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ) کے لئے کوئی دن باقی نہیں رہتا، لہٰذا کوئی صورت ایسی سمجھ میں نہیں آتی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جمعہ کے روز مان کر سِتَّةُ اَيَّامٍ کو صحیح باقی رکھا جا سکے اور استواء کے لئے ایک روز فاضل نکالا جا سکے، اس اشکال کے پیدا ہو جانے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان محدثین ومحققین نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی حدیث میں جو جمعہ کا دن ہے اس کو اپنے خیال میں اس سلسلہ میں منسلک سمجھ لیا ہے جس میں کہ تخلیق ارض وسماوات ہوئی ہے، حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اگرچہ جمعہ کے روز ہی ہوئی ہے لیکن یہ جمعہ وہ جمعہ نہ تھا جو سِتَّةُ اَيَّامٍ کے تذکرہ کے بعد آتا تھا، بلکہ ایک عرصہ مدیدہ[2] کے بعد حق تعالیٰ

---

(۱) قابو، قبضہ۔

(۲) طویل مدت

نے کسی ایک جمعہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اور تخلیق ارض وسماوات کے متصل جو جمعہ آتا تھا وہی درحقیقت اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اور عید الٰہی کا روز ہے، جن حضرات کی نظر احادیث کے ذخیرہ کی طرف کافی اور دقیق ہے ان کے لئے ہماری یہ توجیہ اصل حقیقت کی نقاب کشائی کے لئے کافی ووافی ہے۔

یوم سبت کی تحقیق

اسی اشکال کے سلسلہ کی ایک کڑی یوم سبت کی تعیین وتحقیق ہے۔ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم السبت ہفتہ کا نام ہے، اور نصاریٰ کے عقیدہ میں یوم السبت اتوار ہے۔ اور چونکہ عربی زبان میں سبت کے معنی تعطیل کے آتے ہیں اس لئے خود علماء اسلام کو بھی اس کی تعیین میں مشکل پیش آئی ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کے عقیدہ میں تو تعطیل کا دن جمعہ ہے، حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسے محدث ومحقق بھی اس مسئلہ میں متردد ہیں اور وہ بھی اس کے قائل ہوگئے ہیں کہ یوم السبت ہفتہ ہی کے دن کا نام ہے اس اشکال کو اس سے اور زیادہ تقویت ہو جاتی ہے کہ خود عربی زبان میں یوم السبت ہفتہ کے روز کو کہتے ہیں۔

لیکن ان کی نظر شاید اس پر نہیں گئی کہ اہل عرب کے دور جہالت میں دنوں کے نام یہ نہ تھے جو کہ اب ان کے یہاں مستعمل ہیں، کتب تاریخ میں ان کا ذکر موجود ہے، موجودہ نام دراصل یہود کے ایجاد کردہ ہیں اور وہی اس کے واضع ہیں، چنانچہ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ عرب جمعہ کو عروبہ کہتے تھے، عروبہ عبرانی کا لفظ ہے جس کا مفہوم وہی ہے جو ہماری زبان میں عرفہ کا ہے، اردو زبان میں ہر عرفہ ہر اسلامی تہوار سے ایک روز قبل کے لئے استعمال ہوتا ہے، بعینہٖ یہی مفہوم یہود عروبہ کا سمجھتے تھے، اور چونکہ وہ ہفتہ کے دن کو یوم تعطیل مانتے تھے اس لئے جمعہ کو عروبہ کہا کرتے تھے، عروبہ کے استعمال نے مسلمانوں میں بھی رواج

پایا، اور اس کو اس قدر وسعت ہوئی کہ بعض احادیث میں بھی یہ لفظ پایا جاتا ہے، بہر حال جب کہ ہفتہ کے موجودہ نام یہود سے لئے گئے تو لازمی تھا کہ وہ سبت ہفتہ کے دن کو مانیں اور اتوار کو اسی لئے انہوں نے یوم الاحد یعنی پہلا روز مانا یہی استعمال اور محاورہ علماء اسلام کے لئے اس کا باعث بنا کہ انہوں نے سنیچر ہی کو یوم السبت قرار دیا، اور جمعہ کی فضیلت کو صرف عہد اسلامی ہی سے شروع سمجھا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے اور خلاف تحقیق ہے، اس لئے کہ مسند امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں مذکور ہے کہ استواء علی العرش جمعہ کے روز ہوا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ تخلیق عالم کی ابتدا ہفتہ کے روز یعنی سنیچر کے دن سے ہوئی، لہٰذا ان دونوں روایتوں کی بنا پر ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ جب تعطیل کا دن جمعہ کا دن تھا اور آغاز تخلیق سنیچر یعنی ہفتہ کو ہوئی تو یقیناً اور بلا شک وشبہ یوم السبت جمعہ کا نام ہے، اتوار یا ہفتہ کو سبت کہنا کسی طرح درست نہیں ہے، بلکہ آغاز تخلیق عالم ہی سے وہ مشرف ومعزز ہو رہا ہے، کیونکہ اس دن ہی رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کی عید تھی۔

انتخاب جمعہ کی حدیث مع توجیہات

البتہ اس شرف سے مشرف ہونے اور اس بزرگ دن کی عظمت حاصل کرنے میں امت مرحومہ کا بھی نصیب زبردست تھا، اور ان ہی کی قسمت یاور تھی جو ان کو اس دن عید منانے کی ہدایت ہوئی، چنانچہ صحاح کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہمارے لئے جمعہ کے دن کو اور ٹال دیا اس کو دوسری امتوں سے، پس نصاریٰ نے اتوار اور یہود نے ہفتہ کو پسند کیا اور اس کو تعطیل کا دن قرار دیا۔

اس حدیث میں اس شک کو زائل کرنے کے لئے کہ رَبُّ الْعَالَمِیْن

نے کیوں دوسری امم کو اس شرف سے محروم رکھا محدثین نے دو توجیہیں کی ہیں۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ دراصل انتخاب یوم تعطیل و یوم عید حق تعالیٰ نے اجتہاد پر رکھا تھا، پس امم سابقہ کا اجتہاد اس برکت کو نہ پا سکا جس کو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاصل کرلیا۔ اور بعض محدثین یہ فرماتے ہیں کہ اوّل تمام امم پر جمعہ کا دن ہی پیش کیا گیا تھا، لیکن بنی اسرائیل نے اپنی مصلحتوں اور طبعی رغبتوں کی بناء پر اس دن کو پسند نہ کیا اور اپنے زمانے کے انبیاء کرام علیہم السلام کو اس بارے میں تنگ کیا کہ وہ اللہ کو کہہ کر اس دن کو یوم تعطیل نہ رہنے دیں اس لئے وہ اس جنگ وجدل کی بناء پر اس نعمت سے محروم کر دیئے گئے، اور بالآخر امت مرحومہ کے حصہ ہی میں یہ شرف آنا تھا، سو آ گیا۔ اور جمعہ کا دن ان کے ہفتہ کی عید قرار پایا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط (سورة الحديد:۲۱)

ترجمہ: ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس پر فضل فرماتے ہیں۔''

اللہ رب العزت کا فضل اور اس کا احسان ہے بطفیل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج تک اسلام میں یوم جمعہ نہایت شان وشوکت سے منایا جاتا ہے، اور عید الٰہی کے باغ اور اس کی بارگاہ میں ہر ایک اس کی شرکت کو اپنے لئے فریضہ ربانی سمجھتا ہے اور سعادت دارین کا وسیلہ جانتا ہے۔

ایام ربانی کی تحدید

یہاں یہ بات بھی ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ آیت قرآنی میں جو سِتَّةُ اَيَّامٍ کا ذکر کیا ہے آیا ان ایام کی مقدار ایام معمولہ ہی کے موافق تھی یا اس سے زائد؟ یہ ایک سوال ہے جس کے متعلق محدثین وصوفیاء کرام دونوں نے قلم اٹھائے ہیں اور خوب بحثیں کی ہیں اہلِ عقل و دانش کے نزدیک یہ چیز حیرت انگیز

نہیں ہے اس لئے کہ وہ درگاہ صمدیت و بارگاہ احدیت تو حقیقتاً زمانہ اور اس کی مقدار سے وراء الوراء ہے اور اس کی جگہ تو زمانہ کی تحصیل بھی نَسْیًا مَّنْسِیًّا ہے، کیوں کہ زمانہ تو مقدار حرکت کا نام ہے اور حرکت وسکون کی نسبت انہیں اجرام [1] واجسام کی طرف کی جاسکتی ہے جو ان کا محتاج ہو، لیکن خالق حرکت وسکون اور مکون زمانہ اور زمانیات کو ان فانی اور ناقص اشیاء سے کیا سروکار تَعَالَى اللهُ عُلُوًّا كَبِيْرًا، لہٰذا قرآن عزیز میں جو اس مقام پر ایام کا کلمہ استعمال کیا گیا ہے وہ صرف ہماری عقول ناقصہ اور فہوم کاسدہ کی تفہیم کیلئے ہے اسی لئے اس کی نوعیت پر بحثیں پیدا ہوگئی ہیں، بعض محققین کا خیال ہے کہ ایام [2]، ایام معمولہ ہی کی طرح تھے، نہ زیادہ اور نہ کم، اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ ان ایام میں ہر دن ایک ہزار سال کی مقدار رکھتا تھا۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسماء حسنیٰ کے ماتحت ایام کی کچھ تحدید فرمائی ہے، چنانچہ اس موقع پر لکھتے ہیں کہ یوم ربوبی ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿٤٧﴾

(سورۃ الحج:۴۷)

ترجمہ: ''بے شک ایک دن تیرے رب کے پاس ہزار سال کی مانند ہے ان دنوں کے حساب سے جن کو تم شمار کرتے ہو۔''

یوم ربوبی کا ایک نکتۂ لطیف

اس لئے بعض علماء اور صوفیاء کا یہ خیال ہے کہ دنیائے انسانی کی عمر سات ہزار سال ہے، کیوں کہ سات ہی روز اس کی تخلیق اور اس پر عمل کے گذرے ہیں اور اولوالعزم انبیاء کرام علیہم السلام کے ادیان ترقی پذیر کا عہد مبارک ہزار ہزار سال کا

---

(۱) لطیف جسم، بدن (جمع جرم)

(۲) دن (جمع یوم)

ہوتا آیا ہے، چنانچہ ساتویں ہزار کی ابتداء میں خاتم الانبیاء ﷺ مبعوث ہوئے اور ان کے مذہب میں اعلیٰ اور بے نظیر ترقی بھی ایک ہزار سال رہی اور اس کے بعد اس میں اِنحطاط شروع ہو گیا، جس کی انتہا وجود قیامت پر ہوگی، اور یہ سب کرشمے ایام ربوبیت ہی کے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اب تک اس کے منتظر ہیں کہ نبی آخر الزمان ﷺ ساتویں ہزار میں آئے گا۔ اور اس پر ایمان لائیں گے، لیکن چونکہ بائبل کے کل نسخہ کے بارے میں علماء یہود و نصاریٰ کو اختلاف ہے اس لئے وہ اس صحیح حساب کی تشخیص نہ کر سکے اور نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان نہ لائے بائبل کے نسخوں میں قدیم زمانے کے یونانی نسخہ پر اعتماد تھا، لیکن جب اس کا حساب صحیح نہ اترا تو اس کو ساقط کر کے عبرانی نسخہ کو ترجیح دی، لیکن افسوس کہ وہ بھی صحیح رہنمائی نہ کر سکا، اور یہ قوم اس بارہ میں خاسر ہی رہی۔

بنی اسرائیل کی عید یوم عاشوراء

ایک ہفتہ کی عید کے علاوہ ادیان سماویہ میں سالانہ عید منانے کا بھی دستور قدیم سے قائم ہے اور ہر عید کسی خاص حکمت پر مبنی ہے اور کسی نہ کسی رحمت و فضل الٰہی کے ادائے تشکر میں اس کا راز مضمر ہے اور ہمیشہ اس کا وجود بندگان خدا کے لئے سعادت دارین کا وسیلہ بنتا رہا ہے۔ تاریخ کے اوراق اس حقیقت ثابتہ کا آج تک اعلان کر رہے ہیں کہ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ صدیوں تک قبطیوں کے ہاتھ مظلوم بنی اسرائیل طوق و سلاسل اور غلامی میں گرفتار رہے اور فراعنہ مصر کی تمام ذلتوں اور رسوائیوں کو جبراً اور قہراً سہا کئے، لیکن ظلم و عدوان اور غرور نخوت کا مظاہرہ ہمیشہ قائم نہیں رہتا، اور انانیت و کبر ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتا، چنانچہ بنی اسرائیل کے لئے بھی فطرت نے وہ وقت مہیا کر دیا کہ جس میں ان کی خواریوں اور ذلتوں کا

خاتمہ ہوا اور غلامی کی لعنت سے ان کو ہمیشہ کے لئے نجات ملی اور بحر قلزم کی موجوں نے اس ہیبت ناک مظاہرہ کا منٹوں میں اس طرح خاتمہ کر دیا کہ عبد صالح موسیٰ علیہ السلام مع اپنی قوم کے تشرین اولیٰ میں قلزم سے پار ہو گئے، اور خدائی کا جھوٹا مدعی فرعون کی فرعونیت اپنے لشکر سمیت قلزم کی تہہ میں فنا ہو گئی۔ انعام خداوندی کا یہی کرشمہ تھا جو بنی اسرائیل پر اس طرح جلوہ نما ہوا اور اس ہی بارگاہ کے لئے یوم عاشوراء کی عیدان کے مذہبی امور میں داخل کی گئی تا کہ اس دن میں روزہ رکھ کر بنی اسرائیل نیاز مندی کے ساتھ ادائے شکر کا اظہار کریں، اور اس روز مسرت وشادمانی کے ساتھ اللہ رب العزت کے دربار میں سر نیاز جھکائیں۔

عاشورہ ایک تحقیق اور ایک حدیث کی توضیح

لیکن اس مقام پر خود اہلِ علم کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تشرین اولیٰ [۱] یہود کے مقرر کردہ مہینوں میں سال کا پہلا مہینہ ہے جو شمسی نظام پر قائم کئے گئے ہیں لہٰذا اس کے مطابق ماہ محرم الحرام جو قمری حساب کے مہینوں میں سال کا پہلا مہینہ ہے کسی طرح نہیں ہوسکتا، پھر ہمارے یہاں ۱۰ محرم الحرام کو عاشورہ کا ہونا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔ دوسرا امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ معجم طبرانی کی حدیث میں آیا ہے کہ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس روز ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے ہیں اس دن یہود عاشوراء کی عید منا رہے تھے اور روزہ دار تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم یہود سے زیادہ مستحق ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کی رُستگاری [۲] پر خوشی کریں اور شکر الٰہی بجا لائیں، لہٰذا ہم میں سے جس شخص نے ابھی کھایا پیا نہ ہو وہ روزہ رکھ لے، اور جو کھا پی چکے ہیں وہ اس

---

(۱) رومی مہینہ (اکتوبر)

(۲) نجات، رہائی۔

وقت سے روزہ داروں کی طرح کھانے پینے سے باز رہیں۔ حالانکہ یہ امر محقق ہے کہ مدینہ طیبہ میں داخلہ ربیع الاوّل میں ہوا تھا تو پھر کس طرح یوم عاشورہ ۱۰ محرم الحرام کو صحیح ہوسکتا ہے؟ لیکن کتب تاریخ پر نظر رکھنے والے اصحاب کو اس اشکال کے حل کرنے میں چنداں دشواری نہیں ہے، اس لئے کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی مدینہ میں دو قسم کی جماعتیں تھیں، ایک جماعت اپنے مہینوں کا حساب نظام شمسی ہی کے ماتحت رکھتی تھی اور عاشورہ کو اسی اصول پر مناتی تھی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ربیع الاوّل میں جو عاشورہ کی تاریخیں اس مرتبہ پر آ کر پڑیں وہ اسی نظام کے ماتحت تھیں۔

دوسری جماعت وہ تھی جس نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان قمری حساب سے اپنا نظام قائم کرتے ہیں اور محرم الحرام کو سال کا پہلا مہینہ قرار دیتے ہیں اس لئے وہ مسلمانوں سے توافق پیدا کرنے کے لئے اپنی عید عاشورہ کو تشرین اوّل سے منتقل کر کے محرم الحرام کی ۱۰ تاریخ میں لے آئے پھر یہی طریقہ جاری ہوگیا۔

تیسری جماعت یہود کی اور بھی تھی جو اپنے نظام پر عاشورہ مناتی تھی اور محرم الحرام کی تاریخ میں بھی عید عاشورہ قائم کرتی تھی، اس وجہ سے یہ اشکال زیادہ اِعتناء(۱) کے قابل نہیں۔

عید رمضان

جس طرح بنی اسرائیل کے لئے ان کی رستگاری میں عاشورہ کی عید مقرر ہوئی اس طرح امت مرحومہ کے لئے بھی سال میں دو مرتبہ رحمت و فضل خداوندی کے اداء نیاز کی خاطر عید منانے کا حکم دیا گیا، جس میں سے ایک عید الفطر یا عید رمضان ہے۔ یہ امر روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے کہ رمضان کی فضیلت کا تمام

(۱) غور

دار و مدار اور اس کی تمام اساس قرآن و حدیث رسول پر مبنی ہے، رمضان میں قرآن عزیز کا لوح محفوظ سے بیت العزت میں نازل ہونا ہی فضل و رحمتِ الٰہی ہے جس کی وجہ سے رمضان کو یہ شرف حاصل ہوا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ (سورۃ البقرۃ:۱۸۵)

ترجمہ: ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا ہے قرآن ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور روشن دلائل ہیں ہدایت کے اور حق سے باطل کو جدا کرنے کے۔''

وہ قانونِ الٰہی جس نے تمام عالم کی ظلمت و تاریکی کو فنا کر کے ہدایت و رشد کی روشنی سے اس کو منور کر دیا وہ کتاب ربانی جس کے فیض سے بھٹکے ہوؤں کو راہ ملی اور گمراہوں کو ہدایت حاصل ہوئی، اور وہ قرآن عزیز جو حق و باطل کے لئے فیصلہ کن اور احکام الٰہیہ کا آخری پیغام ہے رمضان میں نازل ہوا اور اس کی برکت سے تمام عالم پر فضل خداوندی اور رحمت باری عام ہو گئی پس جس شخص نے اس فیض سے حصہ پایا کامیاب ہوا اور جو محروم رہا محروم رہا۔

روزہ کی فرضیت اس لئے قرار پائی کہ انسان اس روحانی فیض سے مستفیض ہو کر قرآن عزیز کی دائمی برکتوں سے مالا مال ہو سکے، لہٰذا فضل و نعمت کے ادائے شکر میں ختم مہینہ کے بعد اسلام نے ایک دن خاص دعوتِ الٰہی کا مقرر کیا اور اس میں سب کو خداوند تعالیٰ کا مہمان خصوصی بنایا اور اسی کا نام عید ہے۔

سعید ہیں وہ روحیں جنہوں نے رمضان کے برکات و انوار کو حاصل کیا، عید کی حقیقی و ابدی مسرت سے حصہ پایا، اور منور ہیں وہ قلوب جنہوں نے ان کے فیض کو اپنی تہ میں جگہ دی، اور دائمی سرور و شادمانی سے بہرہ مند ہوئے یہی شاد

مانی وسرور ہے جو اس خیر کثیر اور رشد و ہدایت کے سر چشمہ کے نزول میں با تباع:

وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ط (سورة البقرة:١٨٥)

ترجمہ: ''اور تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ تمہیں ہدایت کی۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت کی تو تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اور ان کی نعمتوں پر شکر کرو۔

ہماری زبانوں سے اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ کہلاتا ہے۔

اتمام قرآن عزیز

اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام اور روحانیت کی یہ بے نظیر مشعل ہدایت جس کی بدولت ہم کو دارین کی سعادت نصیب ہوئی تیئس (۲۳) سال تک برابر حصہ حصہ ہو کر نازل ہوتا رہا اور اپنے انوار و تجلیات سے ہر شخص کو اس کی استعداد کے مطابق فیض یاب کرتا رہا، آخر وہ مبارک روز بھی آیا جس میں اس چشمہ خیر کثیر کے اتمام و اکمال کی بشارت ہم کو دی گئی، اور ۹ ذی الحجہ یوم عرفہ کا فرحت انگیز پیغام عرفات کے میدان مقدس میں سنایا گیا اور قیامت تک کے اس قانون کو مکمل کر کے ہمارے سپرد کیا گیا۔

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔

(سورة المائدہ:۳)

ترجمہ: ''آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر اپنا احسان۔''

یعنی سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اسلام جیسا مکمل اور ابدی قانون اور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نبی تم کو مرحمت فرمایا اور طاعات پر استقامت کی توفیق بخشی روحانی غذاؤں اور دنیوی نعمتوں کا دستر خوان تمہارے لئے بچھایا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں علماء یہود میں سے کسی نے اس آیت کو سن کر کہا کہ اگر ہمارے یہاں یہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس روز کو عید شمار کرتے اور خوب خوشیاں مناتے، یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اس روز ہماری دوہری عید تھی، اس لئے کہ یہ آیت جمعہ کے روز عرفات میں نازل ہوئی تھی اور جمعہ و عرفہ ہماری عیدیں ہیں۔

بہر حال عید کی حقیقت ایک مسلمان کی نظر میں صرف یہ ہے کہ وہ اس روز خدا کے خالص فضل و انعام کے تشکر اِمتنان (۱) میں مخمور و مسرور ہوتا ہے اور دربار خداوندی میں مسرت و شادمانی کے ساتھ سر نیاز جھکاتا ہے۔

عید الفطر عید الاضحیٰ جو جمعہ عرفہ یہ سب مسلمانوں کی عیدیں ہیں اور ان سب کا خلاصہ وہی ایک حقیقت ہے جو بیان ہو چکی۔ یہی فرق ہے اسلام اور دیگر ملل و ادیان میں کہ اس کی غمی و خوشی، رنج و سرور، حزن و مسرت سب اللہ رب العزت ہی کے لئے ہے اس کی تمام عیدیں ہزلیات (۲) اور خرافات سے پاک اور بری ہیں اور ان کا ہر ہر جزو صرف اللہ رب العزت ہی کی یاد سے مملو (۳) ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّآخِرًا۔

☆☆☆☆

☆......حضرت شاہ صاحب کا کلام بالعموم حافظ شیرازی رحمہ اللہ کے طرز پر

(۱) احسان۔

(۲) بے ہودگی۔

(۳) پُر، لبریز۔

ہوتا تھا حافظ نے لکھا ہے:

شاہد دل ربائے من می کنداز برائے من
نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

ترجمہ: ''محبوب دلربا، ہمارے لئے کرتا ہے نقش رنگا رنگ و بو تازہ بہ تازہ گلدستہ کی طرح۔''

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

در ہمہ سیر و غربتے کشف نہ شد حقیقتے
گرچہ شدم برنگ بو خانہ بخانہ کو بکو
گر بودم فراغتے از پس مرگ ساعتے
شرح وہم ہمہ بتو قصہ بقصہ ہُو بہُو
دانہ خلاف تخم نے ہرچہ بود ز جبر و قدر
آنچہ کہ کشتہ در حنطہ بہ حنطہ جو ز جو

ترجمہ: ''تمام اسفار و سیاحتوں میں حقیقت نہیں کھلی اگرچہ میں تمام رنگوں میں ایک گھر سے دوسرے گھر ایک گلی سے دوسری گلی خوشبوؤں کی طرح پھرا۔ اگر موت کے بعد ایک ساعت فرصت مل گئی تو تمام قصہ کی تشریح آپ کو کردوں گا۔ ہُو بہُو۔ دانہ سے بیج کے خلاف نہیں نکلتا خواہ کوئی اپنے کو مجبور سمجھے یا قادر مطلق سمجھے۔ جو بیج آپ نے ڈالا ہے وہی نکلے گا گندم سے گندم جَو سے جَو یعنی اگر آپ نے گندم بویا ہے تو گندم کاٹ لے اگر جَو بوئے ہیں تو جَو کاٹ لے۔''

عالم برزخ سے متعلق حضرت شاہ صاحب کی ایک نظم ہے اس کے یہ تین

شعر بطور نمونہ ہم نے درج کئے۔

☆......حضرت کا ایک مربعہ نعتیہ ہے جو عقیدۃ الاسلام کے آخر میں لگا ہوا ہے اس کے شروع کے یہ شعر ہیں۔

مربعہ نعتیہ فارسی

دوش چوں از بے نوائی ہم نوائے دل شدم
عہد ماضی یاد کردہ سوئے مستقبل شدم
از سفر و ماندہ آخر طالب منزل شدم
کز تگا پو سو بسو شام غربیاں در رسید

ترجمہ: ”میرے کندھا نے جب مفلسی سے دل کے سامان والے بنے تو ماضی کے زمانے کو یاد کیا اور مستقبل کی فکر میں لگ گیا۔ سفر سے تھکا ہوا آخر منزل کا طالب ہوا اور دوڑ دھوپ تلاش وتجسس سے غریبوں کی شام میں پہنچ گیا۔“

یہ قصیدہ بہت لمبا ہے ہم نے محض چار مصرعے درج کئے اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعزیتی کلام

☆......حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ڈابھیل ضلع سورت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصال کی خبر سنی تو تعزیتی جلسے میں فرمایا

ہوئی مدت کہ دنیا سے میرا دل اٹھ گیا لیکن
ہنوز اک شعلہ یاد رفتگاں دل سے اٹھتا ہے
ہجوم درد و غم اس درد آہ دل سے ہے ثابت
ورودِ کارواں ہو تب دھواں منزل سے اٹھتا ہے

الٰہی فرقت مرحوم میں کیوں کر بسر ہوگی
نہ دل اٹھتا ہے الفت سے نہ صدمہ دل سے اٹھتا ہے
ہمارے شعلہ غم کا یقین تم کو نہیں آتا
تمہیں کیوں کر دکھائیں دل میں بجھتا دل سے اٹھتا ہے

شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ

۴ صفر ۱۳۵۲ھ

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا فرق

☆......ایک دفعہ ۱۳۳۸ھ میں ترمذی شریف کے درس میں احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ) نے سوال کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو آتی ہے:

يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَاتَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا ۔

(بخاری حدیث ۱۱۴۷، مسلم حدیث ۷۳۸، بلوغ المرام ص ۱۰۰، قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار رکعت پڑھتے آپ مت پوچھیئے اس کے طول اور حسن کے بارے میں پھر چار رکعت پڑھتے آپ نہ پوچھیئے اس کے طول اور حسن کے بارے میں پھر ۳ رکعات وتر پڑھتے۔"

میں نے سوال کیا کہ اس حدیث سے تو آٹھ تراویح ثابت ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ میرا سوال بے محل تھا کیوں کہ اس حدیث میں ایک تو فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ ہے، حالانکہ غیر رمضان میں تو تراویح نہیں ہوتی۔ دوسرے اس میں وتر تین ہیں،

اور آٹھ تراویح پڑھنے والے وتر تین نہیں پڑھتے۔ تیسرے اس میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ کیا آپ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند کرتے ہیں وتر پڑھنے سے پہلے؟ جب رمضان میں وتر باجماعت پڑھے جاتے ہیں اور اس زمانے میں مستورات مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ پڑھتی تھیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ سوال تو بے محل ہوا کیوں کہ جب آپ جماعت میں شامل ہوتی تھیں تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند کرنے کے متعلق کیا سوال؟ معلوم ہوا کہ یہ حدیث تہجد کی نماز کے متعلق ہے۔

تو حضرت شاہ صاحب نے فوراً فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت آیا سنت نبی ہے یا نہیں جیسا کہ حدیث یہ ہے:

فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا. فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

(مسند احمد، حدیث: ۳۷۵، مشکوۃ ص ۳۰)

ترجمہ: ”جس نے تم میں سے میرے بعد زندگی گزاری تو وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا تو تمہارے اوپر میری سنت لازم ہے۔ اور خلفائے راشدین کا طریقہ تمہارے اوپر لازم ہے۔ ان کے ساتھ چمٹ جاؤ اور داڑھوں میں اس کو پکڑ لو اور اپنے آپ کو دین میں نئے کاموں سے بچاؤ کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اور فرمایا سنو کہ مسئلہ کی تحقیق فی نفسہا ہوتی ہے نہ کسی کے عمل کو دیکھ کر، جب

یہ بات ہے اور اتنا شدید اختلاف ہے کہ کوئی دوسرے کی بات سنتا ہی نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق خلفائے راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم کے عمل کو دیکھا جائے گا، اور ان کا اتباع لازمی طور پر کیا جائے گا، تاکہ اختلاف رفع ہو جائے۔

فائدہ: حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ مہدیین کے متعلق فرماتے ہیں کہ جن کو باری تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ کہا گیا ہو اور فرمایا کہ یہ جو حدیث ہے:

وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِيْ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ، فَإِذَا قَامَ بِهَا فِيْ اثْنَتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً رَاَى النَّاسُ اَنَّهٗ قَدْ خَفَّفَ۔ (مؤطا امام مالک ص ۱۱۵)

ترجمہ: "اور قاری سورۃ البقرۃ کو ۸ رکعات میں پڑھا کرتا تھا پھر جب اس کے بعد ۱۲ رکعات کے لئے کھڑا ہوتا تو لوگ سمجھتے کہ اب اس نے تخفیف کیا۔"

تو فرمایا کہ بیس تراویح کی یہ حدیث صحیح دلیلِ قوی ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اس پر عمل درآمد ہوتا تھا، اور بھی مؤطا امام مالک میں بہت سی روایات موجود ہیں جو صریح طور پر بیس پر دلالت کرتی ہیں۔ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ ہی لوگوں کو بیس تراویح پڑھاتے تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ پاک میں بھی اسی پر عمل ہوتا تھا، اور حدیث ابوداؤد وغیرہ میں ہے راوی کہتا ہے:

حَتّٰى خَفِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ۔ (۱)

---

(۱) ابوداؤد میں ایک روایت یہ بھی ہے: حَتّٰى خَشِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ۔ (ابوداؤد حدیث ۱۳۷۵)

ترجمہ: ''یہاں تک کہ ہم ڈر گئے کہ سحری ہم سے فوت نہ ہوجائے۔''

اگر آٹھ ہی کا شوق ہے تو اس حدیث پر کیوں نہیں عمل کیا جاتا کہ حَتّٰی خَفِیْنَا اَنْ یَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ کہ ہم کو سحری کا خطرہ ہوگیا، جماعت کو چھوڑ جانا اور یہ کہنا کہ ہم آٹھ پڑھ کر چلے ہیں اور جا کر سو جانا یا اور کوئی باتوں میں لگ جانا یہ تو حدیث کے خلاف ہوا تو اتنا لمبا پڑھنا چاہیے کہ سحری کا وقت نکلنے کا خطرہ ہوجائے۔

جب روایات متعارض آرہی ہیں تو کیوں نہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے تعامل پر عمل درآمد کیا جائے۔اور حدیث:

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰)

ترجمہ: ''جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔''

صاف بتلا رہی ہے کہ اصحاب کے تعامل کو نہیں چھوڑنا چاہیے ورنہ یہ صریح دلیل ہے صحابہ کے بُغض کی۔ (وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے قابل لوگ ہیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اذکیاءِ اُمت ہونے کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کا صاف ارشاد ہے جو مشکوٰۃ اور ابوداؤد شریف میں مذکور ہے کہ ان کے گہرے علوم تھے اور صاف قلوب تھے، پھر ان کے تعامل کو جان بوجھ کر چھوڑنا؟! حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعامل سے معلوم ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّہُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّہُمْ، فَمَنْ اَبْغَضَہُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَہُمْ۔ (ترمذی، مناقب حدیث ۳۷۹۷)

ترجمہ: ”جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض کیا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض کیا۔“

یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے، یہ کتنی بڑی وعید ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع کے متعلق فرمایا ہے اس پر عمل درآمد کرنا چاہئے اس وعید سے ڈرنا چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع کی توفیق بخشیں۔

☆☆☆☆

ختم نبوت کی ایک تحقیق

حضرت شاہ صاحب کا بیان سننے کے لئے پنجاب، بلوچستان، کراچی اور دیگر دور دراز علاقوں کے علماء وفضلاء روساء اور آفیسران ریاست آئے ہوئے تھے، انجمن مؤید الاسلام بہاول پور نے جو تمہیدی الفاظ حضرت کے بیان ”البیان الازہر“ پر لکھے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

شیخ الاسلام والمسلمین اسوۃ السلف وقدوۃ الخلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری قدس اللہ اسرارہم کی بلند پایہ ہستی کسی تعارف اور توصیف کی محتاج نہیں، آپ رحمہ اللہ کو مرزائی فتنے کے رَدّ و اِستیصال (۱) کی طرف خاص توجہ تھی، حضرت شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد رحمہ اللہ کا خط حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں دیوبند پہنچا تو حضرت ڈابھیل تشریف لے جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اور

(۱) جڑ سے اکھیڑنا۔

سامان سفر باندھا جا چکا تھا، مگر مقدمہ کی اہمیت کو ملحوظ فرما کر ڈابھیل کی تیاری کو ملتوی فرمایا اور 19۔ اگست 1932ء کو بہاول پور کی سرزمین کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا، حضرت رحمہ اللہ کی رفاقت میں پنجاب کے بعض علماء مولانا عبدالحنان رحمہ اللہ خطیب آسٹریلیا مسجد لاہور وناظم جمعیۃ العلماء پنجاب، ومولانا محمد انوری لائل پوری رحمہ اللہ فاضل دیوبند ومولانا زکریا لدھیانوی رحمہ اللہ وغیرہم بھی تشریف لائے۔ ریاست بہاول پور اور ملحقہ علاقہ کے علماء اور زائرین اس قدر جمع ہوئے حضرت کی قیام گاہ پر بعض اوقات جگہ نہ ملتی اور زائرین مصافحہ سے مشرف نہ ہو سکتے تھے۔

25۔ اگست 1932ء کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا بیان شروع ہوا، عدالت کا کمرہ امراء ورؤساء ریاست وعلماء کی وجہ سے پُر تھا۔ عدالت کے بیرونی میدان میں دور تک زائرین کا اجتماع تھا، باوجودیکہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ عرصہ سے بیمار تھے اور جسم مبارک بہت ناتواں ہو چکا تھا، مگر متواتر پانچ روز تک تقریباً پانچ پانچ گھنٹے یومیہ عدالت میں تشریف لا کر علم وعرفان کا دریا بہاتے رہے، مرزائیت کا کفر وارتداد اور دجل وفریب کے تمام پہلو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن فرما دیئے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بیان ساطع برہان میں مسئلہ ختم نبوت اور مرزا کے ادعاء نبوت ووحی ومدعی نبوت کے کفر وارتداد کے متعلق جس قدر مواد جمع ہے اور ان مسائل وحقائق کی توضیح وتفصیل کے لیے جو ضمنی مباحث موجود ہیں شائد مرزائی نبوت کے رد میں اتنا علمی ذخیرہ کسی ضخیم سے ضخیم کتاب میں یکجا نہیں ملے گا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بیان پر تبصرہ کرنا خاکسار کے فکر کی رسائی سے باہر ہے، ناظرین بہرہ اندوز ہو کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کے اعلیٰ علیین میں مدارج بلند فرمائیں۔ آمین

حضرت کا حافظہ اس وقت قابل دید وشنید تھا اس پر مولانا محمد صادق کا

بیان ختم ہوا، احقر عرض کرتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے تین دن بیان کیا اور دو دن جلال الدین قادیانی نے جرح کی، کل پانچ روز بیان ہوا یعنی 25 سے شروع ہو کر 29 اگست 1932ء کو ایک بجے ختم ہوا، آپ رحمہ اللہ نے منجملہ حوالہ جات کے ایک فتویٰ مصری مطبوعہ بھی پڑھ کر سنایا جس میں علماء مصر نے مدعی نبوت پر کفر کا فتویٰ دیا تھا اس میں مشہور عالم دین علامہ محمد بخیت رحمہ اللہ کا بھی فتویٰ تھا اس پر فرمایا کہ میں علامہ بخیت رحمہ اللہ کو پہچانتا ہوں۔ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کا بھی طویل فتویٰ سنایا تھا، اور بھوپال کے مفتی اعظم کا بھی فتویٰ سنایا تھا، یہ دونوں فتوے مولانا نور احمد امرتسری رحمہ اللہ کے رسالہ ''اِسْتِنْكَافُ الْمُسْلِمِيْنَ عَنِ الْاِخْتِلَافِ بِالْمِرْزَائِيْنِ'' سے پڑھ کر سنائے تھے۔

(نوٹ) اب بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ ایک رسالہ اور بھی ہے جس میں مولانا امیر علی رحمہ اللہ مصنف عین الہدایہ وغیرہ مدرس اعلیٰ ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ جو اس وقت مدرس ندوۃ العلماء کے تھے، اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کا اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا نور محمد لدھیانوی رحمہ اللہ (خلیفہ حضرت میاں عبدالرحیم رحمہ اللہ) جو اس وقت حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں رہتے تھے اور ہمارے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کا بھی فتویٰ ہے۔[1]

قادیانی مختار نے کہا کہ تحذیر الناس میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے بھی بعد خاتم النبیین نبی کا آنا تجویز کیا ہے۔

---

(۱) یہ فتویٰ بنام ''فتویٰ تکفیرِ قادیان'' مولانا ایوب الرحمٰن الانوری رحمہ اللہ بن حضرت مولانا محمد انوری رحمہ اللہ نے حضرت مولانا سید یوسف بنوری رحمہ اللہ اور حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ کے بے حد اصرار پر 1974ء میں شائع کیا تھا۔

فرمایا جج صاحب لکھیے:

حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الہامی مضمون میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق دلائل و براہین ساطعہ[1] بیان فرمائے ہیں اور اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی علمی توجیہات فرمائی ہیں۔ ان لوگوں پر حیرت ہے جو تحذیر الناس کو بغور اور بالاستیعاب دیکھتے نہیں، اس رسالہ میں جا بجا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین زمانی ہونا اور اس کا اجماعی عقیدہ ہونا اور اس پر ایمان ہونا ثابت فرمایا ہے، رسالہ کے صفحہ ۱۰ کی عبارت میں آپ کو لکھوانا چاہتا ہوں، حضرت مولانا فرماتے ہیں:

''سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالۃ التزامی ضرور ثابت ہے، ادھر تصریحات نبوی مثال کے طور پر:

''أَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِی أَوْ كَمَا قَالَ۔ ''(ترمذی، حدیث ۳۷۳۰)

ترجمہ: ''اے علی رضی اللہ عنہ! آپ مجھ سے ایسے نسبت رکھتے ہیں جیسے ہارون علیہ السلام کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔''

جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس بات میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے اور اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا ہے گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں، جیسا اس کا منکر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔

(۱) واضح ثبوت

اسی رسالہ کے دوسرے صفحات میں جا بجا حضور اکرم ﷺ کی خاتمیت زمانی کا اقرار ہے نیز مناظرہ عجیبہ جو صرف اسی موضوع پر ہے نیز آبِ حیات قاسم العلوم انتصار الاسلام وغیرہا کتب مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ دیکھنا چاہیئے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کیلیئے تین طرح کی خاتمیت ثابت فرماتے ہیں۔

ایک بالذات یعنی مرتبہ حضور اکرم ﷺ کا خاتمیت ذاتی کا ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ وصف نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام موصوف بالعرض اور آپ کے واسطے سے، جیسا کہ عالم اسباب میں موصوف بالنور بالذات آفتاب ہے اس کے ذریعے سے تمام کواکب قمر وغیرہ اور دیگر اشیاء ارضیہ متصف بالنور ہیں یہی حال وصف نبوت کا ہے، حضور نبی کریم ﷺ اس سے متصف بالذات اور اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو سب سے پہلے نبوت ملی حدیث میں ہے:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ مُنْجَدِلٌ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔ (۱)

ترجمہ: ”میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام ابھی پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے۔“

اور دوسرے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور اکرم ﷺ کے واسطہ سے متصف بالنبوۃ ہوئے، حدیث میں ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗ إِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ (مشکوۃ ص ۳۰)

ترجمہ: ”اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ (اس جہان میں) ہوتے تو ان کو

(۱) اسی موضوع پر ایک حدیث یہ بھی ہے: قَالَ علیہ السلام: كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔
(مسند الامام أحمد: ج ۵ ص ۵۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۲۰ ص ۳۵۳)

بھی میرے اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔"

پارہ ۳ کے آخری رکوع میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ط سورۃ آل عمران:۸۱)

ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آئے تمہارے پاس رسول اور تصدیق کرے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے تو تم اس نبی پر ایمان لاؤ گے اور اس کی نصرت کرو گے۔"

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کہ اس امت کے رسول ہیں نبی الانبیاء بھی ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت کو ایک طرف رکھا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک طرف، اور سب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد و پیمان لیا گیا، آیت میں ثُمَّ جَآءَكُمْ فرما کر تصریح فرما دی گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ظہور سب سے آخر میں ہوگا۔

آیت میثاق درو ے ثم ہست
این ہمہ از مقتضائے ختم است

ترجمہ: "آیت میثاق لفظ ثم ہے یہ سب ختم نبوت کے مقتضیات (۱) میں سے ہیں۔"

(۱) ضروریات، مطالبے۔

ثم عربی زبان میں تراخی (۱) کے لئے آتا ہے اس واسطے عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ فرمایا۔ حدیث میں ہے: أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارات دیتے آئے، چنانچہ توراۃ شریف، انجیل شریف، و دیگر صُحُف میں باوجود تحریف لفظی و معنوی ہو جانے کے بعد اب بھی متعدد آیات موجود ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت اور افضلیت کا پتہ دیتی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لا کر اتباع شریعت محمدیہ کرنا اسی فضیلت اور خاتمیت کا عملی مظاہرہ ہوگا۔ لیلۃ المعراج میں انبیاء کرام علیہم السلام کا صف بندی کر کے امام کا منتظر رہنا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امامت کرنا بھی اسی امر کی صراحت کرتا ہے:

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ۔ (سورۃ الزخرف: ۴۵)

”آپ پوچھ لیجئے ان رسولوں سے جو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجے ہیں۔“

بھی اسی کی طرف مشیر ہے کہ لیلۃ المعراج میں انبیاء کرام علیہم السلام کا اجتماع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوا، اور ابن حبیب حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ یہ آیت لیلۃ المعراج میں نازل ہوئی (اتقان)۔ اور اَنَا خَطِيْبُهُمْ إِذَا أَنْصَتُوا ...... اور احادیث شفاعت بھی اسی فضیلت محمدیہ کا اعلان کرتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا اختتام ہوا، اور پہلے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نہ کسی کا زندہ رہنا ضروری تھا تاکہ بطور نمائندہ سب کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی نصرت کریں، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتخاب ہوا اس لئے کہ آپ انبیاء بنی اسرائیل کے خاتم ہیں اور سلسلہ اسحاقی اور اسماعیلی کو جوڑ دینا منظور ہے۔ حضرت

---

(۱) تاخیر زمانہ۔

عیسیٰ علیہ السلام نے تین امور کا اعلان فرمایا:

(۱) یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ ۔ (سورۃ الصف:٦)

ترجمہ: ”اے بنی اسرائیل! میں فقط تمہاری طرف مبعوث ہو کر آیا ہوں۔“

دوسری جگہ آل عمران میں وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فرمایا گیا ہے، صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

(۲) مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۔ (سورۃ الصف:٦)

ترجمہ: ”اور تصدیق کرنے والے ہیں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی تورات۔“

(۳) وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔ (سورۃ الصف:٦)

ترجمہ: ”میں ایک عظیم الشان رسول برحق کی خوشخبری سنانے آیا ہوں جو میرے بعد مبعوث ہوں گے ان کا نام احمد ہے۔“

قرآن عزیز اعلان کرتا ہے کہ وہ نبی برحق جن کے متعلق عالم ارواح میں انبیاء علیہم السلام سے عہد و پیمان ہوا اور بشارات دی گئی تھیں آچکا۔

جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ (سورۃ الصافات:٣٧)

ترجمہ: ”وہ حق کے ساتھ آیا اور رسولوں کی تصدیق کی۔“

حدیث شریف ہے:

اِنِّیْٓ اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ۔

مجھے زیادہ قرب ہے عیسیٰ علیہ السلام سے بہ نسبت تمام لوگوں کے اور بلاشبہ وہ نزول فرمائیں گے۔ انبیاء بنی اسرائیل کے آخری نبی اولوالعزم کا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الاطلاق کے دین کی نصرت کے لئے تشریف لانا اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

عمل فرمانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء اور خاتم الانبیاء ہونے کا عملی مظاہرہ ہے فضیلت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا پر واشگاف کر دینا منظور ہے، آپ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تشریف لانا ایسا ہی ہے جیسے ایک نبی دوسرے نبی کے علاقے میں چلا جائے، چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے علاقہ میں تشریف لے گئے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو نبی ہوں گے لیکن بہ حیثیت حکماً عدلاً تشریف آوری ہوگی، بطور جج منٹ فرمانے کے تشریف آوری ہوگی۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ قرب قیامت میں عیسائی اقوام کی مسلمانوں سے مڈبھیڑ رہے گی، لہٰذا اہل کتاب کی اصلاح کے لئے تشریف لائیں گے ثالث وہی ہوتا ہے جو ہر دو فریق کے نزدیک مسلم ہو، ہماری کتابیں ''عقیدۃ الاسلام''، ''تحیۃ الاسلام''، ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' اس باب میں دیکھنا چاہئے۔

دوم خاتمیت زمانی یعنی آپ کا زمانہ نبوت اس عالم مشاہدہ میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے آخر میں ہے آپ کے بعد کسی کو نبوت تفویض نہ ہوگی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

بَدَأَبِیَ الْخَلْقُ وَکُنْتُ اٰخِرَھُمْ فِی الْبَعْثِ. وَأَخْرَجَ جَمَاعَۃٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَرْفُوْعًا: کُنْتُ أَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَھُمْ فِی الْبَعْثِ. کَذَا فِیْ رُوحِ المعانی.

(ج ۷ ص ۱۱، سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: ''مخلوق کی ابتداء مجھ سے ہوئی اور مبعوث ہونے میں سب سے آخر میں ہوں۔ میں تخلیق میں اوّل ہوں اور بعثت میں آخر میں ہوں۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بنائے جاچکے ہیں نزول

عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اسلام کا اجماعی اور متواتر عقیدہ ہے، مرزا غلام احمد نے اجماع کو حجت مانا ہے اور اس کے منکر پر لعنت کا اعلان کیا ہے۔ (انجام آتھم ص ۱۴۴)

مرزا صاحب نے کفار کے تواتر کو بھی حجت مانا ہے چہ جائیکہ تمام امت محمدیہ کے تواتر سے ثابت شدہ عقیدہ کو۔ (تریاق القلوب)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے تیسری خاتمیت مکانیہ ثابت فرمائی ہے یعنی وہ زمین جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے وہ تمام زمینوں میں بالاتر اور آخری ہے، اور اس کے اوپر کوئی زمین نہیں اس کو بدلائل ثابت فرمایا ہے۔

قادیانی مختار مقدمہ نے سوال کیا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل ہیں۔ احقر سے فرمایا کہ اُبّی کی شرح مسلم شریف نکالو، چنانچہ ص ۲۲۶ ج ۱ مطبوعہ مصر سے ذیل کی عبارت پڑھ کر سنائی:

وفی العتبیة: قَالَ مَالِك: بینا الناس قِيَامٌ يَسْتَمِعُوْنَ لِاِقَامَةِ الصَّلَاةِ فَتَغْشَاهُمْ غَمَامَةٌ، فَاِذَا عِيْسٰى قَدْ نَزَلَ... الخ۔

ترجمہ: عتبیہ میں ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا یہ حال ہوگا کہ لوگ کھڑے نماز کی اقامت سن رہے ہوں گے۔ اچانک ان کو ایک بادل ڈھانپ لے گا یکایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

امام مالک رحمہ اللہ کا بھی وہی عقیدہ ہے جو ساری امت محمدیہ کا اجماعی اور متواتر عقیدہ ہے۔ ہم نے تتبع (۱) کیا ہے کوئی تیس اکتیس صحابہ رضی اللہ عنہم احادیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے راوی ہیں، تابعین کا تو احصاء بھی مشکل ہے، امام ترمذی نے پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم گنوائے ہیں ہم نے مزید پندرہ کا اضافہ کیا، چنانچہ مسند احمد

---

(۱) تلاش

وکنزالعمال ودیگر کتب حدیث کا مطالعہ کرنے والوں سے مخفی نہیں، ہمارا رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" مطالعہ کیا جائے۔

قادیانی نے سوال کیا کہ علماء بریلوی علماء دیو بند پر کفر کا فتویٰ دے رہے ہیں اور علماء دیو بند بریلوی پر۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جج صاحب! احقر بطور وکیل تمام جماعت دیو بند کی جانب سے گذارش کرتا ہے کہ حضرات دیو بند ان کی تکفیر نہیں کرتے، اہل سنت والجماعت اور مرزائی مذہب والوں میں قانون کا اختلاف ہے، علما دیو بند اور علماء بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے قانون کا نہیں، چنانچہ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے تصریحات فرمائی ہیں کہ اگر مسلمان کلمہ کفر کسی شبہ کی بناء پر کہتا ہے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی، دیکھو ردالمحتار و البحرالرائق۔

مقدمہ بہاولپور سے واپسی کا حال

☆...... بہاولپور سے واپسی پر ریل گاڑی میں احقر نے عرض کیا کہ سلطان پور لودھی ضلع جالندھر میں حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر میرا مناظرہ مرزائیوں سے ہوا میں نے منجملہ دلائل کے ایک یہ آیت بھی پیش کی تھی:

فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ (سورۃ المائدہ:۱۷)

ترجمہ: "اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہما السلام کو اور ان کی والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہے تو کوئی شخص ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ان کو ذرہ بھی بچا سکے۔"

اس پر وہ مرزائی کہنے لگا کہ دیکھو دیکھو اس نے کیا کہہ دیا، اس میں

تو اُمَّہٗ کا لفظ بھی ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ آیت پاک بتلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مارنے کا ارادہ بھی نہیں کیا، کیوں کہ فرمایا:

إِنْ أَرَادَ أَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔

موت تو درکنار ابھی تک تو اللہ تعالیٰ نے ارادہ بھی نہیں فرمایا اور عرض کیا کہ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا بھی تو ہے، کیا قیامت آ گئی؟ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مر گئے؟ جب سارے مریں گے تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انتقال فرمائیں گے، رہا اُمَّہٗ کا لفظ سو اس میں کیا حرج ہے اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ابھی تک زندہ ہیں کوئی کفر ہے؟ اس پر بہت مسکرائے فرمایا کہ تو نے بہت اچھا کیا، دیکھو میں بیان کرتا ہوں، سنو اس کا مطلب یہ ہے کہ باری تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مارنے کا ارادہ کر لیں تو کون روک سکتا ہے، خواہ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا ہوں خواہ ان کی والدہ بھی ساتھ ہوں کوئی نہیں روک سکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ وَ اُمَّہٗ مفعول معہ واقع ہوا ہے اپنے ماقبل سے، مفعول معہ کا اپنے ماقبل کے ساتھ فعل میں شریک ہونا کوئی شرط نہیں جیسے:

اِسْتَوَى الْمَاءُ وَالْخَشَبَةُ۔

ترجمہ: ”پانی اوپر چڑھا اور لکڑی۔“

استوائی کا کام فقط پانی نے کیا لکڑی نے نہیں کیا، لکڑی تو ایک جگہ گاڑی ہوئی ہوتی ہے، پانی چڑھتا ہے جب پانی لکڑی کے سرے پر آجاتا ہے تو عرب والے بولتے ہیں:

اِسْتَوَى الْمَاءُ وَالْخَشَبَةُ والخشبة۔

مفعول معہ واقع ہوا ہے اب دوسری مثال جیسے:

سِرْتُ وَالنیلُ۔

ترجمہ: ”میں چلا اور نیل۔“

یہاں والنیل بھی مفعول معہ واقع ہوا ہے۔ کیوں کہ اگر واو جمع کے لئے ہوتی تو سِرْتُ وَجَرَی النِّیْلُ ہوتا کیونکہ پانی کا کام جریان (۱) ہے نہ کہ اس پانی کا کام سیر کرنا، اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ میں نے سیر کی مع النیل یعنی میں نے نیل کے کنارے کنارے سیر کی۔

تیسری مثال: کُوْنُوْا اَنْتُمُوْا وَ بَنِی أَبِیْكَ مَكَانَ الْكُلْیَتَیْنِ مِنَ الطِّحَالِ، یعنی تم اپنے چچازاد بھائیوں کے ساتھ یوں ہو جاؤ جیسے گردے تلی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم یک جان ہو کر رہو، یہاں وَبَنِي أَبِیْكُمْ مفعول معہ واقع ہوا ہے، یہ مطلب نہیں کہ تم ہو جاؤ اور تمہارے چچازاد بھائی ہو جائیں۔

چوتھی مثال: مَاتَ زَیْدٌ وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مطلب یہ ہے کہ زید مر گیا سورج کے نکلنے کے وقت، یہ مطلب نہیں کہ زید مر گیا اور طلوع شمس بھی مر گیا، غرض اس طرح بہت طویل تقریر فرمائی بہت سی آیات اور بہت سے اشعار پیش فرمائے۔

نوٹ: میں اپنے بچوں کو ایک دفعہ ”متممہ آجرومیہ“ پڑھا رہا تھا، مفعول معہ کے بیان میں اس میں یہ سب امثلہ (۲) موجود ہیں اور اُشمونی میں بھی ہیں اور حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا ایک رسالہ نحو کا ہے اس میں بھی ہے، ”متممہ آجرومیہ“ میں یہ کمال ہے کہ ہر ایک مسئلہ کی مثال میں قرآن اور حدیث کو پیش فرماتے جاتے ہیں، ”آجرومی“ کہتے ہیں حبشی زبان میں صوفی کو۔

---

(۱) بہنا

(۲) مثالیں (جمع مثال)

فتنہ کا معنی

(۱)......حضرت حجۃ الاسلام مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فتنہ کے معنی کیا کرتے تھے جس میں آدمی کو اپنا دین سنبھالنا مشکل ہو جائے۔

(۲)......اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴿۳۷﴾ (سورۃ قٓ :۳۷)

ترجمہ: ''اس میں بڑی یادداشت ہے اور نصیحت ہے جس کا دل ہو یا کان لگائے اور وہ حاضر الحواس ہو، شہید کے معنی حاضر الحواس یعنی مغفل [1] نہ ہو۔''

ایک دفعہ مولانا محمد ادریس سیکروڈوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرما رہے تھے دیکھنا مغفل نہ بننا۔

(۳)......اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (سورۃ الفاطر:۱۰)

اس کا ترجمہ یوں کرتے تھے۔ اس کی طرف پاک کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل کو باری تعالیٰ خود اٹھاتے ہیں، کیوں کہ پاک کلمات جو اس کا کلام ہے اس کی طرف چڑھتے ہیں اور عمل نیک تو ہمارا فعل ہے اس کو جب قبول فرماتے ہیں تو اپنی طرف اٹھا لیتے ہیں۔

(۴)......إِذَا غَلَا وَاشْتَدَّ۔

جو فقہاء شراب کے معنوں میں لکھتے ہیں اس کا ترجمہ یوں کیا کرتے تھے: جب کہ جوش مارا اور تیز ہوا۔

(۵)......ایک دفعہ ترمذی شریف کے سبق میں فرمایا بدیہی اس کو کہتے

---

(۱) غافل

ہیں جو حواس خمسہ ظاہرہ سے محسوس ہو سکے، جو چیزیں کہ ہم دیکھتے ہیں یا جو باتیں کہ ہم سنتے ہیں یا جو چیزیں کہ ہم چکھتے ہیں یا جو چیزیں کہ ہم سونگھتے ہیں یا جن چیزوں کو ہم لمس کرتے ہیں وہ بدیہی ہیں۔

ایک مولوی صاحب ہمارے ساتھی تھے ان کا نام محمد اسحاق تھا، وہ آج کل شاید ایبٹ آباد کی جامع مسجد کے خطیب ہیں انہوں نے اس سوال کے جواب میں کہ بدیہی کس کو کہتے ہیں سلم العلوم کی عبارت زبانی پڑھ کر سنائی، فرمایا کہ میں تو بدیہی کا مصداق پوچھتا ہوں، اور تم سلم کی عبارت سناتے ہو۔

(۶)......حلول معنی ہیں کھپ جانا، خواہ حلول سَریانی[۱] ہو خواہ طریانی[۲]۔

(۷)......فرمایا کہ فلاسفہ یونان نے جسم کے معنی کئے ہیں، قابل للابعاد ثلاثہ، اور جسم کہتے ہیں جو ہیولیٰ اور صورت جسمیہ سے مرکب ہو، قابل للابعاد ثلاثہ ہونا یہ تعریف صورت جسمیہ پر تو صادق آتی ہے اور ہیولیٰ پر صادق نہیں آتی۔ اور صدرالدین شیرازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو تعریف کہ سب اجزاء پر صادق نہ آئے وہ تعریف جائز نہیں، لہٰذا ان کے اعتبار سے جسم کی تعریف صحیح نہ ہوئی۔ میں نے ایک تحریر لکھی ہے جس میں ارسطو کا فلسفہ میں غلطیاں کھانا لکھا ہے، اور تحریر لمبی ہے میں نے دکھایا ہے کہ ارسطو تعریف جسم کی کر نہیں سکا، اور فلاسفہ نے جگہ جگہ ٹھوکریں کھائی ہیں، میری تحریر امام غزالی رحمہ اللہ سے زیادہ محقق ہے۔

(۸)......جب علامہ ابن رشد اندلسی کی کتاب طبع ہو کر آئیں اور میں نے مطالعہ کیا اور ان کا امام غزالی رحمہ اللہ پر رد دیکھا تو میں ابن رشد سے بدظن ہو گیا، لیکن جب ابن رشد مالکی کی بدایۃ المجتہد اور نہایۃ المقتصد مطالعہ کی تو مجھے

---

(۱) سرایت کرنے والا، جاری وساری۔

(۲) وارد ہونے والی، طاری ہونے والی۔

استغفار کرنا پڑا۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

(۹)......فرمایا کہ مجھے ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اثبات باری تعالیٰ پر نیوٹن نے بڑی عمدہ کتاب لکھی ہیں، فرمایا کہ نیوٹن کی میں نے پندرہ تصانیف دیکھی ہیں میں نے جو رسالہ لکھا ہے اور اس میں جو دلائل قائم کئے ہیں ''ضرب الخاتم علی حدوث العالم'' اور ''مرقاۃ الطارم'' اس کو نیوٹن نہیں پہنچ سکا، پھر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ''ضرب الخاتم'' مجھ سے لے لی اور اس نے بہت سے خطوط لکھ کر ''ضرب الخاتم'' کو مجھ سے سمجھا۔ میرے نزدیک جو کچھ ''ضرب الخاتم'' کو علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سمجھے ہیں اس کو کوئی مولوی بھی نہیں سمجھ سکا۔

(۱۰)......ایک دفعہ میرے دریافت کرنے پر بہاول پور میں فرمایا کہ ڈاکٹر اقبال کو میں نے علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فارسی رسالہ قلمی دیا تھا، ''غایۃ البیان فی تحقیق الزمان والمکان'' کہ زمان کیا ہے اور مکان کیا ہے، اس میں عراقی نے بڑی عمدہ تحقیق کی ہے، نیوٹن نے جو کچھ لیا ہے وہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ سے لیا ہے اس کی اپنی تحقیق نہیں، یہ سن کر ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ حیران ہوگئے۔ پھر اس نے یورپ کے اخباروں میں بیانات دیئے، 1928ء میں جب ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ صدارت سنایا تھا، یہ قصہ بھی سنایا تھا۔

(۱۱)......دسمبر 1928ء میں پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے السنہ شرقیہ کا ایک جلسہ ہوا تھا جس کی صدارت ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی، اور احقر بھی اس جلسہ میں شریک تھا، ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ اس میں بھی سنایا تھا اس جلسہ میں کلکتہ تک کے پروفیسر جمع ہوئے تھے اور حیدر آباد سے مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس جلسہ کی صدارت کے لئے تشریف لائے تھے اس میں تمام پروفیسر

حضرات شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تحقیقات ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ کی زبان سے سن کر حیران رہ گئے۔

(۱۲)......مولانا غلام محمد رحمہ اللہ برادر خورد مولانا خیر محمد رحمہ اللہ مہتمم مدرسہ عربیہ خیر المدارس ملتان فرماتے تھے کہ جب میں مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں پڑھتا تھا تو، ہمارا سالانہ امتحان لینے کیلئے حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ تشریف لائے اور میرا مشکوٰۃ شریف میں امتحان لیا، اور یہ حدیث سنی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل فرماتے تھے، اور میں پانی لینے میں پیش قدمی (۱) کرتی تھی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فوراً فرمایا کہ پیش دستی (۲) کرتی تھی۔ میں حیران رہ گیا کہ ہمیں تو استاذوں نے پیش قدمی پڑھایا اور اصل ترجمہ پیش دستی ہے۔

(۱۳)......ہمارے استاذ حضرت مولانا فضل احمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب میں سہارن پور مظاہر العلوم میں پڑھتا تھا تو ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب تشریف لائے جب حضرت چلنے لگے تو میں نے حضرت کا سامان اٹھالیا، اور اسٹیشن پر پہنچا دیا۔ اس وقت گاڑی نگینہ تک جاتی تھی، حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرا نام محمد انور شاہ ہے میں اس وقت مولانا مشیت اللہ بجنوری کے ہاں جارہا ہوں اگر کوئی کام ہوتو مجھے اطلاع کرنا۔ مولانا مشیت اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت بجنور ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے ہم اکثر حضرت کو شکار کے لئے گھوڑے پر سوار کر کے لے جاتے تھے جو گھوڑا کہ منہ زور ہوتا تھا اس پر حضرت کو بٹھاتے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بڑے ہی شہسوار تھے اور نشانہ خوب لگاتے

---

(۱) قدم بڑھانا۔

(۲) ہاتھ بڑھانا۔

تھے، ایک دفعہ ہم نے مکان کا فوٹو کھنچوایا تو حضرت شاہ صاحب ؒ نے فوٹو گرافر سے فرمایا کہ تم لوگ یہ مصالحے استعمال کرتے ہو وہ فوٹو گرافر حیران رہ گیا۔

(۱۴)......ایک دفعہ فرمایا کہ میرے پاس سامان نہیں ورنہ میں ہوائی جہاز کی آواز کو بند کر دیتا۔

غرض کہ آپ کی نظر سے کوئی بھی چیز اوجھل نہیں رہی تھی۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری ؒ فرماتے تھے شاہ صاحب تو آیۃ من آیات اللہ[1] تھے۔

☆☆☆☆

حضرت شاہ صاحب ؒ کی بہاولپور تشریف آوری اور علماء کا اجتماع

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جس روز بہاول پور پہنچے اس کے دوسرے روز حضرت فخر المحدثین مولانا انور شاہ ؒ کی خدمت میں علماء جمع ہوئے جن میں خاص طور پر قابل ذکر حضرت مولانا مرتضیٰ حسن ؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی ؒ اور حضرت مولانا عبداللطیف سہارنپوری ؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ سہارنپوری ؒ اور احقر بھی شامل تھا، اگلے دن چونکہ مولانا محمد شفیع ؒ کی شہادت تھی اس لئے مشورہ ہوا کہ شہادت میں بیان کس طرح دیا جائے، مولانا اسعد اللہ سہارنپوری ؒ اور احقر محمد لائل پوری عفا اللہ عنہ کو حضرت شاہ صاحب ؒ نے تجویز فرمایا کہ بطور مختار مقدمہ کام کریں، مدعیہ کی طرف سے ہم دونوں مختار مقرر ہوئے، اور ہم نے اس کام کو بزرگوں کے زیر سایہ بحمد اللہ نبھایا۔ میں نے اس مجلس میں عرض کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ''انجام آتھم'' میں لکھا ہے کہ جس شخص نے کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کیا تو اس پر اللہ کی لعنت اور اس کے رسول کی لعنت اور اس کے

(۱) اللہ کی نشانیوں میں سے نشانی

فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت ہے، پھر مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت جو ایک اجماعی عقیدہ ہے اس کا انکار کیا اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اجماعی ہے اس نے خود ہی عیسیٰ بننے کا دعویٰ کر دیا، حالانکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ عقیدہ اجماعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم وتکریم کرنا اور ان پر اعتماد کرنا بھی اجماعی عقیدہ ہے، چنانچہ علماء نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کرنا تو کفر ہے، العیاذ باللہ چنانچہ "الصَّارِمُ الْمَسْلُوْل" میں حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن اور حدیث اور بے شمار علماء کی کتابوں سے اس مسئلہ کو خوب لکھا ہے، میں نے جب یہ بات کی تو حضرت شاہ صاحب اس کو غور سے سنتے رہے پھر اگلے دن صبح کو میرے پاس مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے کہ وہ عبارت کہاں ہے میں نے نکال کر پہلے پہلے تو اپنی بیاض میں سے دکھایا، پھر اصل کتاب میں سے وہ عبارت نکالی، جب کچہری کو چلے گئے تو میرے پاس کچہری میں مولانا مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے کہ وہ عبارت جو تو نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پڑھی تھی وہ مجھے دکھا، پھر میں نے اپنی بیاض میں سے ان کو وہ عبارت لکھوا دی، اور اصل کتاب سے بھی دکھا دی۔ پھر تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر مشورے میں احقر کو بلاتے تھے اور بڑا اہتمام فرماتے تھے، مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مولانا مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان دیا، احقر اس خدمت پر مامور تھا کہ کتابوں سے عبارات اور حوالہ جات نکال کر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھتا تھا یہ میں نے حضرت کی بڑی کرامت دیکھی جس کتاب کے متعلق فرماتے تھے کہ فلاں کتاب سے یہ عبارت نکالو تو میں فوراً نکال کر دکھا دیتا تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت کو پڑھ کر جج صاحب سے لکھوا دیتے تھے۔ درمیان میں قادیانی مختار مقدمہ نے کہا کہ آپ حوالہ دیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا کہ میں جب حوالہ دینے پر آؤں گا تو کتابوں کے ڈھیر لگا دوں گا، پھر فرمایا کہ جج صاحب انہوں نے کبھی مولوی دیکھے نہیں۔

☆......آپ کے درس میں بعض دفعہ ظرافت کی باتیں بھی ہو جاتی تھیں، چنانچہ ایک مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک رفیق ۱۳۳۶ ہجری میں جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے سوال کرتے تھے تو پہلے کہتے تھے کہ بندہ نواز میرا ایک سوال ہے تو آپ فرماتے تھے کہ فرمایئے غریب پرور۔

☆......ایک دفعہ دیو بند کی جامع مسجد میں قادیانیوں کے خلاف تقریر فرماتے ہوئے فرمایا کہ 1908ء میں کشمیر میں ہم نے ایک خواب دیکھا کہ ہمارا اور مرزا غلام احمد قادیانی کا مناظرہ ہوا ہے اور ہم اس میں غالب رہے، یہ خواب کسی نے اخبارات میں شائع کر دیا، مرزا غلام احمد مناظرے کے لئے تیار ہو گیا ہم بھی کشمیر سے چل پڑے۔ لاہور آ کر سنا کہ مرزا صاحب تو قادیاں سے لاہور آ کر کل بیٹھے سے چل دیئے، خیر ہم تو غالب ہی رہے۔

حافظ عراقی کے اشعار

مولانا عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نخستیں مے کہ اندر جام کردند

ز چشم مست ساقی وام کردند

ترجمہ: ”جب شراب کو جام کے اندر ڈالا ہے تو مست آنکھوں سے ساقی کو قید کر دیتا ہے۔“

حضرت شاہ صاحب آئے تو اس شعر پر یہ اضافہ کیا:

ز دریائے عما موج ارادہ

حباب انگیخت حادث نام کردند

''عما کی دریا سے موج کے ارادے نے بلبلے کو حادثہ نام
سے موسوم کیا۔''

☆......عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: إِنَّ بِلَالًا رَاٰى فِي مَنَامِهٖ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ لَهٗ: مَا هٰذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ؟ أَمَا آنَ لَكَ أَنْ تَزُوْرَنِيْ يَا بِلَالُ؟ فَانْتَبَهَ حَزِيْنًا وَجِلًا خَائِفًا. فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ وَقَصَدَ الْمَدِيْنَةَ. فَأَتٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَبْكِيْ عِنْدَهٗ وَيُمَرِّغُ وَجْهَهٗ عَلَيْهِ. فَأَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَجَعَلَ يَضُمُّهُمَا وَيُقَبِّلُهُمَا. فَقَالَا لَهٗ: نَشْتَهِيْ نَسْمَعُ أَذَانَكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُؤَذِّنُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ. فَفَعَلَ. فَعَلَا سَطْحَ الْمَسْجِدِ فَوَقَفَ مَوْقِفَهُ الَّذِيْ كَانَ يَقِفُ فِيْهِ. فَلَمَّا أَنْ قَالَ: اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ ارْتَجَّتْ بِهِ الْمَدِيْنَةُ. فَلَمَّا أَنْ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. ازْدَادَ رَجَّتُهَا. فَلَمَّا أَنْ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ خَرَجَتِ الْعَوَاتِقُ مِنْ خُدُوْرِهِنَّ. وَقَالُوْا: أُبْعِثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَمَا رَاٰى يَوْمًا أَكْثَرَ بَاكِيًا وَلَا بَاكِيَةً بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

رواہ ابن عساکر وقال التقی السبکی: إسنادہ جید۔

(آثار السنن باب فی زیارۃ قبر النبی، حدیث ۱۱۱۳)

ترجمہ: ''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال! یہ کیا ظلم ہے ہمارے پاس کبھی نہیں آتے تو آنکھ کھلنے پر مدینہ حاضر ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آئے قبر کے پاس رو رہے تھے

اور قبر سے چمٹ رہے تھے اور اپنا چہرہ قبر پر مل رہے تھے۔
حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ان دونوں کو سینے سے لگایا اور ان کا بوسہ لیا ان دونوں نے اذان کی فرمائش کی ان لاڈلوں کی فرمائش میں انکار کی گنجائش نہیں تھی اذان کہنا شروع کی مدینہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذان کانوں میں پڑ کر کہرام مچ گیا پردہ نشین عورتیں بھی گھروں سے نکل پڑیں اور کہنے لگیں کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں دوبارہ تشریف لائے گئے ہیں اس دن کی طرح مدینہ منورہ میں رونے والے اور رونے والیاں کبھی نہیں دیکھی گئیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے دن کے بعد۔"

فرمایا کرتے تھے کہ یہ حدیث آثار السنن جلد ۲ کے اخیر میں بھی ہے اور ابن عساکر کا حوالہ دیا ہے اور تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی سند جید ہے، اور اس کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلاۃ میں بھی لیا ہے اور لسان المیز ان میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابرہیم بن محور بن سلیمان بن بلال بن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کے ترجمے میں بھی لکھا ہے۔

ماحصل اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام کے علاقے میں ایک رات سو رہے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خواب میں تشریف لائے کہ اے بلال! تم نے کیا جفا کاری کی کہ تم میری زیارت نہیں کرتے، پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ جاگے گھبرا کر اپنی اونٹنی پر مدینہ شریف کا رخ کیا، جب مدینہ تشریف لائے روضہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوئے تو سلام عرض کیا تو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ملے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دونوں سے معانقہ فرمایا، اور دونوں کو بدن سے چمٹا

لیا اور پیار کیا، ان دونوں نے فرمایا کہ ہم آپ کی اذان سننا چاہتے ہیں، تو نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی جب اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا تو تمام مدینہ کانپنے لگا، جب اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو اور زیادہ کانپنے لگا اور جب آپ نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو تمام مدینہ میں چیخ و پکار پڑ گئی، کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ تشریف لے آئے۔

☆☆☆☆

مکتوب حبشہ (افریقہ)

ازعدیس آبابا حبشہ (ایتھوپیا)

بنام مولانا محمد انوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ: ''اے رب! درود و سلام نازل فرما ہمیشہ کے لئے اپنے محبوب پر جو تمام مخلوق میں بہتر ہے۔''

بزرگوارم جناب حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پروردگار ذوالجلال سے قوی امید ہے کہ جناب کی طبیعت باعافیت ہوگی، اللہ تعالیٰ آپ بزرگوں کی شفقت کا سایہ تادیر ہم پر سلامت رکھے۔ آمین، تمام وقت آپ کی صحت عاجلہ مستمرہ کیلئے دعائیں کرتے ہیں، ہم آپ کی دعاء سے روانہ ہو کر کچھ دن رائے ونڈ اور کچھ دن میوات میں گذار کر بخیریت کراچی پہنچے، قانون اور ضابطے کی تمام مشکلات درپیش تھیں جس کو سورۃ یٰسٓ کا روزانہ ختم اور صلاۃ الحاجۃ سے حل کرایا گیا جس کی تفصیل ان شاء اللہ خود حاضر خدمت ہو کر عرض کریں گے۔

بہر حال پاسپورٹ کرنسی سعودی عرب کا ویزہ پچاس سال عمر کا مسئلہ اور سفینہ حجاج میں سیٹوں کا ملنا، پھر ایک آدمی کا مسئلہ نہیں بلکہ عشرہ انفار کا مسئلہ اللہ پاک کے نام کی برکت سے نہ ہونے والے کام بھی ہو گئے، سفینہ حجاج پر سوار ہو کر حاجیوں میں خوب محنت کرتے ہوئے اذانوں اور جماعتوں، تعلیموں، گشتوں کا عمل اور ذکر اذکار کی پابندی، تہجد کا اہتمام اللہ کی توفیق سے کرتے ہوئے بخیریت جدہ شریف پہنچے، جدہ میں مولانا سعید خان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فریدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بھائی سردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ ودیگر حضرات موجود تھے، مشورہ سے طے پایا کہ چونکہ حاجی حضرات کا حکومت نے پہلے مدینہ منورہ جانا طے کیا ہے۔ اس لئے ان حاجیوں ہی میں کام کرتے ہوئے پہلے مدینہ پاک میں روضہ مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل کی جائے، بذریعہ بس مدینۃ الرسول کو روانگی ہوئی۔ نماز عصر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ادا کی گئی اس کے بعد شوق اور جذبے کے ساتھ انتہائی شرمندگی اور ندامت کی سی کیفیت میں ڈوبے ہوئے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلاۃ وسلام پیش کیا گیا۔ امسال حاضری چونکہ بہت زیادہ تھی اس لئے مسجد نبوی کے باہر تمام راستے محلے اور گلیوں تک نمازیوں سے بھر جاتے تھے، مدینہ پاک میں حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں اور علماء کرام کی خدمت میں بھی دعاؤں کے لئے حاضری ہوئی، حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے تھے، ان کی خدمت میں بھی دعا کیلئے حاضر ہوئے، ان ایام میں افریقہ، انگلینڈ، ترکی، مراکش، امریکہ، افغانستان، ہندوستان، ایران، سوڈان، شام، مصر، حبشہ، فرانس، زیکوسلاویکیہ، انڈونیشیا، ملائشیا، فلپائن، الجزائر، سمالی لینڈ ودیگر کئی ملکوں سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے زائرین آئے ہوئے تھے۔ مسجد نبوی میں صبح ناشتہ کے بعد روزانہ ایک یا دو ملکوں کے اجتماع ہوتے، اور

ان کو حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت والی محنت کی طرف متوجہ کیا جاتا۔

الحمدللہ! اجتماعات بہت کامیاب ہوئے، بہت سارے ملکوں کے لوگوں نے اس مبارک کام سے بہت ہی کافی تعارف بتایا، مختلف ملکوں کے یعنی حبشہ سوڈان الجزائر اور نائجیریا کے علماء اور عوام میں سے بڑے لوگوں کو زیادہ قریب پایا، بہت متاثر ہوئے اپنے اپنے ملک میں کام کرنے اور جماعتوں کی نصرت کے ارادے کئے۔ ایک جماعت انگلینڈ سے بائیس افراد کی اسٹیشن ویگن کاروں کے ذریعہ سڑک پہنچی، اور دیگر تبلیغی کام کرنے والے بذریعہ ہوائی جہاز آئے، اس بائیس آدمیوں کی جماعت نے واپسی پر درمیان میں پڑنے والے ملکوں میں کام کرتے ہوئے جانے کا ارادہ فرمایا، الحمدللہ! عجیب فضا بنی ہوئی تھی، حضرت مولانا عبیداللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انڈیا سے بھی تشریف لائے ہوئے تھے، جناب گرامی قدر کا ہدیہ صلاۃ وسلام بارگاہ نبوت میں بصد ادب پیش کر دیا گیا، اگر جناب ارشاد فرمائیں تو واپسی پر دوبارہ حاضری نصیب ہونے پر جناب کی طرف سے ہدیہ سلام پیش خدمت رسالت مآب ﷺ کیا جائے، ہماری جماعت چھ افراد کی حضرت مولانا جلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں چل رہی ہے جو کہ پہلے ایک سال حبشہ جا چکے ہیں۔ بھائی سردار احمد صاحب لائل پوری سے ملاقات ہوئی بخیرت ہیں اور آپ کو بہت یاد کرتے ہیں، قریباً دس یوم کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو واپسی ہوئی حج کے ایام قریب تھے، بیت اللہ پر حاضری ہوئی۔

انوار وبرکات کی بارش ہو رہی تھی، حج کا سفر بہت اچھا گزرا، دعا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

بذریعہ بحری جہاز مورخہ 16۔ اپریل 1966ء کو ہماری جماعت جدہ سے حبشہ روانہ ہوئی دو دن ایک رات کے بعد ہم حبشہ کی بندرگاہ "مُسوا" پر اترے،

وہاں سے بذریعہ ریل کار بہت اونچے اونچے پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے حبشہ کے بہت بڑے خوبصورت شہر سمرا پہنچے۔ وہاں پر جامع عبدالقادر میں کچھ یوم قیام کیا، وہاں سے پھر غریب محلوں کی مسجدوں میں غرباء میں کام شروع کیا، بڑی محبت سے دین اور موت کے بعد آنے والی زندگی کی بات خوب جم کر سنتے ہیں، صبح کی نماز کے بعد اشراق تک اور مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک اجتماعی ذکر بالجہر کرتے ہیں، تقریباً ہر مسجد میں یہی معمول ہے، غربت اور سادگی بہت زیادہ ہے۔ کچھ دن یہاں گذار کر اب ہماری جماعت بذریعہ بس سفر کرتی ہوئی قریہ قریہ آخرت کی آواز اور حضور اکرم ﷺ کی دینی زندگی کی طرف متوجہ کرتی ہوئی ادیس ابابا پہنچی، یہ بھی بہت بڑا مرکزی شہر ہے، راستہ میں حضرت نجاشی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک بھی ایک بستی میں آئی، مزار بنا ہوا ہے تقریباً پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبور بھی یہاں بیان کی جاتی ہیں بہت سکون تھا، فاتحہ پڑھی گئی اور دعائیں مانگی گئیں۔

شاہ حبشہ حضرت نجاشی رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں مسلمان ہو گئے تھے، سب سے پہلی ہجرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اسی ملک میں ہوئی اور امّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضور اکرم ﷺ سے یہاں پڑھا گیا اور خوب ہدیئے اور خوشبو وغیرہ دے کر اور حق مہر خود ادا کر کے مائی صاحبہ کی رخصتی بھی یہیں سے ہوئی، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بھی اسی ملک سے نسبت ہے، آپ کی دعاؤں کی برکت سے ساتھی ذکر خوب پابندی سے کرتے ہیں اور تلاوت قرآن پاک بھی خوب ہوتی ہے راتوں کو اٹھنے کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، ساتھیوں کا آپس میں خوب جوڑ ہے، موسم سرد خشک ہے، رات کو لحاف کے اندر سوتے ہیں، پانی کی قلت ہے علاقہ خوب سرسبز ہے سوائے پہاڑوں کے میدانی علاقہ بہت ہی کم ہے، لکڑی بہت زیادہ ہے مٹی بہت کم ہے، کئی جگہ تو مٹی کم ہونے کی وجہ سے جانوروں کے گوبر

سے مکان باہر سے لیپے ہوئے ہیں، سبزیوں میں ٹماٹر، آلو، سبز مرچ ہے، بس انڈے ایک ڈالر کے بیس پچیس ملتے ہیں، ایک ڈالر پونے دو ریال سعودی کا ہے، مویشی کثرت سے ہیں دنبہ یا بکرا چھ سات سیر وزن کا پانچ/ چھ روپے میں مل جاتا ہے، بڑے شہروں میں کاروبار تو یمن کے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے یا ہندوستان کے ہندوؤں کے ہاتھ میں۔

الحمدللہ! یہاں کے علماء اور مشائخ کی خدمت میں بھی حاضری ہو رہی ہے مل کر بہت خوش ہوتے اور بہت شفقت فرماتے ہیں، ان تمام شہروں میں "سمرا" بہت خوبصورت شہر ہے، سنا ہے کہ یہاں ملکہ بلقیس کا پایہ تخت تھا، جس کی ہدہد نے خبر دی تھی، امید ہے کہ ان شاء اللہ ایک مہینہ کے قریب واپسی تک ہمارا وقت اور لگے گا اس کے بعد واپسی مکہ معظمہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگی، کچھ روز حرمین شریفین میں لگا کر براستہ ریاض کویت سے جہاز پر سوار ہو کر ان شاء اللہ کراچی پہنچیں گے، آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ آپ اپنی خصوصی دعاؤں میں ہم نااہلوں کو یاد رکھیں، اللہ پاک ہمارے اللہ کے راستے میں نکلنے کو قبول فرما کر ہماری اصلاح اور تمام عالم کے لئے ہدایت اور رشد کے فیصلے فرمادیں۔ آمین

مکرر عرض ہے کہ مراسلہ نگار(۱) کو شاید یہ یاد نہیں رہا یہ بات غلام یاسین رحمہ اللہ نے جو پہلے حبشہ ہو آئے ہیں کئی بار ذکر کی کہ غالباً سمرا شہر میں مولانا صالح رحمہ اللہ کا مزار ہے ایک وہاں کے مولوی صاحب نے مزار کی زیارت کرائی ہے، ذکر کیا کہ مولانا محمد صالح رحمہ اللہ دس سال دارالعلوم دیوبند پڑھتے رہے ہیں۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حدیث پڑھی اور کئی سال حضرت کی خدمت میں رہ کر دین میں سمجھ حاصل کی، غلام یاسین رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے تھے کہ مولانا محمد

(۱) خط لکھنے والا

صالح رحمہ اللہ کے وارثوں کے پاس وہ سندات بھی ہیں، جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کو اپنے ہاتھ مبارک سے لکھ کر دی تھیں۔اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی سند جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دی تھی وہ بھی ان کے پاس تھی۔ (یعنی مولانا محمد صالح رحمہ اللہ کے پاس) اور حضرت مولانا محمد صالح رحمہ اللہ نے جو پہلے شافعی المذہب تھے حنفی المذہب ہوگئے پھر وہاں واپس آکر اپنے ملک میں اس مذہب کی تبلیغ کی، کوئی تیس میل کا علاقہ بقول محمد یاسین رحمہ اللہ ایسا ہے جہاں حنفی المذہب لوگ آباد ہیں، وہاں اس مذہب کے مدرسے بھی ہیں، مولانا محمد صالح رحمہ اللہ نے یہ بھی کیا کہ علماء دیوبند کا لباس اور کھانا بھی وہاں رائج کیا۔

وہ لوگ دیوبند کے ساتھ بے حد عقیدت رکھتے ہیں کتابیں حنفی المذہب کی پڑھائی جاتی ہیں اب بھی وہاں ایسے مدارس موجود ہیں مولانا محمد صالح رحمہ اللہ کا تو وصال ہوگیا لیکن ان کے شاگردوں اور وارثین کی کوشش سے مدارس اب بھی جاری ہیں مولانا محمد صالح رحمہ اللہ کے وصال کو بیس پچیس سال ہو چکے۔

☆☆☆☆

حضرت شاہ صاحب کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ حدیث شریف میں مثال ...... مَا أَنَا قُلْتُ ......کی، جو مختصر المعانی اور مطول میں آئی ہے...... مَا أَنَا حَمَلْتُكُمْ ...... ہے۔(بخاری ج ۲ ص ۹۹۴)

☆☆☆☆

اچھی اور بُری تقدیر

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّيْنَ اِسْتَحْمَلَهُ. (بخاری ج ۲ ص ۹۹۴)

مِنْ تَعَوَّذَ بِاللهِ مِنْ دَرَكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ، وَقَوْلُهُ:
قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۷۹)

ترجمہ: ''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک جماعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور سواری طلب کی......الخ جس نے پناہ پکڑی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شقاوت کے پکڑنے سے اور برے فیصلے سے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تو کہہ دیجئے میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے بنائی یعنی ہر ایسی مخلوق جس میں جو بدی اور برائی ہو اس کی برائی سے میں پناہ مانگتا ہوں۔''

معلوم ہوا اچھی بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا اس کا کیا مطلب ہوا۔

قادیانی کے اعتراض پر فوری جواب

☆......قادیانی نے بہاول پور کے مقدمے میں اعتراض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صیاد کو کیوں نہ قتل کرا دیا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً جواب دیا کہ جج صاحب لکھئے کہ ابن صیاد نابالغ تھا، نابالغ کو شریعت میں قتل نہیں کیا جاتا، یا یہ دن تھے یہود کے ساتھ معاہدے کے، چنانچہ آپ نے بخاری شریف کی عبارت پڑھ کر سنائی، مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ ۱۲ میں ص ۹۷۹ ج ۲ پر لکھتے ہیں:

لِأَنَّهُ كَانَ غَيْرَ بَالِغٍ۔

ترجمہ: ''اس لئے کہ وہ نابالغ تھا۔''

☆☆☆☆

"بَيْرَحَاءَ" فِيهِ وُجُوهٌ بِفَتْحِ الْمُوَحَّدَةِ وَالرَّاءِ وَ سُكُوْنِ التَّحْتَانِيَّةِ بَيْنَهُمَا وَبِالْمُهْمَلَةِ مَقْصُوْرًا۔

(کرمانی) بخاری ج ۲ ص ۹۹۲)

ترجمہ: ''بیرحا، کے پڑھنے میں کئی طریق ہیں اعراب کے با کے فتحہ کے ساتھ فتح سے بھی ہے اور را، کے فتحہ کے ساتھ اور یا، کے سکون کے ساتھ۔''

☆☆☆☆

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

مولانا محفوظ علی رحمۃ اللہ علیہ سناتے تھے حضرت شاہ صاحب کے وصال پر مئی 1933ء میں جب میں دیوبند حاضر ہوا تو مولانا محفوظ علی رحمۃ اللہ علیہ[1] سناتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے بلایا کہ اپنی بہن سے تو کہہ دے کہ اپنی بچی کے پاؤں سے پازیبیں نکال دے، میں اس کو برداشت نہیں کر سکتا، (حضرت شاہ صاحب کی بچی چھ سال کی تھی)، میں نے عرض کیا کہ یہ چھ سال کی تو بچی ہے اور پازیبوں میں باجا کچھ نہیں ہے۔ابوداؤد جلد ثانی ص ۲۲۹ مطبوعہ مجتبائی دہلی میں ہے:

قَالَ عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ: اِبْنُ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَوْلَاةً لَهُمْ ذَهَبَتْ بِابْنِ الزُّبَيْرِ اِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رِجْلِهَا أَجْرَاسٌ، فَقَطَعَهَا عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانًا۔

ترجمہ: ''علی بن سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو

---

(۱) اصل کتاب میں اس واقعے میں نام اسی طرح مذکور ہیں، مگر بظاہر اس میں ناموں کو ذکر کرنے میں کوئی خطا معلوم ہوتی ہے۔ مصحح

خبر دی کہ ان کی ایک باندی تھی وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئی اس کے پاؤں میں جرس تھے عمر رضی اللہ عنہ
نے اس کو کاٹ لیا۔ اور فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے ہر جرس یعنی گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔"

حضرت شاہ صاحب کا اتقاء دیکھئے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تو وہ پازیبیں نکالی تھیں جس میں باجا تھا، مگر حضرت شاہ صاحب بغیر باجے کی پازیبوں سے بھی بچتے رہے۔

روزوں کی قرقی کی تحقیق

ایک دفعہ فرمایا کہ جو مشہور ہے کہ روزے نہیں کاٹے جائیں گے یعنی روزوں کی قرقی [1] نہ ہوگی یہ بات غلط ہے۔ مسلم شریف میں ایک حدیث آئی ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے بھی قرق ہوں گے، وہ حدیث یہ ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا: اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ. فَقَالَ: إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِيْ مَنْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَ أَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا، فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔

(مسلم جلد ثانی ص ۳۲۰ مطبوعہ دہلی)

---

(۱) مال یا رقم ضبط کر لینا کسی چیز کے عوض

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا جس کے پاس مال پیسے اور سامان نہ ہو وہ مفلس ہے۔ فرمایا، میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا تو کسی ایک کو ان کی نیکیاں دی جائیں گی اور اسی طرح دوسرے کو بھی دی جائیں گی پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں حقوق کے ختم ہونے سے پہلے تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اسکو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ نمازوں کی طرح روزے بھی کاٹے جائیں گے جس نے یہ مطلب لیا ہے کہ روزے نہیں کاٹے جائیں گے وہ غلط سمجھا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی بڑی عمدہ تقریر (صیام کے متعلق) تھی جو کسی زمانے میں مہاجر (رسالہ یا اخبار) میں چھپی تھی، فیض الباری میں بھی اس کی تعریف کی گئی ہے ہمارے پاس یہ تقریر محفوظ تھی، مگر افسوس کہ 1947ء کے خونی ہنگامے میں وہ رائے کوٹ ہی رہ گئی۔

فرمایا کہ ایک مرزائی قادیانی مجھے کہنے لگا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارا بھی اس قرآن پر ایمان ہے جس میں یہ لکھا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ۔

(سورۃ البقرۃ: ۱۱۴)

ترجمہ: ''اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے منع کیا اللہ

تعالیٰ کی مسجدوں سے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور
اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔“

میں نے اس کے جواب میں فوراً کہا کہ ہمارا بھی اسی قرآن پر ایمان ہے جس میں یہ ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ۔ (سورۃ الانعام: ۹۳)

ترجمہ: ”اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو جھوٹ باندھے اللہ پر یا وہ کہے کہ میرے اوپر وحی اتری ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں اتری۔“

یہ سن کر وہ ایسا ساکت ہوا کہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

ایک دفعہ بیان فرمایا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسیح ابن مریم علیہ السلام کی حقیقت معلوم نہیں تھی لہٰذا یہ حقیقت مجھ پر کھلی، پس میں مسیح ابن مریم علیہ السلام ہوں، میں نے کہا کہ دجال کی حقیقت بھی مرزا صاحب پر کھلی لہٰذا وہ دجال ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قصیدہ معراجیہ

از فخر المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز

تَبَارَكَ مَنۡ اَسۡرٰى وَ عَلَا بِعَبۡدِهٖ
اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصٰى اِلَى الۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰى

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد اقصیٰ تک اور افق اعلیٰ تک سیر کرائی اور بلند مقام تک لے گیا۔

فتح الباری ج ۷ ص ۱۴۶ مصری میں ہے:

وَفِيۡ حَدِيۡثِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا عَنۡ اَحۡمَدَ: فَلَمَّا اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ الۡمَسۡجِدَ الۡاَقۡصٰى قَامَ يُصَلِّيۡ، فَاِذَا النَّبِيُّوۡنَ اَجۡمَعُوۡنَ يُصَلُّوۡنَ مَعَهٗ۔

ترجمہ: ”جب حضور اکرم ﷺ مسجد میں آئے مسجد اقصیٰ، کھڑے ہوگئے نماز پڑھنے کے لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے لگ گئے۔“

اِلٰى سَبۡعِ اَطۡبَاقٍ اِلٰى سِدۡرَةٍ كَذَا
اِلٰى رَفۡرَفٍ اَبۡهٰى اِلٰى نَزۡلَةٍ اُخۡرٰى

”ساتوں آسمانوں تک اور سِدۡرَةُ الۡمُنۡتَهٰى تک، ایسے ہی سیر کرائی خوبصورت رَفۡرَف تک اور نَزۡلَةً اُخۡرٰى تک سیر کرائی۔“

وَ سَوّٰى لَهٗ مِنۡ حَفۡلَةٍ مَلَكِيَّةٍ
لِيَشۡهَدَ مِنۡ اٰيَاتِ نِعۡمَةِ الۡكُبۡرٰى

"اور فرشتوں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی تاکہ آپ مشاہدہ کریں باری تعالیٰ کی نعمت الکبریٰ کی آیات کا۔"

زرقانی جلد ۶ شرح المواهب اللدنیۃ مصری ص: ۵ میں ہے:

فِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ سَعِيْدٍ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ فِيْ ذِكْرِ الْأَنْبِيَاءِ إِلَى بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا يُقَالُ لَهُ: بَابُ الْحَفَظَةِ، وَعَلَيْهِ مَلَكٌ يُقَالُ لَهُ: إِسْمَاعِيْلُ تَحْتَ يَدِهِ اِثْنَا عَشَرَ أَلْفَ مَلَكٍ۔

ترجمہ: "بیہقی میں ابوسعید کی حدیث میں ایک دروازے کا ذکر ہے اس کو باب حفظہ کہا جاتا ہے اس پر ایک فرشتہ ہے اس کا نام اسماعیل ہے اس کے کمان میں ۱۲ ہزار فرشتے ہیں۔"

وَفِيْ حَدِيْثِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ أَيْضًا يَسْكُنُ الْهَوَاءَ لَمْ يَصْعَدْ إِلَى السَّمَاءِ قَطُّ وَلَمْ يَهْبِطْ إِلَى الْأَرْضِ قَطُّ إِلَّا يَوْمَ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَفِيْ حَدِيْث أَبِيْ سَعِيْدٍ عِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ فِي الدَّلَائِلِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ مَعَ كُلِّ مَلَكٍ جُنْدُهُ مِأَةُ أَلْفٍ۔

ترجمہ: "حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ کی روایت ہے بیہقی میں "ہوا رکی ہوئی ہے نہ اوپر آسمان کی طرف جاتی ہے اور نہ زمین کی طرف جاتی ہے مگر صرف اس دن جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی اور ابی سعید کی روایت ہے کہ بیہقی میں ہے اور اس کے سامنے ستر ہزار فرشتے ہیں اور ان ستر ہزار میں ہر ایک کے نیچے ایک لاکھ فرشتے ہیں۔"

فتح الباری ج ۷ ص ۱۴۵ میں ہے:

وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِّاَبِیْ سَعِیْدٍ فِیْ شَرَفِ الْمُصْطَفٰی اَنَّهٗ اُتِیَ بِالْمِعْرَاجِ مِنْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ وَ اَنَّهٗ مُنَضَّدٌ بِاللُّؤْلُؤِ وَعَنْ یَمِیْنِهٖ مَلَائِکَةٌ وَعَنْ یَسَارِهٖ مَلَائِکَةٌ۔

ترجمہ: ''اور کتاب شرف مصطفیٰ میں ابو سعید کی روایت ہے کہ معراج یعنی سیڑھی لائی گئی جنت الفردوس سے اور بے شک موتیوں کے ساتھ پروئی گئی اور اس کے دائیں اور بائیں فرشتے تھے۔''

بُرَاقٌ یُسَاوِیْ خُطْوُهٗ مَدَّ طَرْفِهٖ
اُتِیْحَ لَهٗ وَاُخْتِیْرَ فِیْ ذٰلِكَ الْمَسْرٰی

ترجمہ: ''ایسا براق کہ اس کا قدم برابر تھا جہاں پر اس کی نظر جاتی تھی۔ آپ کیلئے مقدر کیا گیا اور اس سیر گاہ میں پسند کیا گیا۔''

وَ اَبْدٰی لَهٗ طَیُّ الزَّمَانِ فَعَاقَهٗ
رُوَیْدًا عَنِ الْاَحْوَالِ حَتَّاهُ مَا اَجْرٰی

ترجمہ: ''اور زمانے کا سمیٹ لینا آپ کے لئے ظاہر ہوا پس اس کی رفتار کو روک دیا تھوڑی دیر کے لئے (اپنے چکر سے) حتیٰ کہ وہ زمانہ نہ چلا۔''

وَکَانَتْ لِجِبْرِیْلَ الْاَمِیْنِ سَفَارَةٌ
اِلٰی قَابَ قَوْسَیْنِ اِسْتَوٰی ثُمَّ مَا اَقْصٰی

ترجمہ: ''اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سفیر تھے قاب قوسین تک ٹھہر گئے پھر انتہا تک نہیں گئے۔''

بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۰ میں ہے:

ثُمَّ عَلَا بِهٖ فَوْقَ ذٰلِكَ بِمَا لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ حَتّٰى جَاءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰى حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى، فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ فِيْمَا يُوْحِى اللّٰهُ خَمْسِيْنَ، اَيْ صَلَاةً، عَلٰى اُمَّتِكَ كُلَّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، ثُمَّ هَبَطَ حَتّٰى بَلَغَ مُوْسٰى فَاحْتَسَبَهٗ مُوْسٰى فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، مَاذَا عَهِدَ اِلَيْكَ رَبُّكَ؟ قَالَ: عَهِدَ اِلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً.

"پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر لے گئے کتنا اوپر لے گئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک آ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوئے پھر صرف دو کمان کا فرق رہ گیا یا اس سے بھی نزدیک پھر وحی کی اللہ تعالیٰ نے جو وحی فرمائی اس میں ۵۰ نمازیں امت پر فرض فرمائیں ہر دن اور رات میں پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا تحفہ دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۵۰ نمازیں۔"

اِذَا خَلَفَ السَّبْعَ الطِّبَاقَ وَرَائَهٗ
وَ صَادَفَهُنَّ اَوْلٰى لِرُتْبَتِهِ الْمَوْلٰى

"جب ساتوں آسمانوں کو آپ نے اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ اور آپ نے پالیا جو کچھ آپ کے رتبہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا تھا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدے میں فرمایا ہے، کذا

فی النبھانیہ:

نَبِیٌّ خُصَّ بِالتَّقْدِیْمِ قِدْمًا
وَ آدَمُ بَعْدُ فِیْ طِیْنٍ وَ مَاءٍ
عَلَا وَ دَنَا وَ جَازَ اِلٰی مُقَامٍ
کَرِیْمٍ خُصَّ فِیْهِ بِالْاِصْطِفَاءِ
بَدَا قَمَرٌ بِبَدْرٍ فِیْ نُجُوْمٍ
مِنَ الْاَصْحَابِ اَهْلِ الْاِقْتِدَاءِ
وَ لَمْ یَرَ رَبَّهٗ جَهْرًا سِوَاهُ
بِسِرٍّ فِیْهِ جَلَّ عَنِ امْتِرَاءٍ

(تحیۃ الاسلام مع عقیدۃ الاسلام ص ۳۹)

ترجمہ: ''نبی ﷺ کو تقدیم کے ساتھ خاص کیا اور آدم علیہ السلام ابھی کیچڑ اور پانی کے درمیان تھے حضور اکرم ﷺ اوپر چلے اور قریب ہوئے اور مقام کریم کو پار کیا جس میں اصطفاء کے ساتھ خاص ہوئے۔ چاند ظاہر ہوا چودھویں کا ستاروں کے درمیان چاند حضور اکرم ﷺ تھا اور ستارے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جن کی اقتداء کا حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا۔ حضور اکرم ﷺ کے علاوہ کسی نے اپنے رب کو بالکل سامنے نہیں دیکھا۔''

وَ کَانَ عِیَانًا یَقْظَةً لَا یَشُوْبُهٗ
مَنَامٌ وَ لَا قَدْ کَانَ مِنْ عَالَمِ الرُّؤْیَا

اور عروج بیداری کی حالت میں تھا ملاوٹ نہیں تھی نیند کی اور نہ تھا خواب کے عالم سے۔

اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے بیداری کی حالت میں رؤیا کے حاصل ہونے کی تصریح کی ہے۔اور شرح مواہب لدنیہ زرقانی مصری ج:۶ ص:۱۱۹ میں بھی ابن المنیر نے نقل کیا ہے ص ۲۴۵ ج ۸ شرح المواھب اللدنیۃ للزرقانی، العیان بکسر العین المشاھدۃ۔

قَدِ الْتَمَسَ الصِّدِّیْقُ ثُمَّ فَلَمْ یَجِدْ
وَ صَحَّحَ عَنْ شَدَّادِ الْبَیْہَقِیُّ کَذَا

''بیشک آپ کے مقام پر تلاش کیا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پس آپ کو نہ پایا، اور اس کو صحیح فرمایا حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح۔''

اور یہ روایت طبرانی اور بزار میں بھی ہے اور جلد: ۳ ص: ۱۴ پر امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بھی اس کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اسناد کو صحیح فرمایا ہے اور زوائد ہیثمی میں بھی ہے اور انہوں نے بھی اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے، اور دلائل میں بھی ہے جیسا کہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ انہوں نے بھی اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے، اور فتح الباری ج: ۷ ص: ۱۴ میں بزار اور طبرانی کا حوالہ دیا ہے، اور دیکھو شفا قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ۔

رَاٰی رَبَّہٗ لَمَّا دَنَا بِفُؤَادِہٖ
وَ مِنْہُ سَرٰی لِلْعَیْنِ مَا زَاغَ لَا یُطْغٰی

''جب آپ قریب گئے تو اپنے رب کو دیکھا اپنے قلب مبارک سے اور قلب سے رؤیت سرایت کر گئی آنکھ تک جو کہ مازاغ تھی اور ماطغیٰ تھی۔'' (زرقانی ج ۶ ص ۵)

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔

ترجمہ: ''نہ آنکھ نے تجاوز عن الحد کیا اور نہ بھکی۔''

رَاٰی نُوْرَہٗ اِنّیٓ یَرَاہُ مُؤَمِّلٌ
وَ اَوْحٰی اِلَیْہِ عِنْدَ ذٰلِکَ بِمَا اَوْحٰی

''اور آپ نے باری تعالیٰ کے نور کو دیکھا اور امید کرنے والا دیکھ سکتا ہے اس کو۔ اور باری تعالیٰ نے اس وقت آپ پر وحی کی جو بھی وحی کی۔''

بَحَثْنَا مَاٰلَ الْبَحْثِ اِثْبَاتَ رُؤْیَۃٍ
لِحَضْرَتِہٖ صَلّٰی عَلَیْہِ کَمَا یَرْضٰی

''ہم نے بحث کی اور بحث کا انجام یہ ہوا کہ باری تعالیٰ کی رؤیت ثابت کی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ درود بھیجے جیسا کہ راضی ہو۔''

وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا مُبَارَکًا
کَمَا بِالتَّحِیَّاتِ الْعُلٰی رَبَّہٗ حَیّٰی

''اور سلام بھیجے اللہ تعالیٰ بہت بہت سلام جس کے ساتھ برکتیں بھی ہوں۔ جیسا کہ التحیات للہ والصلوٰت والطیبات فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو سلام کیا۔''

یہ مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۳۳۱ ج ۲ میں ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ نے سارا قصہ نقل کیا ہے:

قَالَ ابْنُ مَلِکٍ: رُوِیَ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا عُرِجَ بِہٖ اَثْنٰی عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِھٰذِہِ الْکَلِمَاتِ، فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ، فَقَالَ

عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ، فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. وَبِهٖ يَظْهَرُ وَجْهُ الْخِطَابِ وَأَنَّهٗ عَلٰى حِكَايَةِ مِعْرَاجِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ آخِرِ الصَّلَاةِ الَّتِيْ هِيَ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ، (عمدۃ القاری ج ۳ ص:۱۱۱ مصری)

ترجمہ: ”جب حضور اکرم ﷺ کا معراج پر تشریف لے گئے آپ ﷺ نے ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی کہ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ کہ میری قولی عبادتیں اور میری بدنی عبادتیں اور میری مالی عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اے نبی! تیرے اوپر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرے اوپر بھی اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم جو نماز میں اَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھتے ہیں یہ ہم حضور اکرم ﷺ کو خطاب نہیں کرتے بلکہ اللہ کی حکایت کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ تو ہم اس کی حکایت کرتے ہیں۔“

عُمْدَةُ الْقَارِيْ جلد ۶ ص ۱۱۱ مصری) قَالَ الشَّيْخُ حَافِظُ الدِّيْنِ النَّسَفِيْ: اَلتَّحِيَّاتُ الْعِبَادَاتُ الْقَوْلِيَّةُ، وَالصَّلَوَاتُ

اَلْعِبَادَاتُ الْفِعْلِيَّةُ، وَالطَّيِّبَاتُ اَلْعِبَادَاتُ الْمَالِيَّةُ۔
(عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۲)

ترجمہ: عمدۃ القاری میں ہے: حافظ علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ التحیات سے قولی عبادتیں مراد ہیں۔ الصَّلَوٰتُ سے بدنی والطیبات سے مالی عبادتیں مراد ہیں۔"

كَمَا اخْتَارَهُ الْحِبْرُ ابْنُ عَمِّ نَبِيِّنَا
وَ اَحْمَدُ مِنْ بَيْنِ الْاَئِمَّةِ قَدْ قَوّٰى

رؤیت کا ہونا اختیار کیا ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حبر الامۃ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اور اماموں میں سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو قوی کہا ہے۔ (نیز نسیم الریاض جلد۱ ص۴۹ مطبوعہ لکھنو میں بھی ہے)

(فائدہ) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرفوع حدیث بھی بیان فرمائی ہے مسند احمد اور زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص:۱۱۹ جلد ۶۔

فِي الْأَوْسَطِ بِإِسْنَادٍ قَوِيٍّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ. وَمِنْ وَجْهٍ آخَرَ قَالَ: نَظَرَ مُحَمَّدٌ اِلٰى رَبِّهِ، جَعَلَ الْكَلَامُ لِمُوْسٰى وَالْخُلَّةُ لِاِبْرَاهِيْمَ وَالنَّظَرُ لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم. فَإِذَا تَقَرَّرَ ذٰلِكَ ظَهَرَ أَنَّ مُرَادَ ابْنِ عَبَّاسٍ هٰهُنَا بِرُؤْيَةِ الْعَيْنِ الْمَذْكُوْرَةِ جَمِيْعُ مَا ذُكِرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (زرقانی ج ۶ ص: ۳۰، ابن کثیر ج ۴، فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۱، مصری عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰ وفی البخاری ج ۱ ص ۵۵۰)

ترجمہ: "اوسط میں ہے قوی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا ہے اور

دوسرے طریق میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اللہ تعالیٰ نے کلام کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب کیا خلت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور دیکھنے کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے ظاہر ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد دیکھنے سر کی آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے۔"

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ قَالَ: هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۵۰)

ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس آیت کی تفسیر میں وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ کے تفسیر میں کہ رویت آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے۔"

اور آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اور دکھانا جو تجھ کو ہم نے دکھلایا لوگوں کے جانچنے کے لئے یعنی شب معراج میں دیکھنا یہ امتحان تھا سچوں نے سن کر مانا اور کچوں نے جھوٹ جانا۔"

فَقَالَ اِذْ اِمَامُ الْمَرْوَزِيُّ اِسْتَبَانَهُ
رَاٰهُ رَاٰى الْمَوْلٰى فَسُبْحَانَ مَنْ اَسْرٰى

"پس آپ نے فرمایا (یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے جبکہ امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے بیان کرایا دریافت کیا۔"

اس کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں آپ نے اپنے مولا کو دیکھا ہے، پس پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات۔

فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۱ مصری بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۲ میں کئی دفعہ آیا ہے:

فَاِذَا رَأَيْتُ رَبِّيْ وَقَعْتُ لَهٗ سَاجِدًا۔[1] فِيْ كِتَابِ السُّنَّةِ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ مَنْصُوْرِ بْنِ بَهْرَامِ الْكَوْسَجِ التَّمِيْمِيِّ الْمَرْوَزِيِّ نَزِيْلِ نَيْسَابُوْرِ, أَحَدُ الْأَئِمَّةِ الْحُفَّاظِ الثِّقَاتِ، رَوٰى عَنِ الْجَمَاعَةِ سِوَاىٰ اَبُوْدَاوٗدَ قَالَ الْخَطِيْبُ كَانَ فَقِيْهًا عَالِمًا، وَهُوَ الَّذِيْ دَوَّنَ الْمَسَائِلَ عَنْ اَحْمَدَ مَاتَ سَنَةَ اِحْدٰى وَخَمْسِيْنَ مِأَتَيْنِ، (زرقانی، شرح المواهب اللدنية جلد۶ ص۱۱۹ مصری)

رَوَاهُ أَبُوْذَرٍّ بِأَنَّ قَدْ رَأَيْتُهٗ
وَ أَنّٰى أَرَاهُ لَيْسَ لِلنَّفْيِ بَلْ ثَنَيَا

"اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اس کو روایت کیا ہے کہ آپ نے ذات باری تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اور انی اراہ نفی کے لئے نہیں بلکہ کسر نفسی کے لئے ہے۔"

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے:

نَعَمْ رُؤْيَةُ الرَّبِّ الْجَلِيْلِ حَقِيْقَةٌ
يُقَالُ لَهَا الرُّؤْيَا بِأَلْسِنَةِ الدُّنْيَا

"ہاں رب جلیل کی رویت ایک ایسی حقیقت ہے کہ اسی کو رویا کہا جاتا ہے دنیا کی زبانوں میں۔"

فتح الباری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "رُؤْيَا عَيْنٍ" کتاب التعبیر فتح الباری ج ۲ و ج ۷ ص ۱۳، زرقانی ج ۶، ابن کثیر ج ۳، ص ۳ تا ۱۴، فِيْ عُمْدَةِ الْقَارِيْ ج ۱۷ ص: ۳۰ میں ہے:

---

(۱) ترجمہ: جب میں نے اپنے رب کو دیکھا تو میں سجدے میں گر گیا۔

قُيِّدَ بِهٖ لِلْاَشْعَارِ بِاَنَّ الرُّؤْيَا بِمَعْنَى الرُّؤْيَةِ فِي الْيَقْظَةِ۔

ترجمہ: ''اس لئے اس کو مقید کیا کہ رؤیا بمعنیٰ رویت ہے، یعنی جاگتے ہوئے دیکھنے کے معنی میں ہے۔''

وَ اِلَّا فَمَرَاٰی جِبْرِیْلَ عَوَّادَۃً
وَ لَیْسَ بَدِیْعًا شَکْلُہٗ کَانَ اَوْ اَوْفٰی

''ورنہ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام کا دیکھنا تو کئی بار تھا یہ کوئی نئی بات نہیں تھی (میری قبر پر آ کر آواز دے دینا) خواہ کسی شکل میں دیکھا ہو۔''

بعض نے لکھا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے۔

وَ ذَالِکَ فِی التَّنْزِیْلِ مِنْ نَظْمِ نَجْمِہٖ
اِذَا مَارَعَی الرَّاعِیْ وَ مَغْزَاہُ قَدْ وَفّٰی

اور یہ یعنی رؤیت کا مسئلہ قرآن شریف میں سورۃ النجم میں ہے۔ جب کہ رعایت کرنے والا غور کرے اور اصل مقصود کو پورا ادا کرے۔

وَ کَانَ بِبَعْضٍ ذِکْرِ جِبْرَئِیْلَ فَانْسَرٰی
اِلٰی کُلِّہٖ وَالطُّوْلُ فِی الْبَحْثِ قَدْ عَیّٰی

''اور بعض طریقوں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر ہے، یہ کل کی طرف سرایت کر گیا اور بحث کے طول نے تھکا دیا۔''

وَ کَانَ اِلَی الْاَقْصٰی سَرٰی ثُمَّ بَعْدَہٗ
عُرُوْجًا بِجِسْمٍ اِنَّ مِنْ حَضْرَۃٍ اُخْرٰی

''مسجد اقصیٰ تک تو اسراء تھی پھر اس کے بعد جسم کے ساتھ

عروج تھا ہاں دوسرے دربار تک۔"

عُرُوْجًا إِلَى أَنْ ظَلَّلَتْهُ ضَبَابَةٌ
وَ يَغْشٰى مِنَ الْأَنْوَارِ إِيَّاهُ مَا يَغْشٰى

"عروج یہاں تک تھا کہ آپ کو ایک بدلی نے ڈھانپ لیا اور انوارات نے آپ کو ڈھانپ لیا جس طرح کہ ڈھانپ لیا۔"

وَ يَسْمَعُ لِلْأَقْلَامِ ثُمَّ صَرِيْفَهَا
وَ يَشْهَدُ عَيْنًا مَالَهُ الرَّبُّ قَدْ سَوّٰى

"اور آپ وہاں صریف الاقلام سنتے تھے، صریف الاقلام یعنی قلموں کے چلنے کی آواز۔ اور اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے تیار کیا تھا۔"

وَ مَنْ عَضَّ فِيْهِ مِنْ هَنَاتِ تَفَلْسُفٍ
عَلٰى جُرُفٍ هَارٍ يُقَارِفُ أَنْ يَرْدٰى

"اور جو آدمی فلسفہ کی غلیظ باتوں کو دانتوں سے کاٹے وہ ایسی گھاٹی یعنی غار کے کنارے جو گرنا ہی چاہتی ہے قریب ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے۔"

كَمَنْ كَانَ مِنْ أَوْلَادِ مَاجُوْجَ فَادَّعٰى
نُبُوَّتَهُ بِالْغَيِّ وَالْبَغْيِ وَالْعَدْوٰى

"جیسا کہ وہ آدمی جو یاجوج ماجوج کی اولاد سے ہے پس اس نے دعویٰ کر دیا اپنی نبوت کا اپنی گمراہی سے اور بغاوت اور تعدّی سے۔"

وَ مَنۡ یَّتَّبِعۡ فِیۡ الدِّیۡنِ اَهۡوَاءَ نَفۡسِهٖ
عَلٰی کُفۡرِهٖ فَلۡیَعۡبُدُ اللَّاتَ وَالۡعُزّٰی

''اور جو آدمی دین میں اپنی خواہشات کا اتباع کرتا ہے وہ
اپنے کفر میں لات وعزیٰ کو پوجتا پھرے۔''

فائدہ: علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معراج کے استحالہ(۱) کا دعویٰ کرنا باطل ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی قرآن وحدیث نے تصریح فرمائی ہے لہٰذا اس کی تصدیق ضروری ہے۔ اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام ممکنات میں اس بات پر قادر ہے کہ ایسی حرکت سریع(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن میں پیدا کردے، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ تحقیق نے فرمایا کہ بیداری کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور جسم مبارک کو مکہ سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، یہ تو قرآن وحدیث نے تصریح کی ہے لیکن قرآن جیسا کہ قول ہے باری تعالیٰ کا:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی
الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا ۔ (سورۃ الاسراء:۱)

ترجمہ: ''پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ۔''

دلیل کی تقریر اس طرح ہے کہ عبد نام ہے جسد اور روح دونوں کا، تو ضروری ہوا کہ اسراء بھی دونوں ہی سے ہو یعنی جسد اور روح سے، کیونکہ اگر یہ خواب ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا بِرُوۡحِ عَبۡدِهٖ یعنی اپنے بندہ کی روح کو لے گیا۔

---

(۱) واقعہ معراج کے ناممکن ہونے کا دعویٰ کرنا

(۲) بہت تیز

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡهٰی ۙ﴿۹﴾ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی ؕ﴿۱۰﴾ (سورۃ العلق:۹،۱۰)

ترجمہ: "کیا تو نے دیکھا اس آدمی کو جو منع کرتے ہیں ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھے یعنی اس کی سرکشی اور ضد کو دیکھو خود رب کے سامنے جھکتا نہیں دوسرے کو بھی سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔"

دیکھو اس آیت میں مجموعہ جسد اور روح مراد ہے، کیونکہ یہاں پر عبد تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور روکنے والا نماز سے آپ کو ابوجہل تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے اپنی روح کے ساتھ نہیں روکتا تھا۔ اور سورہ "جن" میں ہے:

وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ اللّٰهِ یَدۡعُوۡهُ ۔ (سورۃ الجن:۱۹)

ترجمہ: "اور جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ یعنی بندہ کامل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پکارے یعنی جب کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے ہیں تو لوگ آپ پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ مؤمنین تو شوق و رغبت سے قرآن سننے کی خاطر اور کفار تکلیف دینے کے لئے حالانکہ وہ تو اپنے رب کو پکارتا ہے تو اس میں لڑنے کی کیا بات ہے۔"

یہاں پر عبد سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یَدۡعُوۡهُ سے مراد بھی آپ ہی ہیں، یہاں پر روح اور جسد ہی مراد ہے، ایسے ہی اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ میں روح اور جسد ہی مراد ہے۔ رہی حدیث وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اُسۡرِیَ بِی ہے، کیونکہ فعلوں میں اصل یہ ہے کہ وہ یقظہ پر محمول کئے جائیں، جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو عقلی یا شرعی۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحیح یہی ہے کہ معراج کے سارے قصہ میں روح اور جسد دونوں ہی مراد ہیں اور ظاہر سے عُدول [1] نہ کیا

---

(۱) انکار، پھرنا

جائے گا اور حقیقی معنوں سے اور طرف نہیں پھیرا جائے گا اور اِسْرَاء کے جسم اور روح کے ساتھ بیداری کے عالم میں ہونے میں کوئی استحالہ[1] نہیں۔ اور یہ جو باری تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ (سورۃ النجم:۱۷)

ترجمہ: ''بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی یعنی آنکھ نے جو کچھ دیکھا پورے اتقان سے دیکھا نہ نگاہ ہٹی اور نہ حد سے آگے بڑھی بس اسی پر جمی رہی۔''

یعنی عجائبات ملکوت سے نظر نہیں پھری اور نہ اس سے تجاوز کیا، کیوں کہ اَلْبَصَرُ بیداری کی حالت میں ہی دیکھنے کو کہتے ہیں اس کی شہادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ﴿۱۸﴾ (سورۃ النجم:۱۸)

ترجمہ: ''سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا۔''

اگر یہ نیند میں ہوتا تو اس میں کون سی آیات تھیں جو خارق العادت[2] ہوں؟ اور ان کے تکذیب[3] کرنے کی کوئی وجہ نہیں، یہ بھی متواتر حدیثیں ہیں کہ آپ کے لئے براق پیش کیا گیا، معلوم ہوا کہ آپ کی معراج روح اور جسد کے ساتھ ہوئی تھی۔ اور ابن کثیر نے اپنی کتاب کی تیسری جلد کے شروع میں اس کو خوب لکھا ہے پھر اخیر میں فرماتے ہیں کہ حافظ ابوالخطاب عمرو بن دحیہ نے اپنی

---

(۱) حالت وخاصیت کا بدل جانا

(۲) معجزہ، کرامت۔

(۳) جھٹلانا۔

کتاب ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' میں لکھا ہے کہ حدیث اسریٰ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ، مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن قریظ رضی اللہ عنہ، ابی حبہ رضی اللہ عنہ، ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابو ایوب رضی اللہ عنہ، ابوامامہ رضی اللہ عنہ، سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ، ابی الحمراء رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، ام ہانی رضی اللہ عنہا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا (دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں ہیں) وغیر ہم سے بھی رضی اللہ عنہم۔ اور اس مسئلے پر اتفاق کیا ہے تمام مسلمانوں نے اور اعراض کیا ہے زندیقوں اور ملحدوں نے۔

نیویارک امریکہ سے ایک رسالہ ماہنامہ (لائف) نکلتا ہے، اس میں جولائی 1963ء کے لائف میں اس مضمون کو خوب لکھا ہے اور آئے دن اخبارات میں شائع ہوتا رہتا ہے، روس امریکہ میں یورپ کے مختلف ممالک میں تجربے ہو رہے ہیں۔ سائنس اس بات کو تسلیم کر چکی ہے ایسا سریع السیر سفر ممکن الوقوع ہے، چنانچہ لائف 1963ء میں درج ہے کہ ''گارڈن کوپر'' نے صرف ۹۰ منٹ میں ساری دنیا کے گرد بائیس چکر کاٹے اور ساڑھے سترہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے وہ ہوائی جہاز چلاتا تھا، یہ مضمون 1964ء کے ماہنامہ ''چٹان'' میں شائع ہوا تھا۔ اور بھی بہت سے اخبارات میں مضامین آئے دن آتے رہتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فضائی سفر کس قدر سریع السیر تھا۔ ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں:

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اور یہ بھی فرماتے ہیں:

رہ یک گام ہے ہمت کے لئے عرش بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

حضرت مولانا نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تن او کہ صافی تر از جان ماست
اگر شد بیک لحظہ آمد روا است

ترجمہ: ''اس کا بدن ہماری روح سے زیادہ صاف تھا اگر اس کا آنا ایک لحہ میں ہو تو جائز ہے۔''

11 نومبر 1966ء کے ترجمان اسلام لاہور میں ہے روس نے بھی ایک خلائی تجربہ گاہ فضاء میں چھوڑی ہے جو کہ خلا میں 62 سے 248 میل تک کی بلندی پر زمین کے گرد چکر کاٹ رہی ہے یہ تجربہ گاہ گذشتہ اکتوبر میں چھوڑی گئی تھی۔

اور حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اپنے قصیدے ضرب الخاتم علی حدوث العالم میں لکھا ہے کہ:

وَ قَدْ قِيْلَ إِنَّ الْمُعْجِزَاتِ تَقَدُّمٌ
بِمَا يَرْتَقِىْ فِيْهِ الْخَلِيْقَةُ فِى الْمَدَى

ترجمہ: ''کہا گیا ہے کہ معجزات آگے بڑھتے ہیں جس میں مخلوق بہت زمانے تک ترقی کرے گی۔''

چنانچہ آئے دن کے تجربے ہم مشاہدہ کر رہے ہیں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اس بات کی دلیل ہیں کہ آئندہ کو مخلوقات ان کا تجربہ کرے گی، چنانچہ ریڈیو کی ایجاد اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو حج کے متعلق آواز دی تھی وہ بالکل حق ہے گو اس

کے متعلق سائنس ابھی ابتداء ہی میں ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو کعبہ شریف کے بنانے کے بعد ایسی آواز دی تھی جو تا قیامت جن کی قسمت میں حج لکھا تھا، ان سب نے لبیک کہا، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آواز دینا بغیر کسی آلہ کے تھا، اور سائنس اب آلات کی ایجاد سے اس طرف ترقی کر رہی ہے تا کہ یہ منوایا جائے کہ جو کچھ انبیاء کرام علیہم السلام نے کیا ہے وہ سب کچھ ممکن الوقوع ہے یا مثلاً ہوائی جہاز کی ایجاد حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے اڑنے کی تصدیق فعلی ہے مگر وہ بغیر آلات کے تھا، اور یہ آلات سے ہے۔ اور جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہوئے پندرہ سو میل پر آواز بغیر کسی آلہ کے پہنچا دی تھی، فرمایا تھا:

يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ اَیْ اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ۔

ترجمہ: ''اے ساریہ پہاڑ کے طرف دیکھ لیجئے۔''

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عروج اور نزول ہے۔ الحاصل کہ حشر اجساد اور موت کے بعد سارے عالم کا اٹھانا وغیرہ سب برحق ہیں خواہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہوں۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا اور قرب قیامت میں آپ کا نزول ہونا سب برحق ہیں اور اس پر ایمان لانا فرض ہے، اور یہی صراط مستقیم ہے:

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

(سورۃ النور: ۴۶)

ترجمہ: ''جن کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔''

یا اللہ! ہمیں اپنے فضل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرما اور ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما، ہمیں بزرگان دین کا اتباع نصیب

ہو۔ آمین یارب العالمین

☆☆☆☆

علامہ ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تجلی ایک رتبہ ہے بڑا عالیشان وہ ایک حالت ہوتی ہے:

(بين النوم واليقظة)۔

ترجمہ: ''سونے اور جاگنے کے درمیان۔''

(فائدہ) جب انسان کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہے اور اس کی ہڈی ہڈی میں یہ سما جاتا ہے اور اس کو باری تعالیٰ اپنے فضل سے روح کا ذکر نصیب کرتے ہیں اور اس کو سلطان الاذکار نصیب ہو جاتا ہے اس پر اس حالت کا کھلنا آسان ہو جاتا ہے حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خنجر خاموشی و شمشیر جوع
نیزہ تنہائی و ترک هجوع

ترجمہ: '' خاموشی کا خنجر اور بھوک کی تلوار اور تنہائی کا نیزہ اور نیند کو چھوڑنا۔''

اور اس مسئلہ کو اہلِ تحقیق کے سوا کوئی کم سمجھتا ہے علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اہلِ حقائق میں سے ہیں اس لئے انہوں نے اس مسئلہ کو خوب لکھا ہے، اور اپنی کتاب میں جابجا تحقیق کی ہے۔ (زرقانی، شرح مواہب لدنہ ج۶، ۸)

(۱) در ہمہ سیر و غربتے کشف نشد حقیقتے
گرچہ شدم برنگ بو خانہ بخانہ کو بکو

تشریح: تمام سفر میں کوئی حقیقت منکشف نہ ہوئی اگرچہ میں خوشبو کی طرح ہر جگہ پھرا، یعنی اس عالم مشاہدہ میں اُس عالم کی حقیقت بالکل منکشف نہیں ہوتی جب تک آدمی عالم برزخ میں نہ چلا جائے، تو بعینہٖ اس کو بیان نہیں کر سکتا۔

(۲) گر بودم فراغتے از پس مرگ ساعتے
شرح وہم ہمہ بتو قصہ بقصہ ہو بہو

تشریح: اگر مجھ کو مرنے کے بعد ایک گھڑی بھی فرصت مل گئی تو تیرے سامنے سب کچھ بیان کر دوں گا۔

(۳) دانہ خلاف تخم نے ہرچہ بود ز جبر و قدر
آنچہ کہ کشتہ ای درو حنطہ بحنطہ جوز جو

تشریح: خواہ کوئی اپنے آپ کو مجبور سمجھے یا قادر مطلق سمجھے بہر حال غلہ وہی ہوتا ہے جیسا بیج ڈالتے ہیں جو کچھ تو نے بویا ہے اسی کو کاٹ لے اگر گیہوں بوئے ہیں تو گیہوں کاٹ لو اگر جو بوئے ہیں جو کاٹ لو۔

(۴) ظاہر و باطن اندراں ہمچو نواۃ و نخل داں
نے بعد از یک زدو جنب بجنب دوبدو

تشریح: یہ دنیا اور آخرت اسی طرح ہیں جیسے کھجور کا درخت اور گٹھلی ہوتی ہے یہ دونوں جہاں اس طرح نہیں ہیں کہ ہم ایک دوان کو کہیں جیسا کہ گٹھلی پھوٹ کر اندر سے کھجور کا درخت نکل آتا ہے، تو گٹھلی تو دنیا کی مثال ہے، اور کھجور کا درخت عالم آخرت کی مثال ہے خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

(۵) رشتہ این جہاں بتن جامہ آن جہاں بتن
رشتہ برشتہ نخ بنخ تار بتار پو بپو

تشریح: جیسے گٹھلی چھپ جاتی ہے اور کھجور کا درخت ظاہر ہو جاتا ہے بعینہ اسی طرح یہ بدن تو بظاہر چھپ جاتا ہے اور روح ظاہر ہو جاتی ہے، بعینہ تانا بانا اسی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ روح چوں کہ اس جہاں کی چیز ہے اس کے آثار قبر ہی سے ظاہر جاتے ہیں اور بدن چونکہ اس جہاں کی چیز ہے یہ بظاہر ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

(۶) ہست جزا ہمو عمل سم کہ خورد شود مرض
بیخ و شجر ہمو ہمو تخم و ثمر چنو چنو

ترجمہ: " جو آدمی زہر کھاتا ہے وہی زہر مرض کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے جو جڑ ہے وہی شجر ہے جو پھل ہے وہی بیج ہے مشہور ہے کہ بیج جب ٹہنی کے ہاتھ چڑھتا ہے اس کا نام پھل ہوتا ہے۔"

تشریح: جزا جنس عمل سے ہوتی ہے قرآن شریف میں آتا ہے:

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (سورۃ الزلزال:۸،۷)

ترجمہ: "جس نے ذرہ بھر بھلائی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔"

یعنی جو ایک ذرہ ذرہ عمل بھلا ہو یا برا اس کے سامنے ہوگا۔"

وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝

(سورۃ الکہف:۴۹)

ترجمہ: "اور وہ لوگ پائیں گے جو کچھ کیا ہے سامنے اور تیرا رب ظلم نہیں کرے گا کسی پر۔"

یعنی ذرہ ذرہ عمل آنکھوں کے سامنے ہوگا یہ نیکی و بدی عمل نامے میں درج ہوگی۔

جو کوئی ذرہ کے برابر نیکی کرے گا اس نیکی کو دیکھ لے گا جو کوئی ذرہ کے برابر برائی کرے گا وہ اس برائی کو دیکھ لے گا۔ سارے قرآن کو دیکھ لو یہی آتا ہے کہ جو کچھ کیا ہے وہی ملے گا:

وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ (سورۃ النجم:۳۹)

ترجمہ: ''اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔''

یعنی دوسروں کی نیکیاں لے اُڑے یہ نہیں ہوسکتا۔

(۷) قبر کہ بودد اورے سوئے جہان دیگرے
غیب شود شہود ازو دیدہ بدید روبرو

تشریح: قبر میں جا کر اپنے سب اعمال منکشف ہو جائیں گے جب روح ظاہر ہو جائے گی کیونکہ روح لطیف ہے اس واسطے اس لطیف کو لطیف چیزیں سب نظر آجائیں گی یعنی عالم قبر دوسرے جہاں کے لئے ایک روشن دان کا کام دے گی جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ نیک آدمی کے لئے جنت کی خوشبوئیں آتی ہیں اور ہوائیں آتی ہیں اور بُرے آدمی کے لئے جہنم کی گرمی محسوس ہوتی ہے، اور قبر کو فرمایا گیا کہ یا تو ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یا ایک گڑھا ہے جہنم کے گڑھوں میں سے، یعنی عالم غیب قبر میں منکشف ہو جائے گا گویا قبر ایک دروازہ ہے عالم غیب کے لئے۔

(۸) منکشف آں جہاں شود گرچہ دریں جہاں بود
زندگی دگر چنو ذرہ بذرہ مو بہ مو

تشریح: وہ جہاں بالکل واضح ہو جائے گا اگرچہ بظاہر قبر تو اسی جہاں میں ہوتی ہے اس جہاں کی زندگی اس پر واضح ہو جاتی ہے۔

(۹) مردن این طرف بوزیستن دگر طرف
روزن بازدید تو طبقہ بطبقہ تو بتو

تشریح: اس طرف کا مرنا اس طرف کا جینا ہے عالم آخرت کے تمام طبقات اس

پر کھل جاتے ہیں اور اس روشن دان سے نظر آجاتے ہیں جیسا کہ احادیث مسیں صاف مذکور ہے مشہور ہے کہ یہ راستہ آنکھ بند کرنے سے طے ہوتا ہے جو برزخی آدمی ہوتے ہیں ان پر عالم برزخ منکشف ہوتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۴۹ (سورۃ التوبہ:۴۹)

ترجمہ: ''اور جہنم گھیر رہی ہے کافروں کو یعنی یہ برے اعمال ہی جہنم ہے جنہوں نے ان کو گھیرا ہے۔''

بے شک جہنم احاطہ باندھے ہوئے ہے کفار کا کہ کفار کو جہنم حقیقتاً گھیرے ہوئے ہے۔ قیامت کے روز یہ زمین کا گولہ اٹھا دیا جائے گا نیچے سے جہنم نمودار ہو جائے گی، اسی واسطے مؤمن کو حکم دیا گیا ہے کہ تو اوپر کو پرواز کر اور ہلکا پھلکا ہوجا، حدیث شریف میں ہے کہ مؤمن کو کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا، رَتِّلْ وَارْتَقِ۔

(۱۰) تا نہ شکست صورتے جلوہ نزد حقیقتے

جب تک کہ ظاہری صورت نہیں ٹوٹتی اس وقت تک حقیقت جلوہ نما نہیں ہوتی مولانا رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

ہر بنائے کہنہ کہ آباداں کنند
اول آن بنیاد را ویراں کنند

جو پرانی عمارت کہ اس کو نئے سرے سے بناتے ہیں پہلے اس عمارت کو برباد کر دیتے ہیں۔ اس طرح اس دنیا کو توڑ پھوڑ دیا جائے گا، پھر اس میں سے آخرت نمودار کر دی جائے گی، جیسے کہ گٹھلی کو زمین میں دبا کر توڑ پھوڑ دیا جاتا ہے، اس میں سے کھجور کا درخت نمودار کر دیا جاتا ہے، حقیقی جہاں یعنی آخرت تب

نمودار ہوگی جب یہ جہاں فانی توڑ پھوڑ دیا جائے گا، لہٰذا قیامت کا آنا برحق ہے، وہ چونکہ رب العالمین ہیں وہ انسان کی تربیت اسی طرح کرتے ہیں عالم برزخ میں رکھ کر پھر عالم آخرت میں اس کو نمودار کریں گے۔ اسی واسطے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا کہ لوگوں کو اس کا یقین دلائیں کہ قیامت ضرور قائم ہوگی۔ یہ تقریر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہاول پور میں 1932ء میں فرمائی تھی، پھر میں نے یہ تقریر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سنائی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور تصدیق فرمائی، یہ 1942ء کا واقعہ ہے جب کہ میں حضرت کی خدمت میں ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں موجود تھا۔ اب تو نہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رہے جو ان سے استفادہ کیا جاتا اب کوئی نہیں رہا جو ایسی مشکل باتوں کو حل کرے، ایسا بلند اور باریک مسئلہ حضرت شاہ صاحب نے باتوں ہی باتوں میں حل کر کے رکھ دیا گویا عالم برزخ ہمارے سامنے ہے، وفات سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زیر مطالعہ اکثر مثنوی شریف ہوتی تھی، عموماً عالم ارواح اور عالم برزخ کی باتیں کیا کرتے تھے اور یہ تو اکثر فرماتے تھے کہ اب ہمارا آخری مرحلہ ہے کسی کو کیا معلوم تھا کہ اپنے وصال کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

میری قبر پر آ کر آواز دے دینا

بہاول پور سے چلتے وقت مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا اور مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ دوم مدرس تھے جامعہ عباسیہ کے، جب مقدمے کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو جائے تو میری قبر پر آ کر آواز دے دینا، ہم نے یہ بات سنی تو معمولی بات سمجھی، جب وصال ہو گیا تو پتہ چلا کہ یہ بھی اپنے وصال کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے کئی ماہ بعد مقدمہ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق

میں ہوا تو مولانا محمد صادق رحمہ اللہ نے حضرت کی وصیت کو پورا کرنے کے لئے دیو بند کا سفر کیا اور آپ رحمہ اللہ کی قبر مبارک پر روتے ہوئے آواز دی۔(۱) مولانا محمد صادق رحمہ اللہ کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت تھی اور حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری سے بیعت تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے دربار میں بالکل خاموش رہتے تھے ویسے بڑے فاضل تھے علوم مستحضر تھے۔

☆☆☆☆

احوال سفر بہاولپور بزبانی مولانا محمد صادق رحمہ اللہ

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا بہاول پور تشریف لے جانا مولانا محمد صادق رحمہ اللہ کی زبانی سنئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

شیخ الاسلام والمسلمین اسوۃ السلف وقدوۃ الخلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری قدس اللہ اسرارہم کی بلند ہستی کسی تعارف اور توصیف کی محتاج نہیں، آپ کو مرزائی فتنے کے ردو استیصال کی طرف خاص توجہ تھی، حضرت شیخ الجامعہ صاحب رحمہ اللہ کا خط شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں دیو بند پہنچا تو حضرت ڈابھیل تشریف لے جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اور سامان سفر باندھا جا چکا تھا مگر

---

(۱) مولانا محمد صادق رحمہ اللہ نے 1945ء میں دیو بند کا سفر کیا اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنے کا مقصد بیان کیا اور درخواست کی کہ کسی طالب علم کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی قبر کی نشاندہی کیلئے میرے ساتھ بھیج دیں، اس وقت میں وہاں موجود تھا، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے مجھے انکے ساتھ کر دیا۔ قبر پر پہنچ کر مولانا محمد صادق رحمہ اللہ پر رقت طاری ہو گئی اور انہوں نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو مقدمہ جیتنے کی خوشخبری دی۔

از (مولانا) مجاہد الحسینی (رحمہ اللہ) (علماء دیو بند صفحہ ۱۵۲)

مقدمہ کی اہمیت کو ملحوظ فرما کر ڈابھیل کی تیاری کو ملتوی فرمایا اور 19 اگست 1932ء کو بہاول پور کی سرزمین کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں پنجاب کے بعض علماء مولانا عبدالحنان رحمۃ اللہ علیہ خطیب آسٹریلیا مسجد لاہور و ناظم جمعیت علماء پنجاب مولانا محمد لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند مولانا محمد زکریا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم بھی تشریف لائے، ریاست بہاول پور اور ملحقہ علاقہ کے علماء وزائرین اس قدر جمع ہوئے کہ حضرت کی قیامگاہ پر بعض اوقات بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی تھی اور زائرین مصافحہ سے مشرف نہ ہوسکتے تھے، 25 اگست 1932ء کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بیان شروع ہوا عدالت کا کمرہ امراء ورؤساء ریاست وعلماء کی وجہ سے پُر تھا، عدالت کے بیرونی میدان میں دور تک زائرین کا اجتماع تھا، باوجودیکہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرصہ سے بیمار تھے اور جسم مبارک بہت ناتواں ہوچکا تھا مگر متواتر پانچ روز تک تقریباً پانچ پانچ گھنٹے یومیہ عدالت میں تشریف لاکر علم وعرفان کا دریا بہاتے رہے، مرزائیت کا کفر وارتداد، دجل وفریب کے تمام پہلو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن فرمائے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان ساطع البرہان میں مسئلہ ختم نبوت اور مرزائی کے اِدّعاء نبوت اور وحی مدعی نبوت کے کفر وارتداد کے متعلق جس قدر مواد جمع ہے اور ان مسائل وحقائق کی توضیح وتفصیل کے لئے جو ضمنی مباحث موجود ہیں شاید مرزائی نبوت کے رد میں اتنا علمی ذخیرہ کسی ضخیم کتاب میں یکجا نہیں ملے گا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان پر تبصرہ کرنا خاکسار کی فکر کی رسائی سے باہر ہے، ناظرین بہرہ اندوز[۱] ہوکر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ علیین میں مدارج بلند فرمادیں۔ آمین

---

(۱) فائدہ حاصل کرنا (خصوصاً علمی)

علماء اہلِ حدیث حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مداح

☆......علماء اہل حدیث میں سے جو چوٹی کے علماء ہیں وہ بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضل وکمال کے مداح تھے، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے جب قادیاں میں آپ کا بیان سنا تو فرمایا کہ اگر مجسم علم کسی کو دیکھنا ہو تو مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لے۔

دوم مولانا عبدالتواب ملتانی تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء اہلِ حدیث کے مجمع میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی کمالات اور بزرگی کا برملا اعتراف کیا، مولوی محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ نے اس مجمع میں کہا تھا کہ مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ تو حافظ حدیث ہیں، مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ متعدد بار ملاقات فرما کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے علمی استفادات فرماتے رہے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امرتسر تشریف لاتے رہے، علماء اہل حدیث احناف کی نسبت زیادہ سے زیادہ تعداد میں حضرت کی مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے اور اس کا اہتمام خصوصی رکھتے تھے۔

مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اخبار اہلحدیث میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ایک طویل مقالہ سپرد قلم کیا ہے اور اس میں اپنے درد دل کا اظہار کیا ہے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور علمی فضائل بیان کئے ہیں، اور محبت بھرے الفاظ میں متعدد ملاقاتوں کا ذکر کیا، اور یہ کہا کہ بے نظیر عالم دین رخصت ہو گیا۔

اور مصری علماء میں سے علامہ حضرت مولانا محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تانیب الخطیب'' اور متعدد رسائل اور مقالات الکوثری میں جگہ جگہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی تبحر کا برملا اعتراف کیا ہے، کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ سب تصانیف بندہ کے پاس موجود ہیں مقالات کوثری مدینہ منورہ سے بڑی کوشش کے بعد دستیاب

ہوئی، اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر ہیں، ''عقیدۃ الاسلام'' مع ''تحیۃ الاسلام'' کے جدید ایڈیشن سے مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقدمہ پڑھنا چاہئے ''نیل الفرقدین'' کی ''تانیب الخطیب'' میں بڑی ہی تعریف کی ہے۔

☆☆☆☆

مکتوب مولانا طاسین رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مولانا محمد طاسین رحمۃ اللہ علیہ آپ کا ہدیہ متبرکہ خطبات واکفار الملحدین دوعدد نسخے پہنچے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ مُبَارَکًا عَلَیْہِ۔

ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بہت زیادہ حمد پاکیزہ حمد جس میں برکت ہو اور جس کے اوپر برکت ہو ایسا حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔''

ہدیہ کیا تھا ایک نعمت غیر مترقبہ تھی جس پر آپ بہت شکریہ کے اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے اکفار الملحدین کا اردو ترجمہ کر کے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان عظیم فرمایا ہے، حضرت مولانا و مخدومنا شیخ المحدثین محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی شاید روح کتنی خوش ہوئی ہوگی اور مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے کتنے مدارج عالیہ بلند ہوئے ہوں گے، ان کے لئے یہ ترجمہ سرمایہ آخرت ہے اور تمام دنیا کے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان عظیم ہے اور آپ کو بھی اللہ تعالیٰ خوش رکھیں۔ مجلس علمی کیا ہے ایک خوان نعمت ہے جس کو آپ نے مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی نفع کے لئے بچھا رکھا ہے اور ہر وقت اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں دنیا

بھر کے مسلمانوں کے لئے تقسیم کرتے رہتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ: ''یہ سعادت بازو کے زور سے نہیں مل سکتی جب تک

بخشش کرنے والا اللہ تعالیٰ اپنا فضل و بخشش نہ کرے۔''

مولانا حاجی محمد صاحب سملکی ثم افریقی بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرف متوجہ کیا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ ان کے علوم کو کوئی اپنے لفظوں میں دنیا تک پہنچادے ''اکفار الملحدین'' تو دنیا بھر میں پہلی کتاب ہے جس میں اصول تکفیر مدون فرمائے گئے ہیں، گویا یہ کتاب حضرت کی ایک الہامی کتاب ہے، ''عقیدۃ الاسلام'' کو بھی آپ نے دوبارہ شائع کیا، اور ''تحیۃ الاسلام'' کو ساتھ ہی ملا دیا اس سے علماء کو بہت فائدہ ہوا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ خواہش تھی کہ ضرب الخاتم میں جو حوالے دیئے گئے ہیں اس کی عبارتیں مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے جمع کی تھیں وہ بھی اگر چھپ جائیں تو یہ بڑی خدمت ہوگی۔ ضرب الخاتم بڑی ضروری کتاب ہے جس کو علماء بھی کم سمجھتے ہیں، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جتنا ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ ضرب الخاتم کو سمجھے ہیں اتنا کوئی مولوی بھی نہیں سمجھا۔ اگر اس کے ساتھ حوالہ جات کی عبارتیں بھی شامل کردی جائیں تو یہ بہت بڑی خدمت ہوگی۔ خطبات کے شروع میں جو نماز سے متعلق آپ نے مضمون دیا ہے وہ بڑا ہی قیمتی ہے، آپ اگر سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کی بجائے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات شریفہ سے اقتباسات لیتے تو بہت اچھا ہوتا، کیونکہ حقیقت صلاۃ تک راستہ حاصل کرنے والے یہ ہی محقق علماء ربانی ہیں جو حقیقت

صلاۃ تک پہنچتے ہیں اور ان پر حقائق منکشف ہوتے ہیں۔

میں حج بیت اللہ کو گیا سے جنوری 1939ء کا واقعہ ہے (حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مئی 1933ء میں ہو گیا تھا یعنی ۳ صفر ۱۳۵۲ھ) یہ واقعہ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ کا ہے اس وقت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں تھے، جس دن میں بعد نماز مغرب ان کی زیارت کے لئے گیا وہ مُصلّٰی مالکی کے پاس بیٹھے تھے میرے ساتھ میاں جان محمد صاحب مطوف تھے، جب ملاقات ہوئی تو مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ تو نے کسی سے پڑھا اور تو کسی سے بیعت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حدیث تو حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اور بیعت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سے کی، اس پر حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے پھر فرمایا کہ جب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین میں تشریف لائے تو فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مشاہدہ کا حج کرایا میں نے جب کعبۃ اللہ کی دیواروں کو ہاتھ لگایا تو یوں محسوس ہوا کہ یہ دیواریں پتھر کی تو نہیں بلکہ نور کی دیواریں ہیں گویا تجلیات کعبہ ان پر منکشف کر دی گئیں، ان کے نورانی ہاتھ نور کی دیواروں کو محسوس کرنے لگے، پھر فرمایا جب میں روضہ مطہرہ پر مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور روضہ اقدس کی یہ دیواروں کو ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا کہ یہ دیواریں بھی نور کی بنی ہوئی ہیں۔

حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "انجاح الحاجہ" میں لکھا ہے کہ ...... أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ ...... یہ تو مشاہدہ ہے۔ اور ...... فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ...... یہ حضوری ہے اگر آدمی نماز طریقہ پر پڑھے اور ذکر اذکار بھی کرتا ہو حتیٰ کہ اس کو باری تعالیٰ روح کا ذکر نصیب کرتے ہیں تا آنکہ اس کا بال بال ذاکر ہو جائے تو اس کو حضوری نصیب ہو جاتی ہے، اگر روح کے ذکر کے بعد ذکر

سِرّ بھی نصیب ہو تو اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور اس میں استعداد بھی ہو تو مشاہدہ بھی نصیب ہو سکتا ہے، مگر اس میں محنت درکار ہے،

اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ اور اَلصَّلَاۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور اَلْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ۔

ترجمہ: ''نماز پڑھنے والا اللہ سے سرگوشی کرتا ہے۔''

اور

قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلَاۃِ۔

ترجمہ: ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''

احادیث کا مطلب اس پر کھل جاتا ہے، گویا علم تقلیدی سے نکل کر علم تحقیقی نصیب ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ایک دفعہ گنگوہ تشریف لے گئے تو فرمایا کہ حضرت میرے لئے دعا فرمائیں کہ مجھے نماز پڑھنی آجائے، سبحان اللہ کہ حضرت کو نماز ہی کا فکر رہا کہ نماز صحیح طریقے پر پڑھنا آجائے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے دعا کروائی، یہ بات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ نے کئی دفعہ فرمائی تھی۔

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں جب کانپور پڑھاتا تھا تو یہ معمول تھا کہ شعبان میں جب میں تھانہ بھون آتا تو گنج مراد آباد حضرت مولانا فضل رحمٰن رحمہ اللہ کی زیارت کر کے آتا، ایک دفعہ میں جب حاضر ہوا تو بیٹھتے ہی حضرت مولانا فضل رحمٰن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولانا یہ جو حدیث میں آتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ شَوْقًا اِلٰی لِقَائِکَ۔

ترجمہ: ''اے اللہ! مجھے اپنی ملاقات کا شوق عنایت فرما دیجئے۔''

شوق کا کیا مطلب ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت ہی فرمائیں مجھے تو

شوق کے معنی نہیں آتے، تو حضرت نے فرمایا شوق کے معنی ہیں تڑپ، یعنی اے اللہ! اپنے دیدار کی تڑپ عنایت فرما یعنی یہ غم لگا رہے کہ ہائے میں نے کچھ نہیں کیا، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

یہاں جو درخور توفیق غم پائے نہیں جاتے
انہیں رازِ درون پردہ سمجھائے نہیں جاتے

یعنی سارے غموں کو چھوڑ کر فقط ایک اس کے دیدار کا غم لگا رہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے، جو آخرت کا غم لگائے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے سارے غموں کے لئے کفایت کرتے ہیں، یہ بات کثرت ذکر سے پیدا ہوتی ہے کہ ذکر کی بھوک و پیاس لگی رہے اور ذکر اس کی خوراک بن جائے جیسے ملائکۃُ اللہ کی تسبیح باری تعالیٰ اور تقدیس غذا ہے بندہ بھی اگر اخلاص سے چلے اور محنت کرے تو باری تعالیٰ یہ بات نصیب فرماتے ہیں۔ ہمارے حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ فقط چائے کی ایک فنجان[1] پر روزہ رکھتے تھے اور سارا دن قرآن شریف پڑھتے رہتے حتیٰ کہ روزانہ کا قرآن شریف ختم کرنا معمول تھا، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن جرأت کرکے دریافت کیا کہ حضرت اتنی تو گرمی کے روزے ہیں اور آپ فقط ایک فنجان پر کفایت کرتے ہیں، فرمایا کہ الحمدللہ جنت کا ذائقہ آرہا ہے۔

میں نے حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ کی بھی زیارت کی ہے ہمارے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری چونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے شاگرد تھے، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ کو بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ سے بھی بڑی محبت تھی اکثر دیوبند تشریف لے جاتے تھے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ بھی

---

(۱) قہوہ والی چھوٹی پیالی یا کپ

رائے پور زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے یہ سفر دیو بند کا اس لئے کیا ہے کہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کو دارالعلوم دیو بند کا رکن بنانا ہے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ سے بھی بڑی ہی محبت تھی۔

حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کا دسترخواں بہت وسیع تھا حضرت رحمہ اللہ خود کچھ نہیں تناول فرماتے تھے، ایک دفعہ شوربے کے پیالے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر لقمہ منہ میں نہیں ڈالا، یہاں تک کہ دسترخوان اٹھالیا گیا، پھر رات بھر جاگنے کا معمول تھا۔

دیو بند کے بزرگوں میں یہ مشہور تھا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جب نماز پڑھتے ہیں تو ٹھیک بندہ بن کر کھڑے ہوتے ہیں، اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا اِتّقاء (۱) بہت ہی بڑھا ہوا تھا، ہمارے ایک استاذ تھے حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ رحمہ اللہ وہ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے، یہی اولیاء اللہ کی نشانی ہے، جیسا کہ روایات میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق نماز پڑھنا ثابت ہے، کم از کم میں نے تو اپنی ساری عمر میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جیسا نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت رحمہ اللہ کے چہرہ پاک سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی خشیت (۲) بہت ہے:

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ (سورۃ یونس: ۶۳)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے دوست وہ ہیں جو ایمان لاتے اور معاصی سے پرہیز کرتے ہیں، یعنی ایمان اور تقویٰ سے

---

(۱) تقویٰ، پرہیزگاری۔

(۲) (اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا) خوف

اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔"

اولیاء اللہ کے متعلق قرآن پاک میں فرمایا۔

فقط والسلام

بچوں کو دعوات، اور پیار

یہ خط حضرت مولانا طاسین رحمۃ اللہ علیہ کے نام جو شروع ہوا تھا یہاں ختم ہوتا ہے۔

☆☆☆☆

دورانِ سبق ظرافت

(حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) بعض اوقات سبق کے ضمن میں طلباء کا دل بہلانے کے لئے کوئی بات ظرافت کی کہہ دیتے تھے، ایک دفعہ بخاری شریف کے درس میں قصہ سنایا کہ دیوبند میں ایک شاعر صاحب تھے وہ فرماتے تھے کہ ہم بھی تصوف پر شعر کہتے ہیں مثلاً

الٹپٹی والنہرینا والاسترا

حجام تیرے شوق میں کفگیر لایا ساتھ

کسی نے کہا کہ شعر تو آپ نے خوب سنایا مگر اس میں تصوف کی کون سی بات ہے؟ دوسرے آدمی نے کہا کہ اجی اس میں الف لام تو تصوف کا ہے، اس پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت مسکراتے تھے، پھر فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ پہلے مصرع میں قضاء بھی ہونا چاہئے یعنی

الٹپٹی والنہرینا والاسترا قضا

تا کہ وزن درست رہے، پھر وہ شاعر صاحب فرمانے لگے کہ میں کیسا شاعر ہوں مجھ سے تو بیچارہ ذوق ہی اچھا تھا اس پر بہت مسکراتے تھے۔

☆......آپ کی نظمیں بہت ہیں بہت سے قصائد عربی و فارسی ہیں، بعض نظمیں ایسی ہیں جن کا ایک مصرع فارسی اور ایک عربی ہے، عموماً اشتیاقیہ نظمیں بہت ہیں جو اکثر مدینہ شریف کے راستے میں کہی ہیں کئی نظموں کا اور قصائد کا مجموعہ ہمارے پاس بھی ہے جو اگر موقع ملا تو شائع کیا جائے گا، ان شاء اللہ، آگے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔

☆......فرماتے تھے کہ میں نے شعروں پر کبھی وقت ضائع نہیں کیا جب کھانے پر بیٹھتا تھا تو پنسل اور کاغذ اپنے پاس رکھتا تھا ایک لقمہ کھایا اور ایک شعر کہہ لیا لکھ لیا پس ادھر کھانا ختم ہوا ادھر اشعار ختم ہوئے، مقامات حریری کی طرز پر آپ کی ایک کتاب تھی جس میں کئی ایک مقالے بے نقط تھے۔

☆......ایک دفعہ احقر (حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر ایک مسئلہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرماتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں خود ہی حاضر ہو جاتا، حضرت آپ نے کیوں تکلیف فرمائی، فرمایا کہ نہیں مجھے ہی آنا چاہیے تھا، اس طرح حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کئی بار تشریف لا کر مسائل کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ یہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بھی ابن ماجہ شریف اور طحاوی شریف اور موطا امام محمد وغیرہ میں استاذ ہیں، ان کو اجازت (حدیث) حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، اور اُن کو اجازت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہم کو اپنی اس سند کی بھی اجازت (حدیث) دی تھی۔

صحابی جن کا واقعہ

☆......حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بار حضرت شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ برادر تھے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے حجرے میں بیٹھے تھے کہ ایک سپاہی آیا کہ آپ کو بادشاہ سلامت نے بلایا ہے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً اٹھے اور اس سپاہی کی ساتھ چل دیئے، وہ سپاہی بجائے لال قلعہ جانے کے دہلی سے باہر پہاڑ گنج کی طرف گیا وہاں جا کر ایک غار کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ اس غار میں داخل ہو، جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس غار میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جنات کا ایک بہت بڑا مجمع ہے اور جنات کا بادشاہ بیٹھا ہے اور اس کے دائیں جانب ایک بہت بوڑھا جن بیٹھا ہے اور بادشاہ کے سامنے ایک مردہ لٹایا ہوا ہے، اور ایک مرد اور ایک عورت وہاں کھڑے ہیں انہوں نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس آدمی نے ہمارے اس بیٹے کو قتل کر دیا ہے، ہمیں قصاص دلوانا چاہئے، حضرت شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے قصاص نہیں لے سکتے کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے اپنی پوشش بدل دی اگر اس کو کوئی آدمی غلط فہمی سے مار ڈالے تو اس مارنے والے سے قصاص نہیں لے سکتے۔

بادشاہ نے اس جن سے جو اس کے دائیں جانب بیٹھا تھا پوچھا کہ کیا یہ حدیث ہے تو اس نے کہا کہ ہاں یہ حدیث ہی ہے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی تھی تو میں اس وقت دربار میں حاضر تھا میں نے اپنے کانوں سے اس حدیث کو سنا ہے۔

حضرت شاہ اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ نے پھر مجھے یہ حدیث سن کر رہا کر دیا اور مجھ سے قصاص نہیں لیا۔ مجھ کو اپنے رہا ہونے کی اتنی خوشی نہیں

ہوئی جتنی خوشی کہ مجھے اس صحابی جن رضی اللہ عنہ کے دیکھنے سے ہوئی، پھر شاہ اہل اللہ رحمہ اللہ نے ان صحابی جن رضی اللہ عنہ سے وہی حدیث سنی اور تابعی ہو کر واپس آئے، اُس صحابی جنّ کا نام شاہورش رضی اللہ عنہ تھا، یہ واقعہ ۱۳۳۸ھ میں ہمیں حدیث ترمذی شریف کے درس میں حضرت انور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے سنایا تھا۔

☆☆☆☆

جمع الفوائد ہندوستان کیسے پہنچی

ظفر (یعنی بہادر شاہ ظفر دلی کے بادشاہ) کے اس شعر کو بہت پسند کرتے تھے:

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا، گو ہو کیسا ہی صاحب فہم وذکاء
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

☆......جب مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ نے جمع الفوائد کے شائع کرنے کا ارادہ فرمایا تو میرٹھ میں بہت سے حضرات کا اجتماع کیا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ بھی تھانہ بھون سے تشریف لے گئے حضرت سہارن پوری رحمہ اللہ بھی سب کے سب حاضر تھے، دیوبند سے بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تھے، سب نے تجویز کیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ابتداء کریں، تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ آیت مبارکہ لکھ کر دی کہ اسے ٹائپ کر کے دکھاؤ:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ (سورۃ الفتح:۱)

ترجمہ: ”بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔“

ماشاءاللہ ٹائپ بہت اچھا آیا سب حضرات بہت خوش ہوئے۔

مولانا عاشق الٰہی رحمہ اللہ نے دمشق جا کر حضرت مولانا بدرالدین محدث

کے فرمانے پر دمشق سے ستر میل ایک گاؤں میں جا کر یہ کتاب۔ یعنی جمع الفوائد حاصل کی اور بڑی کوشش سے ہندوستان لائے پھر بڑے ہی اہتمام سے اس کتاب کو شائع کیا، اس کتاب میں حدیث کی چودہ کتابوں کی حدیثیں جمع ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا سارا کتب خانہ مدرسہ کی ملک کر دیا تھا مگر یہ کتاب اپنے پاس رکھی تھی۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں عاشق الٰہی تھے۔

☆☆☆☆

برکت اسماء الحسنٰی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جب کوئی کام دینی یا دنیوی شروع کیا جائے تو اس کے لئے اول یہ ضروری ہے کہ اس کا سامان سارے کا سارا مہیا کیا جائے، پس کلمہ اللہ کا اس کا متکفّل (۱) ہے کیوں کہ یہ عَلم ہے اس ذات پاک کا جو مجتمع لجمیع (۲) صفات کمال ہے، پھر اس کام کے پورا ہونے تک وہ سامان باقی بھی رہے اس کا رحمٰن کا کلمہ متکفل ہوا یعنی بقاء عالم اس کلمہ کے ساتھ مربوط ہے۔ تیسرے پایا جانا فائدہ اس کام کا، اور یہ صفت رحیمی کا کام ہے کہ اپنی رحمت سے محنت بندوں کی برباد نہیں کرتا، چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین جامع الادیان ہے اس لئے تسمیہ میں یہ تمام نام جمع فرمائے گئے۔ عربوں کے ہاں تو کلمہ اللہ کا مشہور تھا (بنی اسماعیل میں) بنی اسرائیل میں لفظ رحمٰن مشہور تھا:

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدۡعُوۡا فَلَہٗ

(۱) کفالت کرنے والا، ذمہ دار

(۲) تمام کا مجموعہ

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ (سورۃ الاسراء:۱۱۰)

ترجمہ: ’’میرے حبیب کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر پکارو جو کہہ کر پکارو گے سو اسی کے ہیں سب نام اچھے۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ اور رحمان ایک ہی ذات کے دو نام ہیں صفات کے تعدد سے ذات کا تعدد لازم نہیں آتا۔

قرآن عزیز نے دونوں اسماء کو جوڑ دیا کہ جو اسم بھی پکارو سب اسماء حسنی ہیں، پہلے عرب یوں کہتے تھے......وما لرحمٰن ......رسول اللہ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوا تھا، پھر قبلہ تا قیامت کعبہ شریفہ ہوگیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل میں سے ہیں جب کہ دوبارہ تشریف لائیں گے تو کعبہ شریفہ ہی کا رخ کریں گے اور حج بھی کریں گے یعنی شریعت محمدیہ ﷺ پر عمل درآمد کریں گے، یہ اس طرف اشارہ ہوگا کہ سب ادیان ایک ہو گئے اور محمد رسول اللہ ﷺ ہی خاتم الانبیاء ہیں یہ عملی طور پر ثابت فرمادیں گے۔ بزرگان دین نے ان اسماء(۱) کا ورد کرنا فرمایا ہے تا کہ ان کی برکت سے دینی و دنیاوی نعمتیں ملتی رہیں۔

☆☆☆☆

سورۃ الفاتحہ کی تفسیر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

’’سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔‘‘

(فائدہ) بسم اللہ شریف اگرچہ فاتحہ کا جزو نہیں لیکن قرآن کا جزو ضرور ہے اور اس کا پڑھنا شروع رکعت میں اکثر کے نزدیک واجب ہے، زیلعی شرح کنز اور زاہدی

(۱) یا اللہ یا رحمان یا رحیم

نے حسن مجتبیٰ سے نقل کیا ہے کہ یہی صحیح روایت ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابن وہبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منظومہ میں فرمایا ہے:

وَلَوْ لَمْ يُبَسْمِلْ سَاهِيًا كُلَّ رَكْعَةٍ
فَيَسْجُدُ إِذْ إِيْجَابُهَا قَالَ الْأَكْثَرُ

ترجمہ: ''اگر کوئی کسی بھی رکعت میں بھول کر بسم اللہ نہ پڑھے تو وہ سجدہ سہو کر لے کیونکہ اکثر کے نزدیک یہ واجب ہے۔''

کبیری میں بھی لکھا ہے کہ یہی احوط ہے۔(ص ۲۶۷ مطبع نعمانیہ کوئٹہ) (۱)

سورہ فاتحہ مکیہ ہے یہاں حمد پر الف لام استغراق کا ہے، یعنی سب افراد حمد کے اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جناب باری تعالیٰ عزاسمہ نے اپنی حمد ذات پاک کے ساتھ مخصوص فرما کر بعد میں اس کی تین صفات علی الترتیب ذکر فرمائی:

(۱) تربیت (۲) رحمت (۳) جزا

اس لئے کہ کوئی کسی کی تعریف جب کرتا ہے یا تو اس کے احسانات سابقہ اس کے مدِّ نظر ہوتے ہیں یا زمانہ حال میں اس پر احسان کرتا ہے یا آئندہ کو امید ہوتی ہے کہ مجھ پر احسان کرے گا۔

باری تعالیٰ فرماتے ہیں جو بندے صفت وثنا کریں وہ اس واسطے بھی ہے کہ میں نے ان پر بے شمار نعمتیں پہلے عطا کی ہیں کہ صفت ربوبیت کی رکھتا ہوں ان کو پیدا کرنا اور تربیت ظاہری اور باطنی کرنا اور جو نظر اس پر کریں کہ اس کی نعمتیں بے شمار فی الحال موجود ہیں کہ رحمٰن ورحیم ہوں۔ اور اگر دور اندیشی کا طریق اختیار

(۱) فتویٰ اس پر ہے کہ بسم اللہ سنت مؤکدہ ہے لہٰذا ترک ہونے پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۷ طبع رشیدیہ کوئٹہ

کریں تو بھی میں مستحق حمد ہوں کہ جزا بھی میری طرف سے ملے گی، غرض ہر جوڑ کی عبادت الگ الگ ہے، مثلاً دل کی عبادت یہ ہے کہ جو عقائد انبیاء کرام علیہم السلام لائے ہیں ان پر یقین کرنا اور حق مان لینا اور اس پر دوام کر لینا، روح کی عبادت یہ ہے کہ اس کے مشاہدہ میں غرق رہنا اور اس کے مراقبہ میں آرام پانا، اور سر کی عبادت یہ کہ اس کی معرفت میں ڈوبا رہنا حتیٰ کہ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ نصیب ہو جائے، غرض عبادت کی حقیقت یہ کہ اس کی مرضیات میں غایت تذلل کے ساتھ اپنے تمام اعضاء اور ظاہری باطنی قوتوں کو لگائے رکھے اور ایک دم بھر کے لئے غافل نہ ہو۔

مسلم ج ۱ ص ۱۶۹ میں ہے کہ جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے تو ادھر سے ارشاد ہوتا ہے:

حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ۔

ترجمہ: ”میرے بندے نے میری تعریف کی۔“

اور الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے:

اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ۔

ترجمہ: ”میرے بندے نے میری ثنا پڑھی۔“

جب ”مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ“ کہتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے:

مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ۔

ترجمہ: ”میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔“

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ جب کہتا ہے تو فرماتے ہیں:

هٰذَا بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ۔

ترجمہ: ”یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان (آدھا

آدھا) ہے اور میرے بندے کو ملے گا جو وہ سوال کرے گا۔"

اور جب اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ﴿۷﴾ کہتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے:

هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ۔

ترجمہ: "یہ میرے بندے کا حق ہے اور میرے بندے کو وہ سبھی ملے گا جو اس نے سوال کیا۔"

حدیث کے شروع میں ہے:

قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ۔

ترجمہ: "میں نے سورۃ فاتحہ کو تقسیم کیا ہے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان۔"

یہاں پر صلاۃ بمعنی سورۃ فاتحہ، حدیث بخاری میں یوں بھی وارد ہے:

وَاِذَا قَالَ الْاِمَامُ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، فَقُوْلُوْا: آمِيْنَ۔

ترجمہ: "اور جب امام کہے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تو تم آمین کو۔"

معلوم ہوا کہ الحمد شریف پڑھنا حق امام کا ہے مقتدی کا حق صرف آمین کہنا ہے۔ جیسے:

وَاِذَا قَالَ الْاِمَامُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ۔

ترجمہ: "جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ پڑھے تو تم رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ پڑھو۔

سو اس کو آہستہ ہی کہتے ہیں آمین بھی آہستہ ہی کہنا چاہئے، آمین کے معنی اے اللہ تو قبول فرمالے۔ (اِسۡتَجِبۡ)

أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ۔

ترجمہ: ''جن پر تو نے انعام کیا۔''

چار قسم کے گروہ ہیں انبیاء، صدیقین، شہداء صالحین، یعنی آخرت میں ان کے ساتھ حشر فرما۔ عوام کو چاہئے کہ صالحین کی صحبت اختیار کریں اور ان کے سینوں سے انوار لیتے رہیں ان کا طریق اختیار کرلیں، صالحین بسبب کمال متابعت کے اپنے ظاہر کو گناہوں سے پاک رکھتے ہیں اور اپنے باطن کو اعتقادات فاسدہ اور اَخلاق رذیلہ (۱) سے دور رکھتے ہیں اور یادِ حق میں ایسا لگ جاتے ہیں کہ دوسری طرف توجہ کرنے کی گنجائش ہی ان میں نہیں رہتی تا آنکہ باری تعالیٰ ان کو پھر دوسری جانب سے محفوظ فرمالیتا ہے:

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ۝ (سورۃ یونس: ۶۳)

ترجمہ: ''جو ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کریں۔''

اور شہداء وہ حضرات ہیں کہ ان کے قلوب مشاہدات حق میں اور تجلیات میں مُستغرق (۲) ہوتے ہیں اور جو کچھ انبیاء کرام علیہم السلام نے پہنچایا ہے دل ان کے اسی شان سے قبول کرلیتے ہیں، گویا دیکھتے ہیں اسی واسطے راہ حق میں جان دے دینا ان کے لئے آسان کام ہوتا ہے۔ اور صدیق وہ ہیں کہ قوت نظریہ ان کی انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح کامل ہوتی ہے، اور ابتداء عمر سے جھوٹ بولنے اور دورنگی سے دور رہتے ہیں امور دین میں بالکل اللہ تعالیٰ کے واسطے لگے رہتے ہیں خواہش نفس

---

(۱) بُرے اخلاق (ظاہری و باطنی)

(۲) ڈوبا ہوا، محو ہو جانا۔

کو ہرگز ہرگز دخل نہیں ہوتا،صدیق کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ارادہ میں تردد بالکل نہیں ہوتا،انبیاء کرام علیہم السلام وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی تربیت براہ راست باری تعالیٰ عزاسمہ فرماتے ہیں کہ نور پاک کی تاثیر ان میں ایسی کامل ہوتی ہے کہ مطلقاً غلطی اور شبہ ان کے معلومات میں راہ نہیں پاتے ان کو اللہ تعالیٰ معصوم اور محفوظ رکھتا ہے، لہٰذا لوگوں پر واجب ہے کہ بے تفتیش وجہ کے انبیاء کرام علیہم السلام کے لائے ہوئے احکام مان لیں،انبیاء کرام علیہم السلام پر اعتراض کرنا یہود نے شروع کیا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ

ترجمہ: ’’ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔‘‘

گو ظاہر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد میں تشریف لائے لیکن باطن میں آپ کی ہدایت سابقین انبیاء کرام علیہم السلام میں سرایت کرتی رہی۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰىھُمُ اقْتَدِہْ ۔ (سورۃ الانعام:۹۰)

ترجمہ: ’’یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی انہی کے طریقے پر چلیے۔‘‘

یعنی ان کی ہدایت بھی آپ ہی کی ہدایت ہے جو ان کے باطن میں سرایت کر گئی،تو جب آپ ان کی ہدایت پر چلیں گے تو یہ درحقیقت ان کا ہدایت پانا آپ کی ہدایت سے ہوا،کیوں کہ آپ کو اولیت باطناً حاصل ہے اور ظاہراً آخریت ہے،ورنہ بِھِمُ اقْتَدِہْ ہوتا،اور حدیث:

کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔

ترجمہ: ’’میں نبی تھا اور سیدنا آدم علیہ السلام ابھی تک کیچڑ اور پانی میں تھے۔‘‘

نصوص اسی طرف مشیر ہیں کہ جو متقدم نبی ہوئے ہیں وہ اپنی بعثت میں

آپ ہی کے نائب ہوئے ہیں، بردانامل والی حدیث بھی اسی کی مؤید ہے۔ فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ سے مراد انبیاء ہی ہیں جو اول ظہور پذیر ہوئے (ایسے ہی آخرین سے مراد وہ انبیاء کرام علیہم السلام جو بہ نسبت اولین کے بعد میں آئے) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل ہی تشریف لائے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد شریف کے ظہور سے متقدم تھے۔ (الیواقیت ج ۲ ص ۱۸)

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔

ترجمہ: ''راہ بتلائی ہے ڈرنے والوں کو یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں تو ڈرنے والوں کو راستہ بتلاتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ تقویٰ کا اطلاق معانی مُتفاوِتہ[1] پر ہوتا ہے کبھی ایمان کے معنوں میں آتا ہے:

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى۔ (سورۃ الفتح:۲۶)

ترجمہ: ''اور ان کے ساتھ تقویٰ کا کلمہ چمٹا دیا۔''

کبھی توبہ کے معنی دیتا ہے مثلاً:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا۔ (سورۃ الاعراف:۹۶)

ترجمہ: ''اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرے۔''

کبھی طاعت کے معنوں میں آیا ہے، مثلاً:

اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝۲ (سورۃ النحل:۲)

ترجمہ: ''ان کو اس بات سے ڈراؤ کہ میرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں پس مجھ سے ڈرو۔''

---

(۱) جدا، مختلف۔

کبھی ترک گناہ پر بولا گیا ہے مثلاً:

وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۸۹)

ترجمہ: ''گھروں کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔''

کبھی اخلاص کے معنی میں آتا ہے:

فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (سورۃ الحج:۳۲) (فتح العزیز)

ترجمہ: ''شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کا تقویٰ ہے۔''

آیات واحادیث کی بعض تطبیقات

الٓمّٓ یہ حروف مُقطّعات کہلاتے ہیں، ان سے کیا مراد ہے ہمیں اس کا مکلّف نہیں بنایا گیا، بس ہم ایمان لاتے ہیں کہ یہ بھی کلام ربانی ہے ایک راز ہے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان...... ذٰلِكَ الْكِتٰبُ...... یہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی عظمت کی طرف اشارہ ہے...... لَا رَيْبَ فِيْهِ...... اس کے برحق اور اللہ کا کلام ہونے میں کوئی شک نہیں، کیوں کہ کھلا عام اور دائمی چیلنج کیا گیا کہ اگر تمھیں ریب ہے تو اس طرح کا کلام بنالاؤ یا کم از کم دس سورتیں ہی بنالاؤ، کم از کم ایک ہی سورت بنالاؤ، تم بھی اہل لسان ہو عرب ہو مکہ معظّمہ کے رہنے والے ہو عرب العرباء ہو، مگر بحمد اللہ آج تک کوئی نہ لاسکا یا تو اس کی مثل لاؤ یا پھر جب مقابلہ کی تاب نہیں تو اس پر ایمان لاؤ۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ...... یہ قرآن ہادی ہے متقین کے لئے، یعنی جو پرہیز کرتے ہیں انہیں اس قرآن سے فائدہ پہنچتا ہے اس کی ہادی ہونے میں تو کچھ شک نہیں لیکن جو اس پر عمل کرے گا اس کے حرام کو حرام سمجھے گا اور حلال کو حلال یقین کرے گا ممنوعات سے پرہیز کرے گا وہی شفایاب ہوگا، ورنہ نسخے کے تو شافی

ہونے میں کوئی شبہ ہے ہی نہیں۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (سورۃ البقرہ)......یعنی جو لوگ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور باری تعالیٰ کو ذات، صفات اور افعال میں یکتا یقین کرتے ہیں، حالانکہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا فقط محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتماد کرتے ہوئے یقین کرلیا یہی ایمان بالغیب ہے تمام ثواب اور عقاب یہ سب امورِ غیبیہ ہی ہیں۔

ایمان کے معنی لغت میں گرویدن، باور کردن اور اصطلاح میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اعتماد پر جو کچھ باری تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں یقین کرلینا اور مان لینا ایمان کہلاتا ہے۔ کفر کے معنی مکر جانا یعنی منکر ہو جانا، یعنی جو امور انبیاء کرام علیہم السلام باری تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان کے سچ ہونے میں شبہے نکالنا یا تکذیب کرنا کفر کہلاتا ہے۔

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ......اور نماز قائم کرتے ہیں یعنی نماز کے فرائض واجبات وشرائط سنن مستحبات کا لحاظ رکھتے ہوئے اس پر دوام کرتے ہیں یعنی پوری اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ......جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ بھی کرتے ہیں یعنی مال میں غرباء کا بھی حق یقین کرتے ہیں۔

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ (سورۃ الذّاریات:۱۹)

ترجمہ: ”اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں کا اور نہ مانگنے والوں کا حق ہے۔“

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

(سورۃ البقرۃ:۴)

ترجمہ: ”اور وہ لوگ جو اس وحی پر بھی ایمان لاتے ہیں جو

آپ پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اتاری گئی۔"

یہ متقی لوگوں کا ہی تفصیلی حال ہے مومنین اہل کتاب ہی ضروری نہیں کہ اس سے مراد ہوں، چنانچہ فرماتے ہیں:

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ (سورة آل عمران:۸۴)

ترجمہ: "کہہ دیجئے ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو کچھ اترا ہم پر اور جو کچھ اترا ابراہیم علیہ السلام پر اور اسماعیل علیہ السلام پر اور اسحاق علیہ السلام پر اور یعقوب علیہ السلام پر اور اس کی اولاد پر اور ملا موسیٰ علیہ السلام کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو اور جو ملا سب نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ہم جدا نہیں کرتے ان میں کسی کو اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔"

اور پارہ اول کے رکوع آخری میں بھی آیا ہے:

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ (سورة بقره:۱۳۶)

ترجمہ: "تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اُترا ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ علیہ السلام کو اور

عیسیٰ علیہ السلام اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے۔"

اور سورۃ البقرۃ کے آخری رکوع میں یہ بھی آیا ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ (سورۃ البقرۃ: ۲۸۵)

ترجمہ: "مان لیا رسول نے جو کچھ اتارا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو، کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے۔"

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ: ۵)

ترجمہ: "یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔"

یعنی یہی لوگ ہیں جن کو اپنے رب کی طرف سے ہدایت مل گئی اور آخرت میں کامیاب ہوں گے۔

ایمان کی تحقیق کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فتح العزیز میں فرمایا کہ ایمان کا ایک تو وجود ذہنی ہے دوسرا وجود عینی تیسرا وجود لفظی، وجود عینی تو ایک نور کی اصل ہے جو حجاب رفع ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے، جب بندہ مؤمن میں اور اس کے رب تعالیٰ شانہ میں حجاب رفع ہو جاتا ہے یہی نور جس کو

(درج ذیل آیات میں فرمایا ہے):

كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط (سورۃ النور:۳۵)

ترجمہ: ''مثال اس کے نور کی جیسے ایک طاق ہو اس میں ایک چراغ ہو۔''

اور

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط (سورۃ البقرۃ:۲۵۷)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ مددگار ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف۔''

جب حجاب رفع ہوتا ہے اور ایمان قوت پکڑتا ہے اور اوج کمال کو پہنچتا ہے تو وہ نور پھیل کر تمام اعضاء کو گھیر لیتا ہے، پھر پہلے تو انشراح صدر حاصل ہوتا ہے اور حقائق اشیاء پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر حقائق ہر شئی کی متجلّٰی ہوتی ہیں ہر ایک شئی کو اپنے مقام پر جلوہ گر پاتا ہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کا صدق جن اشیاء کی اطلاع انبیاء کرام علیہم السلام نے دی ہے تفصیلی طور پر اس پر منکشف ہوتے ہیں، اور اوامر و نواہی کے موافق حکم الٰہی پر عامل ہوتا ہے اس حال میں خصائل حمیدہ(۱) اَخلاق فاضلہ(۲) پیدا ہوتے ہیں اور اعمال صالحہ انوار معرفت کے ساتھ مل کر ایک عجیب روشنی پیدا کرتے ہیں:

يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط (سورۃ النور:۳۵)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ راہ دکھلا دیتا ہے اپنی روشنی کی طرف۔''

---

(۱) اچھی عادتیں

(۲) اچھے اخلاق (ظاہری و باطنی)

اور وجود ذہنی ایمان کا دو مرتبے رکھتا ہے، اول کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی کا انکشاف جس کو گرویدن اور باور کردن بھی کہتے ہیں اس کا نام تصدیق اجمالی ہے، دوم ہر شئ کا تفصیلی طور پر منکشف ہونا اور جوار تباط[1] ان میں ہے اس کو بھی لحاظ رکھنا۔

اور ایمان کا وجود لفظی شریعت کی اصطلاح میں کلمہ شہادتین کا اقرار ہے اور کلمات اس کلمہ طیبہ کو زبان سے جاری کرنا۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ...... یعنی جو لوگ کافر ہوئے اور کفر پر ہی مر گئے اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص آخری عمر میں ایمان لایا اور ایمان پر خاتمہ ہوا تو وہ مومن ہے اسی طرح کسی (مؤمن) کو کافر نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اس کا خاتمہ کفر پر نہ ہو جائے۔ کفر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے سے ہی انکار کر دے، اور معنی انکار کے نہ ماننا ہے خواہ اس کی حقیقت پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ ...... یعنی ان کے دلوں پر مہر کر دی اللہ تعالیٰ نے اور ان کے کانوں پر بھی مہر ہے جیسا کہ

وَّخَتَمَ عَلٰی سَمۡعِہٖ وَقَلۡبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ؕ
(سورۃ الجاثیہ: ۲۳)

ترجمہ: ”اور ان کے کانوں پر مہر لگایا اور ان کے دلوں پر مہر لگایا اور ان کے آنکھوں پر پردے لٹکائے۔“

کہ استدلال دوسروں کا بھی نہیں سنتے اور ان کی بینائیوں پر پردہ پڑا ہوا ہے کہ بالکل دیکھنے نہیں دیتا، دل اور کان پر مہر کا ذکر کیا اور بینائیوں پر پردہ لٹکانا

---

(۱) ربط، تعلق۔

ذکر فرمایا، اس کا سبب یہ کہ یہ چیز مدرکات کو باہر سے اندر کی طرف لاتی ہیں، آنکھ پر پردہ کا ذکر اس لئے کیا کہ پردہ آنکھ کا شعاع کو باہر نکلنے سے روکتا ہے، اور وہی منشاء رؤیت کا ہے، اور عُقلاء کا قاعدہ ہے کہ باہر کی چیزوں کے اندر آنے سے روکنے کے لئے مہر کرتے ہیں اور اندر کی چیزوں کو روکنے کے لئے پردہ ڈالتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ...... یعنی یہ دعویٰ دونوں علموں کا کرتے ہیں علم توحید اور علم معاد کا یہی دو علم اصل دین ہیں، پس کہتے ہیں کہ ہم نہ تو مشرک ہیں نہ محجوب حق سے ہیں، حالانکہ ایمان ان کی ذات سے مسلوب ہے کسی وقت نصیب نہ ہوگا، ان کو منافق کہتے ہیں، نفاق کی کئی اقسام ہیں جیسے احادیث میں مروی ہیں۔

قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ (سورۃ البقرۃ:۲۵)

ترجمہ: ”تو کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے۔“

یعنی جزا در حقیقت مجزی علیہ کے ظہور ہی کو دوسری شکل میں کہتے ہیں یعنی وہ اعمال ہی ہوں گے جو ثمرات کی اشکال میں نمودار ہوں گے۔

ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ (سورۃ العنکبوت:۵۵)

ترجمہ: ”تم چکھو وہ جو تم عمل کرتے تھے۔“

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ (سورۃ الزلزال:۷)

ترجمہ: ”پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔“

دانہ خلاف تخم نے ہر چہ بود ز جبر و قدر
آنچہ کہ کشتہ در و حنطہ بہ حنطہ جو ز جو

”خواہ کوئی اپنے آپ کو مجبور سمجھے یا قادر مطلق سمجھے بہر حال

غلہ وہی ہوتا ہے جیسا بیج ڈالتے ہیں۔ جو کچھ تو نے بویا ہے
اسی کو کاٹ لے اگر گندم بوتے ہیں تو گندم کاٹ لے اور اگر
جَو بوتے ہیں تو جو کاٹ لے۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں معنی تنزیہی نے دنیا میں تو لباس کلمات طیبات کا پہن لیا آخرت میں یہی اعمال صالحات اور کلمات طیبات ثمرات اور اشجار کا لباس پہن لیں گے جیسے حدیث میں ہے کہ ایک نہایت ہی جمیل آدمی قبر والے کو مانوس کرنے کے لئے پاس رہے گا وہ نیک عمل ہی اس شکل میں ہوگا معانی متجسد ہو جائیں گے۔

یَآَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا...... مخفی نہ رہے کہ باری تعالیٰ نے ان آیات میں پانچ نعمتیں جو دلائل توحید کے ہیں بیان فرمائیں:

اول: انسان کی پیدائش۔

دوم: پیدائش انکے باپ دادوں کی، ان دونوں نعمتوں کو ایک جگہ فرمایا۔

سوم: پیدائش زمین کی۔

چہارم: وہ نعمت جو دونوں سے حاصل ہوئی کہ آسمان سے پانی برسا اور زمین سے غلے، پھل جو مخلوق کی غذا ہے۔ ان تینوں نعمتوں کو یکجا لائے وجہ یہ ہے کہ پہلی دو نعمتیں نفس سے متعلق ہیں اور تینوں جسمانی ہیں، پہلی نعمتوں کو مقدم اس لئے رکھا کہ انسان کو سب سے زیادہ قرب اپنے نفس سے ہوتا ہے پھر اپنے اصول اقرباء ماں باپ وغیرہما سے، پھر زمین جو جگہ انسان کے رہنے کی ہے، پھر جب نظر اٹھاتے ہیں آسمان کو دیکھتے ہیں پھر وہ چیز ذکر فرمائی جو مجموعہ ان دونوں صحن اور چھت سے پیدا ہوتی ہے یعنی بارش، پس جیسا کہ ان انعامات کا دینے والا فقط باری تعالیٰ ہی ہے کوئی اس کا شریک سہیم نہیں لہٰذا شکر میں اسی ہی کو مخصوص کر و کسی

چیز کو عبادت میں شریک نہ ٹھہراؤ چہ جائیکہ اس کا شریک الٰہیت میں اور اس کی صفات کمال میں ہو۔

قولہ تعالیٰ:

اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ۪ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ۔ (سورۃ البقرۃ:۲۷)

ترجمہ: "جو توڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے معاہدہ کو مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ملانے کا۔"

شریعت کے عرف میں ایمان تصدیق کو کہتے ہیں یعنی گرویدن باور کردن، جو چیزیں کہ بالیقین معلوم ہیں کہ دین محمدی ﷺ سے ہیں اس لئے کہ ایمان کو قرآن میں جابجا دل کے کام سے تعبیر فرمایا گیا ہے چنانچہ

وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔ (سورۃ النحل:۱۰۶)

ترجمہ: "اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔"

كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ۔ (سورۃ المجادلہ:۲۲)

ترجمہ: "ان کی دلوں میں ایمان لکھ لیا۔"

وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ (سورۃ الحجرات:۱۴)

ترجمہ: "ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔"

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ دل کا کام یہی تصدیق ہی ہے اور بس، نیز ایمان کو عمل صالح کے ساتھ مقرون فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ (سورۃ الرعد:۲۹)

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔"

اور معاصی کے ساتھ بھی ذکر فرمایا چنانچہ

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا۔ (سورۃ الحجرات:۹)

ترجمہ: ''اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں۔''

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا ۔ (سورۃ الانفال:۷۲)

ترجمہ: ''اور جو ایمان لایا اور ہجرت نہیں کی۔''

پس معلوم ہوا کہ اعمال نیک کو ایمان میں دخل نہیں نہ اعمال بد سے ایمان درہم برہم ہوتا ہے اور اقرار محض کی بھی بلا تصدیق مذمت کی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝ (سورۃ البقرۃ:۸)

ترجمہ: ''اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت پر وہ ہرگز مؤمن نہیں یعنی دل سے ایمان نہیں لائے صرف زبان سے فریب دینے کے لئے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔''

پس معلوم ہوا کہ اقرار محض تو ایمان کی حکایت ہے، اگر محکی عنہ [1] کے مطابق ہو تو معتبر ہے ورنہ کچھ نہیں، محکی عنہ تو تصدیق ہی ہے۔

تحقیق مقام اس جگہ یوں ہے کہ جس طرح ہر چیز کا تین طرح کا وجود ہے ایمان کا بھی تین طرح کا وجود ہے ایک لفظی، دوم ذہنی، سوم عینی، وجود عینی تو اصل ہے، باقی وجود اس کے تابع ہیں، ایمان کا وجود عینی تو وہ نور ہے جو دل میں حاصل ہوتا ہے اور اس کے سبب سے تمام پردے بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْحَقِّ [2] رفع

(۱) جس بات کی طرف حوالہ دیا گیا ہو۔ (مروی عنہ)

(۲) اس کے اور حق کے درمیان۔

ہو جاتے ہیں۔

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (سورۃ النور:۳۵)

ترجمہ: ''(اللہ تعالیٰ کی) روشنی کی مثال جیسے ایک طاق ہو اس میں چراغ ہو۔''

میں تمثیل مکمل فرمائی گئی۔ چنانچہ

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (سورۃ البقرۃ:۲۵۷)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ مددگار ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے نور کی طرف۔''

اس کا سبب بیان فرمایا کہ یہ نور، انوار محسوسہ کی طرح قوت وضعف، اشتداد وانتقاص قبول کرتا ہے، چنانچہ آیت:

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔ (سورۃ الانفال:۲)

ترجمہ: ''جب پڑھا جاتا ہے ان پر اس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان۔''

اس کی زیادتی کا طریقہ یہ ہے کہ جوں جوں حجاب مُرتفع(۱) ہوتا جاتا ہے وہ نور زیادہ ہوتا جاتا ہے اور ایمان قوت پکڑتا ہے تاآنکہ اوجِ کمال تک پہنچ جاتا ہے اور خوب پھیل جاتا ہے اور جمیع قویٰ اور اعضاء کو گھیر لیتا ہے۔ پس اول تو شرح صدر ہوتا ہے اور اشیاء کے حقائق پر مطلع ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام نے جو کچھ عقائد بیان فرمائے ہیں وہ وجدانی ہو جاتے ہیں۔ اور بقدر انشراح صدر کے ہر امر کے بجالانے میں مستعد ہو جاتا ہے اور نواہی سے اجتناب کرتا ہے۔ اور وجود لفظی

---

(۱) اٹھنا، بلند ہونا۔

ایمان کا حکم شہادتین ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ۔

ترجمہ: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی رسول ہیں۔''

ثُمَّ اسْتَوٰى إِلَى السَّمَاءِ ۔ (سورۃ حم السجدہ:۱۱)

ترجمہ: ''پھر قصد کیا آسمانوں کی طرف۔''

خواہ دحوِ ارض (۱) کو پہلے کہو خواہ تسوِیَہ (۲) آسمان کو پہلے کہو سب درست ہے۔

إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً ۔ (سورۃ البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: ''کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب۔''

اس میں فرمایا گیا کہ مسئلہ توحید کے بعد ایمان نبوت پر لانا فرض ہے، یہ بھی فرمایا گیا کہ اطاعۃ اللہ جب معتبر ہے کہ اس کے فرمانے پر اس کے غیر کی اطاعت کرے، جیسے:

وَأَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۔ (سورۃ التغابن:۱۲)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو۔''

اور اس میں حُسن وقبح کا عقلی یا شرعی ہونا بھی فرمایا گیا، اور عدل اور جور بھی منکشف کیا گیا اور اسماء احکام وعدہ اور وعید بھی بیان فرمائے گئے، اور تقدیر خیر وشر من اللہ تعالیٰ اور یہ کہ سب امور کے علم کی انتہا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اور یہ

(۱) زمین کا پھیلانا، زمین کی خشکی کا پانی کے اندر سے باہر آنا۔

(۲) ٹھیک کرنا، سیدھا کرنا۔

کہ شرف عبودیت میں ہی ہے اور توبہ میں ہے اور یہ کہ

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ (سورۃ الانبیاء:۲۳)

ترجمہ: ''اللہ سے نہیں پوچھا جائے گا ان اعمال کے بارے میں جو یہ لوگ کرتے ہیں ان لوگوں سے پوچھا جائے گا۔''

اور یہ کہ آخری حیلہ مراحم خسروانہ میں اپیل دائر کرنا ہے۔ اور یہ کہ

سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ عَلٰى غَضَبِيْ.

ترجمہ: ''میری رحمت میرے غضب سے سبقت لے گئی۔''

اور اس میں یہ کہ تفضیل انبیاء علیہم السلام کی سب پر ہے، اور مسئلہ جبر وقدر بھی اس میں آ گیا:

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ (سورۃ البقرۃ:۳۰)

ترجمہ: ''میں وہ جانتا ہوں جس کو تم نہیں جانتے۔''

جو کچھ کہ آدمی کے جوارح واعضاء پر ظہور پذیر ہوتا ہے اول اس کا وجود مرتبہ روح میں ہوتا ہے پھر قلب میں پھر قوائے نفسانیہ میں پھر جوارح اور اعضاء پر ظہور پذیر ہوتا ہے:

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ (سورۃ البقرۃ:۸۱)

ترجمہ: ''یقیناً جس نے برے کام کئے اور اس کی نافرمانیوں نے اسے گھیر لیا، وہ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے۔''

اس کے ذیل میں وجہ یہود کے قول: وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ اور انکار متواترات دین بھی کفر ہے۔ بنی اسرائیل کے اعتقاد فاسد اور ان کی غلط روش اور تحریف کا یہ مبنیٰ تھا کہ چونکہ ہر شریعت میں معاصی کے دو مرتبے

رکھے ہیں ایک یہ کہ معاصی کو معاصی ہی اعتقاد کرے اور ملت حقہ کا اتباع واجب جانتا ہو اور عمل میں مخالفت کرتا ہو۔ مثلاً یقین جانتا اور مانتا ہے کہ شراب پینا حرام ہے ایسا ہی زنا چوری، لواطت بھی حرام ہیں کبائر ہیں لیکن حجاب کے باعث اس سے ان چیزوں کا صدور ہو جاتا ہے اس مرتبہ کا نام فسق و فجور اور عصیان ہے۔ (العیاذ باللہ) اس کو وعید عذاب آخرت تو شریعت مقدسہ نے دیا ہے لیکن وہ ایک مدت مقررہ عنداللہ کے بعد ختم ہو جائے گا عذاب دائمی نہیں ہوگا۔

دوم یہ کہ اعتقاد بھی موافق شریعت حقہ کے نہ ہو، مثلاً جو چیز کہ نفس الامر میں ثابت ہے خواہ از قسم الٰہیات ہو یا قیامت کے متعلق ہو خواہ شعائر اللہ کے متعلق ہو مثلاً اللہ کی کتابوں پر ایمان نہ ہو یا رسولوں یا احکام متواترہ دین کا انکار کرتا ہو اس کو جحود اور کفر اور زندقہ والحاد کہتے ہیں، اس کے متعلق آخرت میں دائمی عذاب کی وعید سنائی ہے، اسی کو کہتے ہیں کہ

اَلْفَاسِقُ لَا یُخَلَّدُ فِی النَّارِ وَالْکَافِرُ خَالِدٌ فِی النَّارِ۔

ترجمہ: ”فاسق ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ سزا کے بعد نکل پائے گا اور کافر ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔“

چونکہ ملت حقہ اس زمانہ میں صرف یہود ہی تھے جو کہ بنی اسرائیل تھے وہ اپنی غباوت سے یہ سمجھ گئے کہ بنی اسرائیل کو عذاب دائمی نہیں ہوگا، اور غیر بنی اسرائیل کو عذاب دائمی ہوگا۔ اس فرقے نے اپنی کند ذہنی سے فرق عنوان میں اور معنون میں نہ کیا اور کہہ دیا:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ط (سورۃ البقرۃ:۸۰)

ترجمہ: ”کہ ہم تو صرف چند روز جہنم میں رہیں گے۔“

حق تعالیٰ شانہٗ نے اول تو اس کو اس طرح رد کیا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ

سے کوئی عہد اس پر کیا ہوا ہے؟

اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ عَهۡدًا فَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗۤ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (سورۃ البقرۃ:۸۰)

ترجمہ: ان سے کہو کہ کیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی پروانہ ہے؟ اگر ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرے گا۔ (ہرگز نہیں) بلکہ تم تو اللہ تعالیٰ کے ذمے وہ باتیں لگاتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے۔"

کیونکہ اصل کلام میں تو تخصیص بنی اسرائیل اور یہود کی نہ تھی بلکہ نصوص تو مطلقاً اہلِ حق کا ذکر کرتی ہیں، پس نص صریح غیر مؤول جس کو عہد کہتے ہیں اس بات میں مفقود تھی، اور تاویلات اعتقادیات اصول دین میں اس قابل نہیں کہ ان کی طرف توجہ کی جائے، نیز یہ کہ تحقیقی بیان سے ان کے شبہے کو حل فرمادیا کہ

بَلٰى مَنۡ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِيۡٓـئَتُهٗ۔ (سورۃ البقرۃ:۸۱)

ترجمہ: "کیوں نہیں جو شخص قصداً بری باتیں کرتا ہے اور اسکی خطا وقصور اس کو گھیر لے، ایسے لوگ اہل دوزخ ہوتے ہیں۔"

کہ فسادِ علم وعمل اور خرابیٔ عقیدہ واعمال کی اس حد تک پہنچ جائے کہ ذرہ کی مقدار بھی ایمان باقی نہ رہے موجب خلود فی النار کا ہے۔ جس فرقہ میں بھی پایا جائے گو ظاہر میں کلمہ گو ہی ہو اور دعویٰ بھی دین داری کا رکھتا ہو۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ معصیت کو مباح جاننا بھی کفر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے عذاب کا خوف بھی اٹھ جائے اور معصیت کی قباحت کا اعتقاد ختم ہو جائے، زبان ہی سے انکار کرنا شرط نہیں بلکہ یہ اعتقاد ہو جائے کہ ہمارے ڈرانے کے لئے یہ عذاب کی دھمکی ہے۔ (وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰه ثُمَّ الۡعِيَاذُ بِاللّٰه) مراجعت کرو، فتح العزیز کی طرف

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے لکھا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ۔ (سورۃ المومنون:۴۹)

ترجمہ: تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب۔"

یعنی ہم نے سب سے بڑی نعمت کتاب دی اور بنی اسرائیل سے عہد و پیمان لئے۔ سب سے بڑا عہد یہ تھا کہ ہر پیغمبر کی اطاعت کرنا اور ان کی توقیر کرنا لازم جانو۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے بعد لگاتار رسول بھیجے، حضرت یوشع، حضرت الیاس، حضرت الیسع، حضرت شمعون، حضرت داؤد و حضرت سلیمان، حضرت شعیاء، حضرت ارمیاہ، حضرت یونس، حضرت عزیر، حضرت حزقیل، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور ہزارہا پیغمبر علیہم السلام تھے، سب کے سب موسیٰ علیہ السلام کے متبع تھے انہیں کی شریعت کے متبع تھے۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ۔ (سورۃ البقرۃ:۲۵۳)

اور حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات ظاہرہ باہرہ دیئے کہ مادرزاد اندھے کو اچھا کرتے تھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے مردے کو زندہ کرنا عطا فرمایا۔ یہ سب کچھ بحکم خداوندی ہوتا تھا، جو کچھ صبح شام کھا کر آتے تھے جو گھروں میں چھپاتے تھے سب معجزانہ طور پر آپ علیہ السلام بتلا دیتے تھے، آپ کو بلا باپ پیدا فرما دیا۔ آسمان پر معجزانہ طور پر تشریف لے گئے اس زمانہ کی سائنس اور طب مقابلہ نہ کر سکی نہ اب ہی سائنس یہاں تک ترقی کر سکی ہے، لیکن سائنس والے بھی اس کے امکان کے قائل ہو گئے۔

وَ قَدْ قِيْلَ اِنَّ الْمُعْجِزَاتِ تَقَدَّمُ
بِمَا يَرْتَقِىْ فِيْهِ الْخَلِيْقَةُ فِى الْمَدٰى

آپ کا نام ہی روح رکھا روح کی سبک سیر (تیز رفتار) کا کس نے

اندازہ لگایا ہے روح نام ہے یا تو جبرائیل علیہ السلام کا کہ ہر وقت ساتھ رہتے تھے یا اسم اعظم کے اثر سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ اس اسم مبارک ہی کی تاثیر ہو کہ آسمان کو اڑ کر تشریف لے گئے فرمایا گیا...... وَرُوْحٌ مِّنْهُ ......

''شہادۃ القرآن''، ''عقیدۃ الاسلام'' اور ''تحیۃ الاسلام''، ''سیف چشتیائی'' بڑی عمدہ کتابیں اس میں تصنیف ہوئی ہیں۔

جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

ایشوع اصل ہے عیسیٰ کی، اس کے معنی ہیں مبارک اور مریم بھی عبرانی لفظ ہے اس کے معنی ہیں خادمہ یا عابدہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سینے میں روح القدس پھونک مارتا ہے:

اِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا۔

ترجمہ: ''کہ کوئی جان دار نہیں مرتا جب تک اپنا رزق پورا نہیں کر لیتا۔''

اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی بھی روح القدس تائید کرتے تھے۔

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ (سورۃ البقرۃ:۸۷)

ترجمہ: ''انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت کی تم نے تکذیب کی اور ایک جماعت کو تم نے قتل کیا۔''

مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت شعیاء علیہ السلام اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی (یہود نے) کئی بار حملہ قاتلانہ کیا زہر دیا چکی کا پاٹ اوپر سے پھینک دیا، اس زہر کا اثر وفات میں ظاہر ہوا، چنانچہ ''سرُّ الشہادتین'' میں تفصیل سے مذکور ہے۔

یعنی ایسے متعصب ہیں کہ اچھی بات سنتے ہی نہیں، تصلب حق کے معنی یہ

ہیں کہ دین حق کو قوت سے پکڑے اور کسی کے فریب میں نہ آجائے، اور ادھر توجہ بھی نہ کرے یہ بات تمام دینوں میں مطلوب ہے۔

متفرق واقعات

☆......حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھیوں میں سے کسی صاحب نے انگریزی پڑھی ہے، اس پر میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے کشمیر میں چھ ماہ انگریزی پڑھی تھی۔ میرے استاذ نے کہا تھا کہ تو نے چھ مہینے میں اتنی انگریزی پڑھ لی جتنی کوئی دوسرا کئی سال میں پڑھے۔ ایک گریجویٹ کے برابر تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے انگریزی پڑھی تھی، آج کل کے بی اے، ایم اے سے زیادہ انگریزی کے واقف تھے مگر اس کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

ایک دفعہ ڈابھیل ضلع سورت سے برہان پور جو کہ وطن تھا حضرت علی متقی رحمہ اللہ کا جو صاحب کنز العمال وغیرہ ہیں تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت کی تشریف آوری کا سن کر بہت سی مستورات آئیں تو حضرت رحمہ اللہ نے خادم سے فرمایا کہ صحن کا دروازہ بند کر دو کسی عورت کو مت آنے دو اور خود حَسْبُنَا اللّٰہُ پڑھتے رہے۔

☆......احقر محمد لائل پوری (رحمہ اللہ) عرض کرتا ہے کہ 1951ء میں جب میرے والد حضرت مولانا فتح الدین رحمہ اللہ کا انتقال ٹنڈو الہ یار سندھ میں ہوا تو میں وہاں گیا جس مکان میں میں ٹھہرا تھا اس مکان کے قریب مسجد تھی، وہاں حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تشریف لائے، غالباً حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ بھی تھے باتیں ہو رہی تھیں، مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ نے سنایا کہ مولانا ابوالوفاء افغانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ حیدر آباد دکن تشریف لائے تو میں نے بھی گزارش کی کہ میری دعوت قبول فرمائیں،

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمالیا، دوسرے دن ایک مجمع کے ساتھ میرے مکان پر تشریف لائے ہم نے کھانا تو فقط بیس آدمیوں کا بنایا تھا وہاں کھانے پر جمع ہو گئے اسّی (۸۰) سے بھی زائد آدمی، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں، آپ کھانا لے آؤ، اللہ تعالیٰ برکت فرمائیں گے، واقعی یہ حضرت شاہ صاحب کی کرامت تھی کہ کھانا اسّی سے زائد آدمی کھا گئے پھر بھی کھانا بچ گیا۔ خود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حیدر آباد دکن میں میری سترہ تقریریں ہوئیں اور بہت سے مرزائی تائب ہوئے اور بہت سے لوگوں کے شبہات دور ہوئے۔

☆...... ایک دفعہ بہاولپور سے واپسی پر میرے عرض کرنے پر بہت طویل تقریر وحی کے اقسام پر فرمائی تھی جس کو ہم نے دارالعلوم میں شائع بھی کیا تھا۔ لاہور میں معراجِ جسمانی کے سلسلے میں بیان فرماتے وقت یہ بھی فرمایا:

کہ بعض روایات کے الفاظ سے ظاہر بین حضرات شبہات میں پڑ جاتے ہیں کہ ثُمَّ اسْتَيْقَظْتُ الفاظ آتے ہیں۔ بخاری شریف میں آتا ہے:

أُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وُلِدَ، فَوُضِعَ عَلَى فَخِذِهِ وَ أَبُوْا أُسَيْدٍ جَالِسٌ، فَلَهِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَخَذَ أَبُوْ أُسَيْدٍ ابْنَهُ فَاحْتَمَلَ مِنْ فَخِذِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفَاقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَيْنَ الصَّبِيُّ؟۔ (ج ۲ ص ۹۱۴)

ترجمہ: ”منذر بن اسید کی جب ولادت ہوئی تو اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک پر اس کو رکھا گیا ابو اسید بیٹھے تھے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہوئے تو ابو اسید نے بچے کو اٹھا لیا
جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شغل سے فارغ ہوئے تو فرمایا وہ
بچہ کہاں ہے۔''

تو اس روایت میں استفاق (۱) کا یہ مطلب نہیں کہ غشی سے ہوش میں آ گئے بلکہ اسی پہلی حالت کی طرف عود فرمایا: فَاسْتَفَاقَ اَیْ فَرَغَ مِنْ اِشْتِغَالِہٖ۔

☆...... فصل الخطاب طبع ہونے کے بعد ۱۳۳۸ھ کے دورہ حدیث کی ساری جماعت کو بلایا اور سب کو ایک ایک نسخہ اپنے دست مبارک سے عنایت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ کاتب کے کچھ اغلاط رہ گئے ہیں جن کی تصحیح نہیں ہو سکی۔

☆...... حضرت شاہ صاحب کے درس میں بیٹھنے کے بعد طبیعت کہیں نہیں جمتی خواہ کتنا ہی علامہ کیوں نہ ہو۔ کچھ ایسی برکات انوارات مجلس کی ہوتی تھیں کہ وقت محسوس نہیں ہوتا تھا۔ جس بات کا حوالہ دیتے کتاب کھول کر حَسْبُنَا اللّٰہ پڑھ کر فوراً انگلی اسی جگہ پر رکھتے تھے جہاں سے عبارت پڑھنا مقصود ہوتا تھا۔ کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا کہ ایک دو ورق الٹ پلٹ کرنے پڑتے تھے ورنہ وہی صفحہ نکلتا تھا حوالہ پڑھ کر سناتے، کبھی کتاب کا حوالہ محض نام لے کر نہیں دیا بلکہ عبارت پڑھ کر سناتے، لکھنے والے صفحہ دیکھ کر لکھ لیتے تھے یہ جو حوالہ نکالنے میں تخلف ہوتا ہے تقطیع جدا جدا ہونے کے باعث سے یا مطابع کے اختلاف سے ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتاب دیکھ کر حوالہ پڑھ کر آگے چلتے تھے۔ بعض دفعہ جس کتاب میں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے تھے مصر یا لندن کا مطبوعہ ہوتی تھی۔ ہندوستان کی مطبوعات کے صفحات میں فرق ہوتا ہے، علماء گھبرا جاتے ہیں کہ حوالہ نہیں ملتا، محنت کرنے سے کیا نہیں ملتا انسان کو۔

---

(۱) اصلی حالت پر آنا۔

☆......حضرت خواجہ محمد معصوم اپنے مکتوبات شریفہ میں فرماتے ہیں:

فَمَنْ يُّرِدِ اللهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ (سورۃ الانعام:۱۲۵)

ترجمہ: ”جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتے ہیں تو اس کے سینے کو کھول دیتے ہیں قبول اسلام کیلئے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے سینے کو تنگ کر دیتے ہیں گویا کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے۔“

”صِرَاطِ مُسْتَقِيْم“ کے ترجمہ میں اس آیت مبارکہ کو پیش فرماتے تھے، پس ہم نے جو شرح صدر دینی مسائل میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا کسی کو نہیں پایا، ہر مسئلہ میں بڑے ہی بسط کے ساتھ اور شرح صدر کے ساتھ چلتے تھے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (سورۃ الجمعۃ:۴)

ترجمہ: ”یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے اسے دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔“

☆......ایک دفعہ مالیر کوٹلہ میں تشریف لائے مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ جو مالیر کوٹلہ میں رہتے تھے وہ خود جا کر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو لائے، بندہ بھی رائے کوٹ سے مالیر کوٹلہ میں حضرت رحمہ اللہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو مجھے تنہائی میں ایک بات کہی کہ یہ بات مولانا محمد رمضان رحمہ اللہ سے لدھیانہ جا کر کہہ دینا میں نے اسی پر عمل کیا، بہت سی راز کی باتیں احقر کو کان میں فرما دیتے تھے۔

مالیر کوٹلہ کے اسی سفر کا واقعہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بعد عشاء

ایک گھنٹہ تک تقریر فرمائی علماء کا بہت مجمع تھا اس میں مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ اور بہت سے علماء موجود تھے فرمایا کہ یہ جو آپ حضرات نے بجلی ہی بجلی کی روشنی کر رکھی ہے اتنی کی ضرورت نہیں فقط اتنا چاندنا[1] چاہئے کہ جس سے آدمی کتاب پڑھ سکے۔ باقی تو اسراف ہے، (غالباً یہی الفاظ تھے)۔

☆......ایک دفعہ وہیں بہاول پور ہی میں میرے دریافت کرنے پر کہ لاہور میں 1928ء میں دسمبر کے مہینے میں السنہ شرقیہ کا جلسہ ہوا پنجاب یونیورسٹی کے ماتحت اس کی صدارت ڈاکٹر اقبال رحمہ اللہ کر رہے تھے، ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے اپنے خطبے میں پڑھا کہ حضرت مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ نے مجھے علامہ عراقی رحمہ اللہ کا ایک فارسی رسالہ دیا جس میں یہ تحقیق کیا تھا کہ علامہ عراقی نے زمان اور مکان کی تحقیق فرمائی ہے، میں نے پوچھا یہ عراقی صاحب رحمہ اللہ کون ہیں تو فرمایا یہ بہت مشہور محدث ہیں ان کی کتاب کا نام ہے "غایۃ البیان فی تحقیق الزمان والمکان" یہ علامہ عراقی رحمہ اللہ بڑے محقق گذرے ہیں۔ پھر وہ رسالہ ایک مدت کے بعد میں نے ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ سے واپس طلب کیا، تو ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ وہ مجھ سے کھو گیا، پھر ہم نے مطالبہ نہیں کیا کہ ایک مسلمان کے بیان کو جھوٹا نہیں سمجھنا چاہئے۔

فائدہ: نیوٹن نے بھی اس نام کا ایک رسالہ لکھا ہے جو یورپ میں مشہور تھا کہ نیوٹن ہی اس امر کی تحقیق کرنے والا ہے ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے جب مضامین یورپ کے اخبارات میں دیئے تو شور ہو گیا کہ نیوٹن نے تو علامہ عراقی رحمہ اللہ سے لے کر یہ تحقیق لکھی ہے اس کی اپنی تحقیق نہیں ہے بلکہ عراقی صاحب رحمہ اللہ اس سے چھ سو سال پہلے تحقیق کر چکے ہیں۔

☆......ایک مولوی صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ حافظ شیرازی کی غزلیں

---

(۱) روشنی

تو ایسی ہیں کہ اس میں شراب کباب کا ذکر ہے، تو پھر حافظ شیرازی کو عارف کیوں کہتے ہیں، فرمایا کہ حافظ شیرازی نے کشاف کا حاشیہ لکھا ہے میں نے سورۃ کہف تک دیکھا ہے بہت اعلیٰ حاشیہ ہے وہ طبع نہیں ہوا۔ حافظ کی غزلیں بہت بلند پایہ ہیں ہر شخص ان کو سمجھنے کا اہل نہیں ہے، باری تعالیٰ آوارہ لوگوں سے ایسے بلند کام نہیں لیتا، جب انہوں نے تفسیر کشاف کا حاشیہ لکھا ہے تو بے ادبی کے الفاظ نہیں کہنے چاہئے آپ توبہ کرو استغفار کرو۔ جب حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ واں بھچراں ضلع میانوالی اور حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ کا باہمی تنازع طویل اور پیچیدہ ہو گیا اور حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ کو دیوبند سے دعوت دی گئی، یہ جنوری 1927ء کا واقعہ ہے میانوالی کے اسٹیشن پر انسانوں کا ایک سمندر موجیں مار رہا تھا، زائرین ایک دوسرے پہ گرتے پڑتے تھے، اتنے بڑے مجمع کا نظم قائم رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ جلسہ گاہ میں پہنچے ایک ہندو نے اپنے گھر کی چھت سے حضرت رحمۃ اللہ کو دیکھ لیا، فوراً کود کر زمین پر آیا مجمع کو چیرتا ہوا آیا، اور حضرت رحمۃ اللہ کے پاؤں میں گر پڑا کہ یہ بزرگ مسلمانوں کے پیغمبر کا نمونہ ہیں یہ کہا اور ایمان لے آیا، ایسے واقعات حضرت رحمۃ اللہ کی حیات مبارکہ میں کثیر ہیں۔

یہ واقعہ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ سرگودھے والوں نے بھی سنایا تھا جب آپ لائل پور احقر سے ملنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ یہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ خلیفہ تھے حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ کندیاں والوں کے یہ اس واقعہ میں خود موجود تھے۔ جب مفتی صاحب رحمۃ اللہ مجھے سنا رہے تھے تو اس وقت بہت سے آدمی ان کے ساتھ تھے، منجملہ ان کے حاجی قائم الدین لائل پوری رحمۃ اللہ بھی تھے۔

☆...... جب حضرت مولانا محمد مونگیری رحمۃ اللہ (بہار) نے قادیانیوں کے خلاف ایک بڑا اجتماع کیا اور تمام حضرات دیوبند تشریف لے گئے، حضرت مولانا

مرتضٰی حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس اجتماع میں حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ بھی تشریف لے گئے تھے جب سب حضرات اسٹیج پر بیٹھے تھے تو ایک برہمن (۱) جو خود بھی بہت بڑا وِدوان (۲) تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو دیکھ کر مجمع کو چیرتا ہوا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ آپ کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے بہت بڑے ودوان ہیں، حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہیں میں تو ایک طالب علم ہوں۔ پھر اس برہمن کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے عشق ہو گیا وہ تمام جلسے میں ساتھ ہی رہا ہم بھی حیران تھے کہ اس کو کیوں اتنا تعلق ہے یہ واقعہ حضرت مولانا مرتضٰی حسن رحمہ اللہ نے بہاول پور کے مقدمے کے اجتماع پر بھی سنایا تھا۔

☆...... مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے امداد کے سلسلے میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ رنگون تشریف لے گئے وہاں کے اہلِ خیر نے مدرسہ کی خوب امداد فرمائی، اور حضرت کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہوئے۔ واپس ڈابھیل تشریف لا کر تمام مدرسین کی دعوت کی، پر تکلف کھانا کھلایا اور ہر مدرس کو ایک ایک رومال رنگونی اور دس دس روپے عنایت فرمائے، مولانا احمد بزرگ رحمہ اللہ مہتمم مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل ضلع سورت جب تنخواہ لے کر حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا کہ تنخواہ نہیں لوں گا اہلِ رنگون نے احقر کی بہت خدمت کر دی تھی یہ تنخواہ آپ واپس لے جائیں۔

حضرت مولانا احمد سعید رحمہ اللہ دہلی سے بعض دفعہ علمی اشکالات دریافت کرنے دیوبند حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جواب دینے کے

(۱) پنڈت، ہندوؤں کا مذہبی پیشوا

(۲) مذہبی معلومات رکھنے والا

لئے تیار ہی بیٹھے تھے۔

☆...... مولانا خیر محمد رحمہ اللہ، مولانا خیر الدین سرسوی رحمہ اللہ، مولانا غوث محمد رحمہ اللہ، مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ، مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ وغیرہم یہ سب حضرات احقر سے مالیر کوٹلہ میں کہنے لگے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا صبح کو فجر کی نماز کے بعد درس کرادے تو عرض کر حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ سنتیں جمعہ کی ادا کرنے کا، جس حدیث میں واقعہ مذکور ہے اس حدیث کے متعلق تحقیق کرانا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ حضرات علماء چاہتے ہیں کہ حضرت کا درس سنیں، فرمایا بہت اچھا لیکن میں حدیث باب کیف کان بدأ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دوں گا، اور خود ہی تلاوت کروں گا کہ ہمارے مشائخ کا یہی معمول رہا ہے، چنانچہ سینکڑوں علماء جمع ہو گئے مولانا مفتی خلیل صاحب بھی بیٹھے تھے مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ بخاری شریف لائے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا تلمیذ بننا چاہتا ہوں۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کو بخاری شریف شروع کرادی، اور درس حدیث دیا، علماء کرام حیران تھے علوم کے دریا بہہ رہے تھے ایک سکتہ کا عالم تھا پھر حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی ذکر فرمادیا کہ علماء کی تسلی ہوگئی۔ مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ امام بخاری ایسا درس دیتے ہوں گے، مولانا خیر محمد رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ علم تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے سینے سے اچھل اچھل کر باہر آتا ہے افسوس کہ ہم تو دیوبند جانہ سکے دور ہی سے چھینٹے پڑے یا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا، مولانا خیر الدین رحمہ اللہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو سنا رہے تھے کہ جب آپ مدرسہ امینیہ میں تھے تو میری ابتداء تھی اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ دہلی سے کشمیر جارہے تھے۔

تفسیر آیات سورۃ نجم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۱﴾ (سورۃ النجم:۱)

ترجمہ: ''قسم ہے تارے کی جب گرے یعنی غروب ہو۔''

سماویات سے شروع کیا، اس لئے کہ مابعد کا کلام آسمان کی خبر اور اِسراء کے متعلق ہے، سَمَاوَاتِ الْعُلٰى تک بلکہ سدرۃ المنتہیٰ تک یہاں تک کہ فرمایا

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۙ﴿۴﴾ (سورۃ النجم:۴)

ترجمہ: ''یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا یعنی آپ کی کوئی خواہش نفس کی وجہ سے نہیں بلکہ حکم کی وجہ سے۔''

یہ خلاصہ ہے ان آیات کا اور مُوحی بکسر الحاء کو مبہم رکھا کیوں کہ اس کا انحصار اللہ تعالیٰ ہی میں ہے، اور وحی رسالت ہی میں ہے اور ذکر کرنا ان اوصاف کا جو کسی موصوف میں ہی منحصر ہوتے ہیں اس موصوف کا نام لینے سے زیادہ ابلغ ہوتا ہے، مثلاً قول ان کا:

مَرَرْتُ بِاَكْرَمِ الْقَوْمِ۔

ترجمہ: ''میں قوم کے شریف آدمی پر گزرا۔''

پھر فرمایا:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ﴿۵﴾ (سورۃ النجم:۵)

ترجمہ: ''اس کو سکھلایا سخت قوت والے نے یعنی جس فرشتہ کے ذریعہ وحی آئی وہ بڑی قوت والا ہے۔''

پس منتقل ہوئے معلم کی طرف موحی کے ذکر کے بعد اور ان کو دو شمار کیا، موحی اور معلم، پھر اوصاف وہ ذکر کئے جو معلم ہی کے ہو سکتے ہیں، کیوں کہ کلام

مکہ والوں کے ساتھ ہے اور مکہ والے جبرائیل علیہ السلام کو پہچانتے نہ تھے۔ پس اس کی صفات اور فعل ذکر فرمائے جیسے سورت تکویر میں ہے تو یہ تعدیل ہوئی وحی کی سند کی، کیونکہ جب کہا جائے کہ...... یَاْتِیْهِ الْمَلَكُ...... تو جی میں کھٹکتا ہے کہ آنے کی کیا صورت ہے؟ لہٰذا فرمایا کہ وہ قادر ہے اس پر اور وہ "سَوِیٌّ" مبارک ہے "ذومرۃ" ہے اس جیسے سے خیر ہی کا اینا س ہے اور وہ نزدیک ہوتا ہے اور وہ لٹک آتا ہے، لہٰذا اس کے اوصاف ذکر فرما دیئے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذومرۃ یعنی جمیل المنظر حسن الصورۃ ہے، جلالت شان والا ہے، اقبح صورت والا شیطان نہیں ہے بلکہ وہ اجمل الخلق ہے اور ذی امانت اور مکانت والا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی وحی نبوت کی تعدیل اور اس کا تزکیہ ہے جیسے اس کی نظیر سورۃ تکویر میں ہے بیان فرمایا کہ وہ علم قدرت والا جمال المنظر ہے یہ اوصاف رسول ملکی اور بشری دونوں کے ہیں۔

قوله: فَتَدَلّٰی

ترجمہ: "لٹک آیا۔"

اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اپنے مکان سے تجاوز نہیں کیا یہاں تعلق بھی قائم رہا جیسے پھل کی تدلی ہوتی ہے کہ تعلق بھی باقی رہتا ہے اور نیچے بھی لٹک آتا ہے جیسے: نُوْرٌ عَظِیْمٌ مُنْبَسِطٌ فِی الْجَوِّ ہوتا ہے کہ چھوٹے سوراخ سے داخل ہو جائے اس کو ناظریوں سمجھتا ہے کہ اس کا تعلق اوپر ہے منفصل نہیں ہوا گویا یہ تمثیل اس کی ہوئی جو جبریل امین علیہ السلام کی بشر کی شکل میں نمودار ہونے کی ہوتی ہے۔ یہاں یہ بھی ذکر کرنا بے موقع نہ ہوگا جیسا کہ حضرت سہیلی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف چڑھے:

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ (سورۃ النجم:۱۰)

ترجمہ: ''پس وحی کی اپنے بندے کو جو وحی کی۔''

تو جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دُنُوِّ ربّ محسوس ہوا تو آپ سجدے میں گرے پس...... سُبْحَانَ رَبِّ الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْعَظَمَةِ ...... کہتے ہی رہے، حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو وحی کرنا تھا وہ کرلیا، پھر جبرائیل علیہ السلام نے سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنی اسی خلقت میں ظاہر ہوئے جیسا کہ ان کو پیدا کیا گیا ہے کہ اپنے پر ملائے ہوئے ہیں۔ (یاقوت اور زبرجد اور لؤلؤ کے) میں نے خیال کیا کہ جبرائیل علیہ السلام کی دو آنکھوں کے درمیان کے فاصلہ نے دونوں آفاق کو گھیر لیا ہے، حالانکہ اس سے پہلے میں ان کو مختلف صورتوں میں دیکھتا تھا، اور اکثر دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں دیکھا کرتا تھا، اور بعض اوقات ایسے جیسے کوئی کسی کو چھلنی میں سے دیکھے۔

قولہ: فَأَوْحَىٰٓ إِلَىٰ عَبْدِهِۦ مَآ أَوْحَىٰ۔

اس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے، تفسیر طبری میں ہے......

فَأَوْحَى اللهُ إِلَىٰٓ مَآ أَوْحَىٰ ...... اس کے قریب قریب مسلم شریف میں ہے، اور یہ کوئی انتشار فی الضمائر نہیں کیوں کہ یہ وصف اللہ تعالیٰ میں منحصر ہے، اور رسول تو موحی ہو نہیں سکتا، بلکہ مرسل ہی موحی ہے۔ جیسے کہ فرمایا گیا:

أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِىَ بِإِذْنِهِۦ مَا يَشَآءُ ۚ (سورۃ الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ: ''یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا پھر پہنچائے اس کے حکم سے جو چاہے۔''

یہاں بھی متعاطفات[۱] نہیں بلکہ ایک سلسلہ مرتب ہے بعض بعض سے ملا ہوا ہے جس کی انتہا الی اللہ ہے، یہ خلاصہ ہے مضمون کا جیسا کہ...... إِنْ هُوَ إِلَّا

(۱) عطف سے متعلق۔

وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ......میں استیناف ہوا ...... باعادۃ ما استونف عنه...... چنانچہ:
اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ۔(بتلا ہم کو راہ سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا) میں۔

پھر فرمایا:

مَا كَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی ⑪ (سورۃ النجم:۱۱)

ترجمہ: ”جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا یعنی اندر دل نے فیصلہ کیا کہ میں نے ٹھیک دیکھا دیکھنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔“

اس کو ماقبل سے جدا کر دیا اور عطف نہیں ڈالا کیوں کہ یہ شامل ہے رؤیت باری تعالیٰ کو فؤاد سے اور رؤیت جبرائیل کو علی صورتہ یہ دونوں قبل الاسراء حاصل تھے۔ اور یہ شامل ہے ان تمام اشیاء کو جو لیلۃ الاسراء میں دیکھیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّهِ الۡكُبۡرٰی ⑱ (سورۃ النجم:۱۸)

ترجمہ: ”بے شک دیکھی اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں اور نمونے۔“

اور سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا:

لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ (سورۃ بنی اسرائیل:۱)

ترجمہ: ”تا کہ دکھلائے اس کو کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں اور نمونے۔“

وہاں یہ بھی فرمایا:

وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡيَا الَّتِيۡۤ اَرَيۡنٰكَ اِلَّا فِتۡنَةً لِّلنَّاسِ۔

(سورۃ بنی اسرائیل:۶۰)

ترجمہ: ’’اور ہم نے جو نظارہ تمہیں دکھایا اس کو ہم نے لوگوں کے لئے بس ایک فتنہ بنا دیا۔‘‘

سو فتنہ ممارات ہی کا نام ہے جیسے سورۃ النجم میں فرمایا:

اَفَتُمٰرُوۡنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ (سورۃ النجم:۱۲)

ترجمہ: ’’اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا۔‘‘

پس قولہ مَا كَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰى اَىۡ مَا كَذَبَ الۡفُؤَادُ عَبۡدِنَا مَا رَاٰى اَىۡ هٰذَا الۡعَبۡدُ یا تو فواد سے یا آنکھوں سے، اور کذب متعدی ہے دو مفعولوں کی طرف جیسے انکا قول صَدَقۡتَ فُلَانًا الۡحَدِيۡثَ وَ كَذَبۡتَهٗ احتمال ایک مفعول پر مقتصر ہونے کا بھی ہے یعنی مَا قَالَ كِذۡبًا اَىۡ هٰذِهِ الۡمَقُوۡلَةُ بَلۡ قَالَ مَا وَقَعَ بَعۡدَ عَيَانًا فِى الۡاِسۡرَآءِ بِالنِّسۡبَةِ اِلٰى رُؤۡيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

اور یہاں پر رؤیت فواد کا ہونا اور مابعد میں رؤیت بصر کا ہونا یہ کوئی نظم قرآنی میں انفکاک[1] کا باعث نہیں بلکہ رؤیت امر واحد ہے اور فرق جو آتا ہے وہ فاعل کی جانب سے آتا ہے، آثار صحیحہ اور احادیث صحیحہ سے دونوں رؤیتیں ثابت ہیں، رؤیت اللہ تعالیٰ کی پہلی فواد سے اور ثانی بصر سے جیسے حدیث بعثت میں ہے کہ واقعہ ہونے سے قبل اس کا رؤیا میں دکھا دیا جانا آتا ہے۔

پھر فرمایا...... اَفَتُمٰرُوۡنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى...... اور نہ کہا...... فِيۡمَا يَرٰى...... اس نے دلالت کی کہ یہاں اور رؤیت بھی ہے اس کو حضرت سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر

(۱) علیحدگی، جدائی۔

فرمایا، اور...... عَلٰی مَا یَرٰی ...... فرمایا نہ فرمایا...... فِیْمَا یَرٰی...... کیونکہ ان کو نفس رؤیۃ باری تعالیٰ میں جھگڑا تھا نہ کہ خصوصاً مرئی میں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا۔ ایک دفعہ آنکھ سے دوسری مرتبہ فؤاد سے، رواہ طبرانی فی الاوسط، رجالہ رجال الصحیح۔ مسند دارمی میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرح صدر فرمایا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

قَلْبٌ وَکِیْعٌ لَہٗ اُذُنَانِ سَمِیْعَتَانِ وَعَیْنَانِ بَصِیْرَتَانِ۔

ترجمہ: ”یعنی مضبوط دل ہے اس کے کان سننے والے ہیں اور اس کی آنکھیں دیکھنے والی ہیں۔“

وَکِیْعٌ یعنی مَتِیْنٌ شَدِیْدٌ یعنی مضبوط پھر فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ﴿۱۳﴾ (سورۃ النجم: ۱۳)

ترجمہ: ”اور اس کو اس نے دیکھا ایک بار پھر۔“

یہ بھی دونوں رؤیتوں کو شامل ہے لیکن رؤیت جبرائیل علیہ السلام یہ تو ظاہر ہی ہے لیکن باری تعالیٰ کی رؤیت سو اس کے قرب کے باعث ہوئی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

یُطَّلِعُ اللّٰهُ عَلٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ هَلْ رَضِیْتُمْ؟ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی۔

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ اہل جنت کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیدار کروائے گا اور ان سے فرمائے گا کیا تم راضی ہو۔“

اس کا تعلق رائی سے ہے نہ کہ مرئی سے جیسا کہ طبری نے فرمایا۔ جیسے:

رَاَیْتُ الْهِلَالَ مِنَ الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ: ”میں نے چاند مسجد سے دیکھا۔“

قَوْلِهٖ تَعَالٰی:

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ (سورۃ النجم:۱۶)

ترجمہ: ”اس وقت اس بیری پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اس پر چھائی ہوئی تھیں۔“

یعنی انوار و تجلیات۔ نسائی شریف میں ہے:

ثُمَّ أَتَيْتُ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِيَتْنِيْ ضَبَابَةٌ فَخَرَرْتُ لَهٗ سَاجِدًا۔

ترجمہ: ”پھر میں سدرۃ المنتہیٰ آیا بادل نے مجھے ڈھانپ لیا تو میں سجدے میں گر گیا۔“

اور یہی ظُلَلٌ مِنَ الْغَمَامِ ہے۔ پھر فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ (سورۃ النجم:۱۷)

ترجمہ: ”پیغمبر کی آنکھ نہ تو چکرائی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔“

اس میں تصریح فرمائی کہ یقظہ میں ہوا، پھر خلاصہ بیان فرمایا:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ (سورۃ النجم:۱۸)

ترجمہ: ”بے شک دیکھے اس نے اپنے رب کے بڑے نمونے۔“

یہ بھی عام ہے جو کچھ وہاں دیکھا سب کو شامل ہے، حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ میں ہے: رَأَيْتُ نُوْرًا اور نُوْرٌ اَنّٰى اُرَاهُ اس کے معنی ایک ہی ہیں...... أَيْ هُوَ نُوْرٌ مِنْ اَيْنَ رَاَيْتُهٗ ...... اور مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو حدیث مرفوع ہی جواب میں کہی۔ رَأَيْتُ رَبِّيْ ...... پھر مسند کی حدیث میں ہے ...... رَأَيْتُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ ...... (اس کی سند قوی ہے)۔

متفرق واقعات

☆......ایک مولانا شریف اللہ رحمہ اللہ کابل کے تھے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ وہ مقبولین میں سے تھے، انہوں نے بڑی لمبی عمر پائی ہے وہ اکیلے نماز پڑھتے تھے ننگے بدن رہتے تھے، فقط تہ بند باندھتے تھے، دارالحدیث دیوبند کی بنیادیں جب بھری جارہی تھیں وہ اس میں بھی شامل تھے، پھر شیخ الہند رحمہ اللہ اپنے پاس لے آئے، دیوبند کے بڑے جلسے میں بھی موجود تھے، جو ۱۳۲۸ھ میں ہوا۔ وہ رائے پور بھی آتے تھے اور اکثر دیوبند رہتے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے اس بات میں گفتگو کی کہ مسجد میں صفیں بچھانا یہ ثابت ہے یا نہیں، مولانا شریف اللہ صاحب اس کو بدعت فرماتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے حدیثیں پیش کیں تو خاموش ہوگئے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے منع فرما دیا تھا کہ کوئی ان سے نہ الجھے۔ فرمایا یہ صاحب حال ہیں ان کو مت چھیڑو۔

وہ فرماتے تھے کہ

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

ترجمہ: ”جس آدمی نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔“

فرماتے تھے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی بھی اس کا مطلب نہیں سمجھا سکتا۔ اس لئے وہ حضرت کے بڑے گرویدہ تھے، ہمارے زمانے میں بھی دیوبند تشریف لائے تھے، جب حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ مالٹا سے واپس دیوبند تشریف لائے تھے۔

قرآن عزیز اس کی طرف بار بار توجہ دلاتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو نہیں دیکھتا۔ ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بے آہ سحر گاہی تقویم خودی مشکل
یہ لالہ پیکانی خوشتر ہے کنار جو

لالہ پیکانی کہا آنکھوں کو جیسا گل لالہ میں سیاہ داغ ہوتا ہے، ایسی ہی آنکھوں میں سیاہی ہوتی ہے پیکاں سے مراد پلکیں۔ خوشتر ہے کنارے جو سے مراد رونا ہے یعنی آنکھ میں کمال یہ ہے کہ روتی ہی رہے خودی سے مراد خود آگاہی ہے۔

فرماتے ہیں:

جب عشق سکھاتا ہے آداب خدا گاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

یعنی جب اللہ تعالیٰ سے محبت اور عشق ہو جاتا ہے تو پھر عرفان نصیب ہوتا ہے جیسے دوسری جگہ فرماتے ہیں:

شام جس کی آشنائے نالہ یارب نہیں
جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں
جس کا ساز دل شکست غم سے ہے نا آشنا
جو سدا مستِ شراب عیش و عشرت ہی رہا
کلفت غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے
زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

قرآن شریف میں آتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

(سورۃ آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: ''کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔''

اسی واسطے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں روتے تھے، یہ حالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی تھی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر دیکھا گیا کہ رات کو بہت کم سوتے تھے، اکثر آنسو بہاتے تھے۔

ایک دفعہ لاہور میں آسٹریلیا مسجد میں بعد نماز فجر وعظ فرمایا تو امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھے:

جان ز تن بردی و در جانی ہنوز
دردہا دادی و درمانی ہنوز
قیمت خود ہر دو عالم گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ: ”روح کو بدن سے لے گئے لیکن آپ ابھی بھی ہماری جان میں ہیں۔ درد ہے لیکن درد کے علاج کرنے والے بھی آپ ہیں۔ آپ نے اپنی قیمت دو عالم بتائی ہے۔ اپنی قیمت کو مہنگا کر دے کہ یہ قیمت آپ نے کم بتائی ہے۔“

تو بہت ہی رقت ہوئی حتیٰ کہ ریش مبارک تر ہوگئی، فرمایا کہ یہ شعر امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ شعر جب آپ کو غسل دیا جا رہا تھا اس وقت کہے۔ اس واسطے آپ میں بے نفسی بے حد تھی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کو بھی مدۃ العمر اپنا شاگرد نہیں فرمایا بس رفیق فرماتے تھے، نہ مدۃ العمر کسی کی غیبت کی نہ غیبت سنی:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔
(سورۃ آل عمران: ۱۳۴)

ترجمہ: ”متقی لوگ غصے کو پینے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔“

پر صحیح طور پر عامل تھے۔

☆......حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی پاؤں کھول کر نہیں سوئے بلکہ سکڑ کر سوتے تھے جیسا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھلا کوئی محبوب کے سامنے اس طرح پاؤں پسار کر بے ادبی کر سکتا ہے۔

حضرت عارف باللہ حضرت مولانا فقیر اللہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک تو تعلق باسماء اللہ ہوتا ہے، ایک اسماء اللہ کا تحقق، ایک اسماء اللہ کے ساتھ تخلق، یہ جو آخری ہے یہ بڑا اونچا درجہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق

(فائدہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق مبارکہ بیان فرمایئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ۔ (مشکوۃ ص ۱۱۱)

ترجمہ: ”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔“

اسی سے وفورِ علم (۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معلوم ہوتا ہے کہ اس ایک جملہ میں سارا تصوف سمو دیا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عملی قرآن پاک تھے، یعنی یہ جو قرآن شریف ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ تو علمی قرآن ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عملی قرآن پاک تھے، اسی واسطے حدیث شریف میں آتا ہے...... تخلقوا باخلاق اللہ۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محض مدرس حدیث کے نہیں تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حدیث شریف کے ساتھ تعلق بھی تھا حدیث کا تحقق بھی آپ میں تھا اور آپ کو حدیث کے ساتھ تخلق بھی نصیب تھا یہ بہت بڑی بات ہے۔

---

(۱) علم کی زیادتی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط (سورۃ الجمعہ:۴)

ترجمہ: ”یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے اپنا فضل دے۔“

حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر پر حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا محظوظ ہونا

☆...... ایک دفعہ غالباً 1954ء کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے لائل پور تشریف لائے، ایک مکان پر ان کی چائے کی دعوت تھی، احقر بھی مدعو تھا احقر بھی حاضر ہوا، ملاقات پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں ہونے لگیں میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قہوہ حمد را نسرد انور
دار چینی ز نعت پیغمبر

ترجمہ: ”حمد کا قہوہ اے انور بے مزہ ہے جب تک اس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کی دار چینی نہ ہو۔“

یہ شعر سنتے ہی مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ پھڑک گئے کہ اس سے معلوم ہوا کہ حمد رب العالمین پوری ہی نہیں ہوتی جب تک نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کہی جائے۔

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ آخِرًا، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

محمد عفا اللہ انوری قادری لائل پوری

۹ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ/ 9 مارچ 1968ء

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں

(حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر اپنے بیٹے سے لکھوا کر ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک میں شائع کروائی تھی۔)

(۱) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہی مہمان نواز تھے، جب کبھی حاضری ہوتی تو کھانے کا بڑا ہی اہتمام فرماتے تھے، مہمان کے پاس خود تشریف رکھتے تھے اور مولانا سید محفوظ علی رحمۃ اللہ علیہ کو تاکید فرماتے تھے کہ مہمانوں کو کھانا اچھی طرح کھلائیو۔ بہت عمدہ کھانا بنوا کر کھلاتے تھے۔ ایک دفعہ میں حاضر ہوا تو مولانا سید محفوظ علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھر میں تاکید فرما رہے تھے کہ بہت معزز مہمان آئے ہیں۔ کھانا اچھا بنائیو۔ مولانا سید محفوظ علی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب کے بچوں کے ماموں تھے۔ انہوں نے اپنی ساری عمر حضرت ہی کی خدمت میں گذار دی۔ بڑے ذکی اور مشہور طبیب تھے، لوگ بکثرت ان کے پاس بغرض علاج آتے تھے، میرے ساتھ بڑے ہی بے تکلف تھے، بہت سی راز کی باتیں بتلا دیتے تھے۔

(۲) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بیعت کرتے تھے تو بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ نماز کی پابندی کرو، حلال و حرام میں تمیز کرو، اور نصیحتیں اس وقت یاد نہیں۔ یہی دونوں فقرے یاد ہیں، بیعت کرتے وقت ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کو اس زور سے کہتے تھے کہ سننے والوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب طبق کھل گئے۔ خود جہر کی کیفیت سناتے تھے۔

(۳) ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سراج احمد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ سب حضرات سرہند کے اسٹیشن سے اتر کر حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے صاحبزادوں رحمہم اللہ کی زیارت کی غرض سے پیدل چل کر گئے۔ یہ تین کوس (تقریباً 9 کلومیٹر) کا راستہ ہوگا، یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ابھی گاڑی اُدھر نہیں جاتی تھی، راستہ میں ایک مدرسہ دیوبند کے متعلق بات چیت ہونے لگی، رفقاء آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ وہ مدرس صاحب شاہ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق یوں کہتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ نے کہا کہ واقعہ گو صحیح تھا مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے سب کچھ سنا اور کچھ جواب نہیں دیا۔ یہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا انتہائی اتقاء ہے کہ غیبت کا جواب بھی نہیں دیتے تھے، بلکہ ''حَسْبُنَا اللّٰهُ'' کہا اور پھر فرمایا کہ کوئی اور بات کرو، اس کو جانے دو۔

(۴) فرمایا کہ ایک دفعہ میں گنگوہ حاضر ہوا، میں تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے مسئلہ پوچھ رہا تھا، اور ایک آدمی آیا اور حضرت کے سامنے آپ کی تعریف کرنے لگا، حضرت نے سب کچھ سنا اور پھر ایک مٹھی مٹی کی بھر کر اس کے منہ پر ماری۔ فرمایا حدیث میں آتا ہے جو تمہارے منہ پر تعریف کرے، اس کی منہ پر مٹی ڈال دو۔

(۵) فرمایا جب میں ۱۳۱۹ھ میں مدرسہ امینیہ چھوڑ کر دہلی سے کشمیر گیا اور وہاں وعظ ونصیحت کا سلسلہ جیسا کہ سنت انبیاء کرام علیہم السلام ہے، شروع کیا تو لوگوں پر بہت اثر ہوا، پھر میں نے مدرسہ فیض عام کی بارہ مولا (کشمیر) میں بنیاد ڈالی، مدرسہ خوب چلا، وہاں میں سب کتابوں کا درس دیتا تھا اور کتب حدیث کا بھی درس دیتا تھا۔

(۶) فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے دیوبند سے کشمیر جانے کی چھٹی حاصل کی اور وہاں سے میں نے مولانا محمد سہول رحمہ اللہ مدرس دیوبند کے نام چٹھی لکھی، مگر ان سے وہ خط پڑھا نہ گیا، میں کشمیر سے واپس دیوبند آیا تو انہوں نے بتلایا کہ خط آپ کا آیا تھا، وہ ویسا ہی رکھا ہے، مجھے سمجھ نہیں آیا، پھر میں نے پڑھ کر سارا خط ان کو

سمجھایا، پھر فرمایا کہ میں چودہ قسم کا طرزِ تحریر جانتا ہوں۔ وہ نوویں قسم تھی جو مولانا کو سمجھ نہیں آئی۔

(۷) فرمایا ہمارے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرفِ تلمذ حاصل ہے، کچھ دنوں بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی، پھر انہوں نے اپنے دستِ مبارک سے حضرت کو سند دی۔

(۸) فرمایا ایک میرے استاذ حدیث مولانا محمد اسحاق صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ثم مدنی ہیں۔ میں ان کا نہایت احترام کرتا تھا، میں ادباً بیٹھے بیٹھے تھک جاتا تھا مگر گھٹنے تبدیل نہیں کرتا تھا، مولانا محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا خیرالدین آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھی ہے، وہ اپنے والد ماجد مولانا سید محمد آلوسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ روح المعانی کے تلمیذ ہیں۔ انہوں نے 1270ء میں وفات پائی (یعنی صاحبِ روح المعانی نے) یہ بڑے ہی محقق تھے، یہ مفتی بھی تھے، اعلم بغداد کہلاتے تھے۔

(۹) ایک دفعہ فرمایا کہ "اَسْتَغْفِرُ اللہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیَّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" یعنی "اَلْحَیَّ الْقَیُّوْمُ" پر زبر پڑھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "اَلْحَیَّ الْقَیُّوْمُ" دونوں اللہ کی صفتیں ہیں اور لفظ اللہ مفعول بہ واقع ہوا ہے، اس لیے "اَلْحَیَّ الْقَیُّوْمُ" بہتر ہے۔

(۱۰) ایک دفعہ فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ" قرآن شریف کے بعد ان کلمات سے بڑھ کر کسی کا ثواب نہیں اور یہ بھی قرآن شریف سے ہیں، اس لیے کہ "سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ" سارے قرآن شریف میں کہیں اکٹھا نہیں آیا اور یہ

سارے کلمات قرآن شریف سے ہیں۔ یعنی سارے الفاظ قرآن شریف میں موجود ہیں اسی لئے یہ صحیح ہوا کہ یہ سب قرآن شریف سے ہیں۔

(۱۱) ایک دفعہ دیوبند سے تشریف لائے اور لدھیانہ سے احقر (محمد انوری) بھی ساتھ ہوگیا، امرتسر اترے اور مولانا عبدالقدیر کشمیری رحمہ اللہ کے ہاں ٹھہرے، صبح کو جب گاڑی سے روانہ ہوئے تو میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ مرزائیوں سے اختلاط اچھا نہیں، بہت بُرا ہے، اس لیے کہ وہ اپنے ڈنگ مارنے سے باز نہیں آتے، اس لیے ان سے دور رہنا ہی اچھا ہے، یا تو آدمی کے پاس ان کے زہر اتارنے کے لیے تریاق ہو، جب تریاق نہ ہو تو دور ہی اچھے، دوسری دلیل یہ کہ قرآن پاک میں ہے: ''فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○'' (سورۃ الانعام: ۶۸) یہ دو دلیلیں ہوگئیں، ایک عقلی اور ایک نقلی۔

(۱۲) فرمایا دیانت کہتے ہیں کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو تعلق ہے اس کو سچے طریقہ سے نبھائے۔ ایسا شخص دیانتدار کہلاتا ہے اور جس میں یہ صفت نہیں ہے، وہ دیانتدار نہیں بلکہ خائن ہے۔

(۱۳) امرتسر کے راستہ میں ہی فرمایا کہ ہمارا خاندان دس پشت سے سہروردی ہے، میرے والد صاحب مولانا سید معظم شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے مجھے اجازت ہے، اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے بھی اجازت ہے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے یہ اجازت نامہ مجھے لکھ کر دیا تھا، یوں بھی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے، فرمایا کہ ہم نے شام وعرب، مصر وعراق میں کوئی ایسا فقیہ النفس نہیں دیکھا۔

(۱۴) حضرت کے پاس ابوداؤد کی شرح خود اپنی تھی جس کو ایک جلد میں بہت حفاظت سے رکھتے تھے، میں نے بھی حضرت سے وہ جلد لے کر کچھ اجزاء نقل کر لیے

تھے، بہت ہی مبسوط شرح تھی، بذل المجہود سے بہت مفصل پھر معلوم نہ ہوسکا کہ وہ شرح کہاں گئی، جب حضرت کا وصال ہوا چونکہ حضرت کے صاحبزادے اس وقت چھوٹی عمر کے تھے، معلوم نہیں کس کے ہاتھ لگ گئی، بہت ہی خوشخط لکھی ہوئی تھی۔

(۱۵) حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بڑی ہی قدر اور توقیر کرتے تھے، جو مشکل مسئلہ پیش آتا اس کی تحقیق حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے کرایا کرتے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ بڑے ہی ادب سے عرض کیا کرتے تھے کہ ہاں حضرت فلاں مصنف نے یونہی لکھا ہے۔

(۱۶) جب مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا وصال ہوگیا تو اس وقت حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ مالٹا میں نظر بند تھے وہاں سے ایک لمبا مرثیہ لکھ کر بھیجا اس کا اس وقت ایک شعر یاد ہے!

غلام رسول او ستاذ افاضل
کہ چشم جہاں مثل او دید کمتر

اور ایک شعر یہ بھی تھا!

تیرے حجرے میں جب کبھی ہوتے حاضر
تو آجاتے تھے یاد ہم کو ابوذرؓ

(۱۷) بخاری ج ۱ ص ۵۲۳ میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو اکثر پہلی رکعت میں سورۂ یوسف یا سورۂ نحل پڑھتے تھے اور رکوع اس وقت کرتے تھے کہ لوگ جمع ہوجاتے تھے جو آدمی بالکل رکوع کے قریب ملا اور اکثر ایسا ہوتا ہے۔ تو اس کی فاتحہ کہاں گئی۔ یہ تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جو کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، جن کے اتباع کا حکم ہے۔

(۱۸) فرمایا حدیث میں آتا ہے: "وَإِذَا رَكَعْتَ فَاجْعَلْ رَاحَتَيْكَ عَلَى

دُعُبَتَيْكَ" (مشکوٰۃ ص ۷۶) یہ دونوں شرط اور جزاء ہیں اور شرط اور جزاء میں اتصال شرط ہے، پس اگر رفع یدین ہو تو جزاء اور شرط میں اتصال کہاں رہا۔

(۱۹) ایک دفعہ لدھیانہ تشریف لائے، میں اس وقت لدھیانہ مدرسہ عزیزیہ میں پڑھاتا تھا، چونکہ وہ مدرسہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے راستہ میں پڑتا تھا، اس واسطے میں نے وہیں قیام کیا تاکہ حضرت کی زیارت ہوتی رہے، اس مدرسہ میں کتب خانہ بہت بڑا تھا، قادیانیوں کی تمام کتابیں اور ان کے رد کی کتابیں اور شیعہ کی تمام اور ان کے رد کی کتابیں۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات بھی تھیں۔ میں نے وہ تمام تصنیفات ازبر کرلی تھیں [1]، اصول کافی اور اس کی شرح جو کہ ایران سے منگوائی تھیں وہ سب دیکھ لی تھیں۔ 1923ء کی بات ہے ایسے ہی فروع کافی تھی اور اس کی شروح تھیں، بے شمار کتابیں تھیں۔ ایک دفعہ دیوبند سے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع حضرت مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، مجھے وہاں پڑھاتا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حکمت نزول عیسیٰ علیہ السلام میں کیا ہے؟ فرمایا بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلسلۂ اسماعیلی اور سلسلۂ اسحاقی کو ملا دینا منظور ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو شریعت محمدیہ پر عمل درآمد کریں گے۔ جب بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے تو آپ کا خاتم النبیین ہونا دوبالا ہوجائے گا کہ خاتم النبیین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے علاقہ میں تشریف لے گئے تھے، تو اس وقت شریعت یوسفی پر عمل کرتے تھے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر برحق تو ہوں گے مگر عمل

(۱) زبانی یاد کرلی تھیں

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعتِ مبارکہ پر کریں گے۔

(۲۰) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ مسلم شریف کا درس دے کر درس بند کر کے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے کمرہ میں گیا تو اس وقت حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے، میرے جانے پر فوراً میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے عرض کی کہ حدیث میں ایمان کا صلہ ''علیٰ'' بھی آیا ہے؟ تو فرمایا کہ ہماری نظر سے تمام ذخیرۂ حدیث میں کہیں نہیں گذرا کہ ایمان کا صلہ ''علیٰ'' آیا ہو۔ مگر مسلم شریف کی یہ حدیث ''مَا مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا وَقَدْ اُوْتِیَ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ'' میں یہ سن کر پسینہ پسینہ ہو گیا۔ کیونکہ یہی حدیث میرے ذہن میں تھی کہ دریافت کروں گا، کیونکہ اسی حدیث کا میں درس دیتا ہوا گیا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا استحضار دیکھ کر بڑا ہی متعجب ہوا۔ نیز فرماتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جواب دینے کے لیے تیار ہی بیٹھے ہیں، پھر میں نے کبھی یہ جرأت نہیں کی، اس وقت واقعی میری غرض امتحان تھی۔

(۲۱) بہاولپور کا قصہ ہے کہ آپ جمعہ کی نماز کے بعد کچھ بیان بھی فرماتے تھے، ایک دفعہ مولانا عبدالحنان ہزاروی رحمہ اللہ جو کہ اس وقت اس سفر میں ساتھ تھے، آپ کے بیان سے پہلے آپ کے کمالات بیان فرمانے لگے تو آپ نے یعنی شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فوراً ان کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ بھائی انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ غلط ہے، ہم ایسے نہیں ہیں۔ ہمیں تو یہ بات یقین کے درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ ہم سے گلی کا کتا بھی اچھا ہے۔ ہم اس سے بھی گئے گذرے ہیں، جب یہ بات مجمع نے سنی تو سب کی چیخیں نکل گئیں۔

(۲۲) احقر محمد لائل پوری عفا اللہ عنہ اور مولانا اسعد اللہ سہارنپوری رحمہ اللہ دونوں

بطور مختار کام کر رہے تھے، ہمارے واسطے بھی سرکاری طور پر بہاولپور میں دو کرسیاں بچھائی گئی تھیں، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہم کیسے کرسیوں پر بیٹھتے، پھر جبکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو حوالہ نکالنے پر مقرر فرمایا تھا تو اس وقت حافظہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دیکھ کر تعجب ہوا کہ کتاب کا صفحہ تک بتلاتے تھے، کیونکہ جج صاحب خود حوالہ دیکھ کر آگے چلتے تھے۔ جلال الدین شمسؔ اور غلام احمد مجاہدؔ دونوں قادیانیوں کی طرف سے نمائندہ تھے، ان کے لیے بھی کرسیاں بچھائی گئی تھیں۔ جس روز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان شروع ہوا تو میں اور مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ تو کھڑے رہے وہ مرزائی بھی دونوں کھڑے ہی رہے۔ چنانچہ پانچ روز ایسا ہی ہوا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے آرام دِہ کرسی جج صاحب نے بچھوائی تھی کیونکہ ان دنوں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے۔

(۲۳) بہاولپور کا قصہ ہے جلال الدین شمسؔ جو کہ قادیانیوں کا نمائندہ تھا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے وقت وہ بھی حاضر تھا، اس کی عادت تھی، بہت اونچا اونچا بولتا تھا، چنانچہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں اس نے بہت شور مچایا۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں بھی ایسا ہی ہوا، جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ختم ہوا تو احقر چونکہ مدعیہ کی طرف سے بطور مختار کام کرتا تھا۔ احقر نے جلال الدین سے پوچھا کہو مزاج کیسے ہیں؟ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ مزاج کیوں پوچھتے ہو؟ میں نے کہا آج تو "اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ" ہو گیا یا نہیں، وہ بڑا نادم ہوا۔

(الحق ج ۳ شمارہ ۱، رجب ۱۳۸۷ھ/نومبر 1967ء ص 40 تا 44)

مختصر تعارف

قطب الاقطاب عالمِ ربانی شیخ الحدیث
حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

(خادمِ خاص وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ
تلمیذ ارشد وخلیفہ امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
وخلیفہ اعظم حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ)

آپ مشرقی پنجاب کے ضلع جالندھر موضع اوگی میں ۶ صفر ۱۳۱۹ھ بروز ہفتہ بمطابق 1901ء میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد گرامی حضرت مولانا فتح الدین رشیدی رحمۃ اللہ علیہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ اور اجلّہ خلفاء میں سے تھے اسی وجہ سے رشیدی ان کے نام کا جز بن گیا۔ نیز حضرت گنگوہی کی طرح حضرت مولانا فتح الدین رشیدی بھی شرک و بدعات کے خلاف سیف بے نیام تھے،

ردّ بدعات پر آپ کا تحریر کردہ رسالہ عظیمہ بنام ”ختم مرسومۃ الھند“ ہے، جو حضرات علمائے کرام کیلئے سرمایہ گرانمایہ ہے۔ آپ نے دار العلوم دیوبند کے نام اپنی جائیداد کا بہت بڑا حصہ وقف کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے پاکیزہ ماحول میں آنکھ کھولی جو خالصتاً دینی اور علمی خوشبوؤں سے معطر تھا۔

مولانا فتح الدین رشیدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے محمد انوری کی تعلیم و تربیت بڑے استغناء سے فرمائی یعنی جس مدرسے میں بھی داخل کروایا ان کے کھانے کا انتظام ذاتی طور پر کیا۔ مدرسہ پر کبھی بوجھ نہیں بننے دیا۔ فالحمد للہ علی ذلک

اور نصیحت فرمائی کہ دین کو ذریعہ معاش نہ بنایا جائے جو اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے۔ حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ نے تاحیات مسجد اور مدرسے سے تنخواہ

نہیں لی کیونکہ آپ صاحب ثروت تھے۔

مولانا فتح الدین ؒ کی اولاد:

آپ کے تین نکاح تھے جن سے آپ کے تین صاحبزادے: (1) مولانا اللہ بخش ؒ (2) مولانا محمد انوری ؒ (3) عبداللہ (جن کا ہندوستان ہی میں انتقال ہوگیا تھا) اور تین بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی کی شادی مولانا محمد سلیم لدھیانوی ؒ سے ہوئی، دوسری بیٹی کی شادی اوگی چک ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک بڑے زمیندار گھرانے میں چوہدری جان محمد کے ساتھ ہوئی جبکہ تیسری بیٹی کی شادی مولانا محمد خلیل اللہ لدھیانوی ؒ سے ہوئی جو مفتی رشید احمد لدھیانوی ؒ بانی جامعہ الرشید کراچی والوں کے بڑے بھائی تھے۔

(حضرت مولانا اللہ بخش ؒ کے نواسہ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری ہیں، یہ عزیزداری مزید قربت میں یوں بدل گئی کہ مولانا محمد انوری ؒ کے بیٹے مولانا سعید الرحمٰن انوری ؒ کے مولانا قاری محمد حنیف جالندھری داماد بنے)

حضرت مولانا فتح الدین ؒ نے بہت سے لوگوں کو دین کی محنت پر لگایا جن میں حضرت مولانا محمد صدیق ؒ (سابق شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان) شامل ہیں۔ جب انہوں نے 1944ء میں مڈل پاس کیا تو مولانا فتح الدین ؒ نے ہی آپ کو مدرسہ رائے پور گجراں میں داخل کروایا۔

حضرت انوری نے موقوف علیہ تک علوم اسلامیہ کی تعلیم مدرسہ رائپور گجراں میں حاصل کی۔ جون 1920ء میں سالارِ کارواں جہاد آزادی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی ؒ یورپ کے جزیرہ مالٹا کی قید سے رہائی پاکر واپس تشریف لائے۔ چونکہ حضرت مولانا فتح الدین ؒ کے حضرت شیخ الہند ؒ کے ساتھ والہانہ مراسم تھے جس کی وجہ سے مولانا فتح الدین ؒ اپنے بیس سالہ جواں بیٹے کو ہمراہ لے کر دیوبند پہنچے تو حضرت شیخ الہند ؒ نے کمال شفقت

سے حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف کے چاروں سلاسل میں بیعت کرلیا۔ آپ کو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تحریک جہاد آزادی کے راہنما ورفقاء علماء وغیرہ مہمانوں کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوتا۔ نیز حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اصلاح وتربیت پر خاص توجہ مبذول فرمائی اور اجازت وخلافت سے بھی نواز دیا۔ (چنانچہ مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت فرماتے تھے) شوال المکرم ۱۳۳۸ھ میں نئے تعلیمی سال کے آغاز پر حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے عظیم استاذ التفسیر والحدیث حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی صف میں بیٹھ گئے، مگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کبر سنی اور مسلسل اسفار کے باعث اسباق نہ پڑھا سکے تو آپ کے مایہ ناز شاگرد امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے تشنگانِ علوم نبوت کو سیراب کیا جن میں حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست تھے۔ رجب ۱۳۳۹ھ بمطابق 1921ء میں دورہ حدیث مکمل کیا۔ فراغت کے بعد حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ نے تدریسی، تحریری، تقریری میدانوں میں خوب کام کیا۔ نیز حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم یافتہ بھی تھے آپ نے مولوی فاضل، منشی فاضل کا دو سالہ کورس اورنٹیئل کالج لاہور سے کیا تھا۔ تدریس میں آپ نے دورہ حدیث تک کے اسباق کئی سال پڑھائے اور تحریری سلسلہ میں مختلف موضوعات پر رسائل لکھے اور تقریری سلسلہ میں آپ نے کئی مناظروں میں قادیانی اور شیعہ مبلغوں کو عبرتناک شکست دی۔ عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کی تحریک میں جید علماء متکلمین کی صف میں شمار کئے گئے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ گرفتار ہو کر جیل بھی گئے آپ کو قید تنہائی دی گئی جیل کی پہلی رات ہی آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

آپ کا تبحر علمی اور مشائخ حق سے روحانی کسبِ فیض کی تکمیل ہی تھی کہ

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ نے بھی آپ کو خلافت عنایت فرمائی۔ حضرت شاہ صاحب ؒ نے قادیانیوں کے خلاف مشہور مقدمہ بہاولپور 1932ء میں اپنے خاص معاون کے طور پر آپ کو اپنی معیت کا شرف عطا فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب ؒ نے مولانا محمد انوری ؒ کو مقدمہ بہاولپور کا مختار مقدمہ بنا دیا تو پورا مقدمہ ان کی قیادت میں طے پایا۔ زہے نصیب۔

اس عظیم استاذ و شیخ امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری ؒ کے وصال کے بعد مولانا محمد انوری ؒ نے حضرت شاہ صاحب کے گھرانہ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی تھی بحمد للہ اس خدمت کو تادم آخر نبھایا، نیز حضرت شاہ صاحب ؒ کی وفات سے حضرت انوری کو بہت صدمہ ہوا تا آنکہ خواب میں بار بار اپنے مرشد علمی و روحانی کی زیارت ہوئی تو آپ نے مولانا محمد انوری ؒ سے فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری (ؒ) ہمارے رفیق ہیں آپ ان کی خدمت میں تشریف لے جائیں چنانچہ آپ حضرت رائے پوری ؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ علمی و روحانی نسبتوں کی برکات ظاہر ہوئیں اور آپ حضرت رائے پوری ؒ کے خلیفہ اعظم قرار پائے۔ قیام پاکستان کے بعد لائل پور (فیصل آباد) میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ جب بھی تشریف لائے تو انوری مسجد اور مولانا محمد انوری ؒ کے گھر حضرت کا قیام ہوتا۔ بعد ازاں اسی گہرے تعلق کی برکت تھی کہ حضرت رائے پوری ؒ کے بھتیجے مولانا عبدالجلیل ؒ (ڈھڈیاں شریف سرگودھا) کو حضرت انوری ؒ نے اپنی فرزندی میں لے لیا یعنی مولانا عبدالجلیل ؒ حضرت انوری ؒ کے داماد بنے۔

یہ رشتہ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ کے حکم سے ہوا اس سے قبل رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ؒ کے بیٹے مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی ؒ خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ؒ

حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ کے داماد بنے یہ رشتہ بھی حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ہی ہوا تھا۔

1967ء تک مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ ہی پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے محسن خاص اور انتظامی نمائندے تھے۔ اس مادرِ علمی اور مرکز رشد و ہدایت کے معاونین، حضرت مولانا انوری رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے ہی اپنے عطیات دیوبند بھجوایا کرتے تھے۔ اسی خدمت گزاری میں مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ کل 69 برس عمر پاکر دار فناء سے دار بقاء کی طرف ۱۳ ذیقعدہ بروز جمعرات ۱۳۸۹ھ بمطابق 22 جنوری 1970ء میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

پسماندگان میں پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ تھے۔

حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے کرام:

1)...... ابن الانور شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (دیوبند انڈیا)

2)...... حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)

3)...... حضرت مولانا عبدالوحید رحمۃ اللہ علیہ (ڈھڈیاں شریف، سرگودھا)

4)...... حضرت مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ (ڈھڈیاں شریف، سرگودھا)

5)...... حضرت مولانا حافظ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ (کمالیہ)

6)...... حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

7)...... حضرت مولانا سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ (ڈونگا بونگہ، بہاولنگر)

8)...... حضرت صوفی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ (قصبہ جلپانہ شاہ پور صدر، سرگودھا)

9)...... حضرت قاری فضل کریم رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل (لاہور)

10)...... حضرت مولانا عبدالعزیز فیض پوری رحمۃ اللہ علیہ

11)......حضرت مولانا عبدالقادر فیض پوری رحمۃ اللہ علیہ

12)......حضرت مولانا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ فاضل مظاہر العلوم سہارنپور (شاہ پور صدر، سرگودھا)

13)......حضرت حافظ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (چک 306 ٹوبہ ٹیک سنگھ)

حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان:

1)...... مولانا عزیز الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ

2)...... مولانا سعید الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ

3)...... مولانا مسعود الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ

4)...... مولانا مقبول الرحمٰن انوری

5)...... مولانا ایوب الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف:

1)...... سیرت خاتم الانبیاء (اردو)

2)...... العجالہ (داڑھی کے متعلق شرعی فیصلہ)

3)...... احادیث الحبیب المتبرکہ

4)...... اربعین من احادیث النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

5)...... الصلوٰۃ یعنی نماز مترجم

6)...... فضائل مکہ مکرمہ مترجم

7)...... مکتوبات بزرگاں

8)...... ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری (رحمۃ اللہ علیہ)

9)...... انوارِ انوری (مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و کمالات کا تذکرہ)

10)......السنن الآثار لسید الابرار (اردو)

11)......البشارات فی حل الاشارات

12)...... انجح المقبول

13)...... البدور الطالعہ اغنی الشمس البازغۃ

14)...... نفحات الطیب للنبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم (عربی)

15)...... حیاتِ انور (سوانح مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) یہ کتاب تقسیم ہند کی وجہ سے رائے کوٹ لدھیانہ ہی رہ گئی تھی۔

قلمی کتب کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

16)...... نطق الانور (علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ترمذی)

17)...... ترجمہ کتاب، خاتم النبیین

18)...... مکتوبات وملفوظات

19)...... مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

20)...... تقلید کیا ہے؟

21)...... ردقادیانیت

حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف "انوار انوری" اور باقی تمام تصانیف "مجموعہ رسائل انوری" کے نام سے شائع ہوچکی ہیں نیز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل سوانح "حیات انوری" کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت انوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے مشائخ و اساتذہ کی قبور مبارکہ کو نور سے بھر دے اور مغفرت کے ساتھ جنت الفردوس میں درجات عالیہ بھی نصیب فرمائے۔ آمین

وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

محمد راشد انوری

ابن حضرت مولانا محمد ایوب الرحمٰن انوری رحمۃ اللہ علیہ

نبیرہ حضرت اقدس مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ

عکس سندِ فراغت درالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد انوری لائل پوری رحمۃ اللہ علیہ
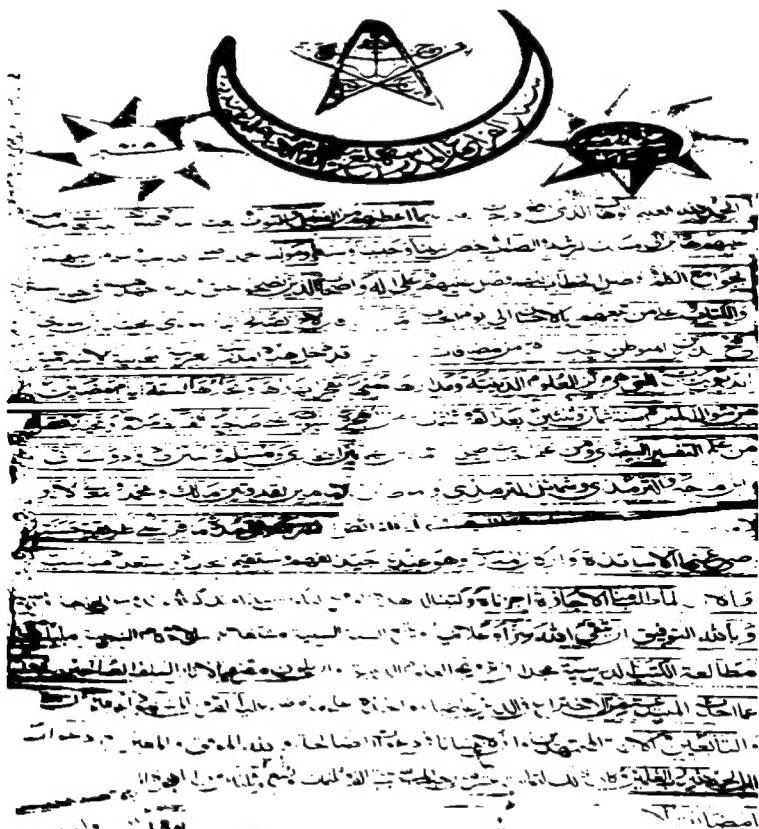
تاریخ دورۂ حدیث رجب ۱۳۳۹ھ بمطابق 1921ء

سند پر جن اساتذہ کرام کے دستخط موجود ہیں ان میں سے چند نام یہ ہیں:

مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

(ان کتابوں کا دوسرا ایڈیشن عنقریب
شائع ہو کر آرہا ہے... ان شاء اللہ)

9 789692 358415